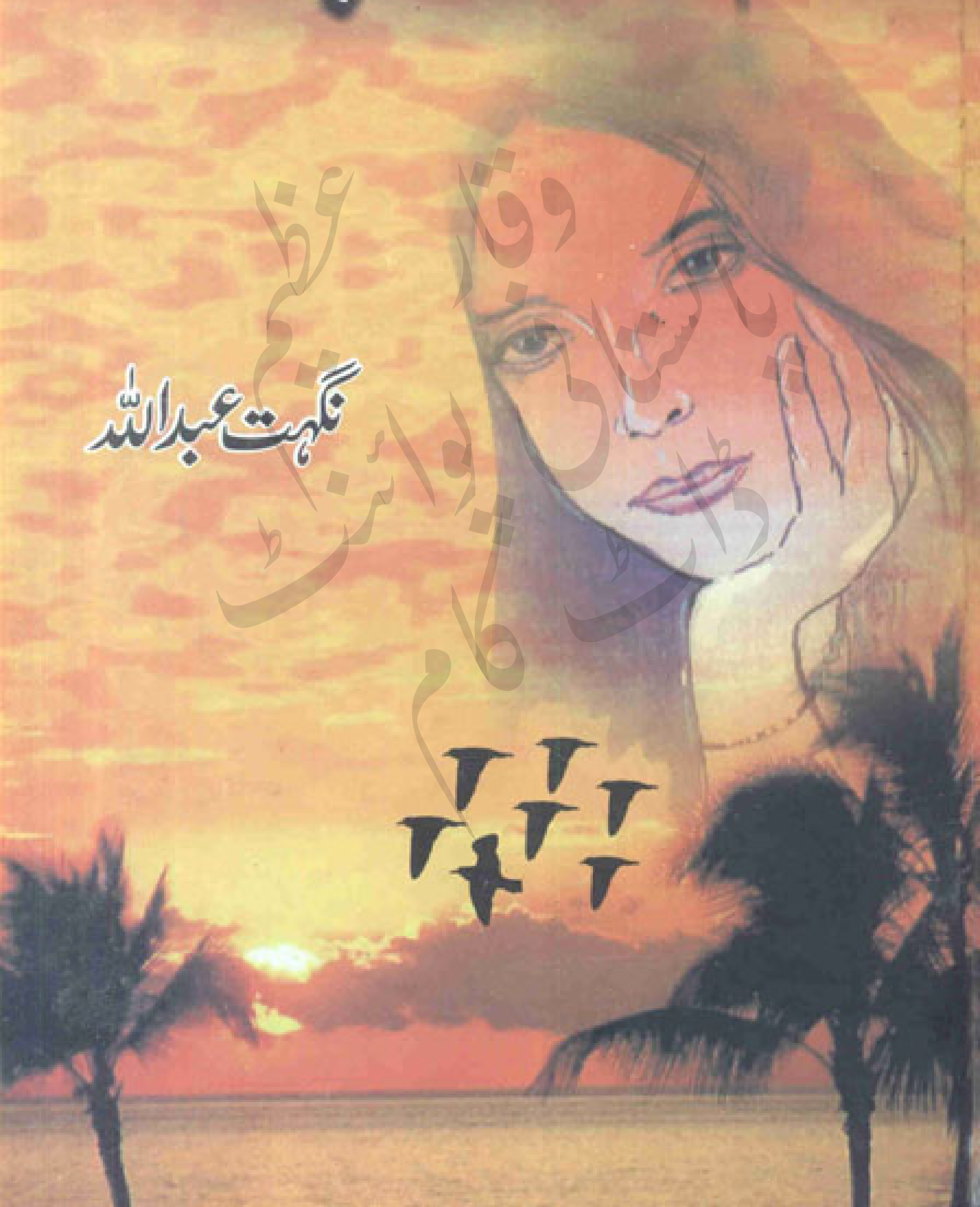
شام ڈھلنے سے پہلے



انتساب

قارئین کے

نام

بہت محبت کے ساتھ

جن کی محبتوں سے میں اس مقام پر پہنچی ہوں

شام ڈھلنے سے پہلے

''اور کسے لاتا......؟'' وہ بلا ارادہ کہہ گیا اور اسد کی طرف سے شوخ جملہ آیا۔

''کیوں......تمہاری ماں بہنیں نہیں ہیں......؟''

دوستوں کے درمیان ایسی گفتگو چل جاتی ہے اور کوئی برا بھی نہیں مناتا اور اس نے بھی برا تو نہیں مانا لیکن اس کے دل پر چوٹ سی پڑی تھی تب ہی جوابی کارروائی نہیں کر سکا اور قصداً اَن سنی کر کے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''آفتاب عالم نظر نہیں آ رہا۔ تمہاری ملاقات ہوئی اس سے......؟''

''ملاقات......؟ ارے یار......! ہم تو دیدار کو ترس رہے ہیں۔'' عابد نے کہا تو اسد نے فوراً قیاس ظاہر کیا۔

''لگتا ہے دُلہن کو اپنے ہاتھوں سے سنوار رہا ہے۔''

''یار علی......! اب تو بھی شادی کر لے۔ ہم سب میں ایک تو ہی کنوارہ رہ گیا ہے۔'' ظفر نے اس کا بازو ہلا کر یوں کہا جیسے وہ ابھی ہامی بھر لے گا اور وہ ابھی اس کے سر پر سہرا سجا دے گا۔

''ظفر ٹھیک کہہ رہا ہے علی......! بتاؤ کب بلا رہے ہو......؟''

''جب چاہو آ جاؤ۔'' وہ شاید سمجھا نہیں تھا۔

''ایسے نہیں یار......! ہم تمہاری شادی میں آئیں گے۔''

''سنو......! کوئی چکر وَکر بھی چلایا ہے یا نہیں......؟'' ظفر نے اسے اپنی طرف متوجہ کر کے رازداری سے پوچھا لیکن وہ سمجھا نہیں۔

''کیسا چکر......؟''

''شادی سے پہلے والا...... کسی لڑکی کے ساتھ......'' ظفر نے معنی خیز انداز میں ایک آنکھ بند کی تو وہ قدرے جھینپ کر بولا۔

''کہاں یار......! کسی نے لفٹ ہی نہیں دی۔''

''کیا بات کرتے ہو......؟ ایک درجن نام تو میں گنوا سکتا ہوں یہیں بیٹھے بیٹھے۔''

''اچھا بس......! وہ سامنے دیکھو آفتاب عالم صاحب تشریف لا رہے ہیں۔'' علی نے برآمدے کی طرف اشارہ کیا تو تینوں گردن موڑ کر اسی طرف دیکھنے لگے۔ ایک تو وہاں پہلے ہی تیز روشنیاں تھیں مزید مووی کیمروں کی لائٹیں۔

آفتاب عالم اپنی دُلہن کو ساتھ لئے اسی طرف آ رہا تھا۔ لان میں اُتر کر اس کا رُخ سٹیج کی طرف ہو گیا تو ظفر اور عابد نے اپنے چہرے اسی طرف موڑ لئے جبکہ اسد اسی طرح بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ ظفر کو ٹوکنا پڑا۔

''اسد......! میرے بھائی......! دولہا دُلہن سٹیج پر بیٹھ چکے ہیں۔''

''ہیں......؟'' اسد نے چونک کر دیکھا پھر کہنے لگا۔

''دولہا دُلہن کو کون کم بخت دیکھ رہا تھا۔''

''پھر......؟'' ظفر نے ''پھر'' کہتے ہوئے بے اختیار برآمدے کی طرف دیکھا اور پھر بے اختیار ہنس پڑا۔ وہاں پانچ چھ لڑکیاں بظاہر گردوپیش سے بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپس میں مصروفِ گفتگو تھیں۔

ظفر کے ہنسنے پر عابد نے پہلے گردن موڑ کر دیکھا اور معاملہ سمجھتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ کر کہنے لگا۔

''میں ابھی تم دونوں کی ازدواج کو خبردار کرتا ہوں۔''

''کیا......کیا خبردار کرتے ہو......؟'' اسد سٹپٹا گیا۔

''یہی کہ تم مہ وشوں کو گھور رہے ہو۔''

''میں علی کے لئے دیکھ رہا ہوں یار......! دیکھو وہ گلابی کپڑوں والی علی کے لئے کیسی رہے گی......؟'' اسد نے بڑی جلدی بات بنا لی۔ پھر اس سے پوچھنے لگا۔

''کیوں علی......! ٹھیک ہے ناں......؟''

''کیا......؟'' علی اپنی ہی کسی سوچ میں گم تھا۔ چونک کر دیکھنے لگا تو ظفر سر پیٹ کر بولا۔

''لاحول ولا......! تم تو بڑے بدذوق ہو یار......! یعنی اپنی نظروں کے عین سامنے دلکش نظارے کو چھوڑ کر کہیں اور گم ہو۔''

ظفر کی بات پر اس نے بے اختیار عین سامنے دیکھا پھر قصداً مسکرا کر بولا۔

''نظارہ تو واقعی دلکش ہے۔''

''اور اسد کا خیال ہے وہ گلابی کپڑوں والی تمہارے لئے......''

''شٹ اَپ......!'' اس نے ظفر کی بات پوری ہونے سے پہلے ٹوک دیا۔ پھر فوراً اُٹھتے ہوئے بولا۔

''چلو......! آفتاب عالم کو سلامی دے آئیں۔''

''ہاں......! اسے تو اب توفیق ہوگی نہیں۔ لگتا ہے گوند لگا کر دُلہن کے ساتھ چپکا دیا گیا ہے۔''

تینوں علی کی تقلید میں کھڑے ہوئے پھر لائن سے چلتے ہوئے سٹیج پر پہنچے تو آفتاب عالم بجائے ان کے استقبال کو کھڑے ہونے کے ٹوکتے ہوئے بولا۔

''ارے ارے......! یہ تم لوگ منہ اُٹھائے کہاں چلے آ رہے ہو......؟''

''اوقات بھول گیا ہے۔'' اسد نے آفتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عابد سے کہا تو وہ بڑے آرام سے بولا۔

''ابھی یاد دلا دیتے ہیں۔''

''نہیں پلیز......!'' وہ اسد اور عابد کی سرگوشی سن کر فوراً ان کی طرف پلٹ کر بولا۔

''اس وقت کوئی بدتمیزی نہیں ہوگی۔''

''اس نے ہماری توہین کی ہے......؟''

''کوئی توہین نہیں ہوئی۔'' وہ کہہ کر پلٹا اور دُلہن کو آداب کہنے کے ساتھ جیب سے چھوٹا سا پیکٹ نکال کر اسے اور سلامی کا لفافہ نکال کر آفتاب عالم کو تھمایا پھر باقی دوستوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کر کے خود سٹیج سے اُتر گیا کیونکہ سمجھ گیا تھا کہ وہ تینوں آفتاب عالم کی

کھنچائی ضرور کریں گے اور ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ کترا جاتا تھا۔

یہ نہیں تھا کہ وہ دوستوں کی بے تکلفی اور ان کی محفل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ حقیقتاً یہی چند لوگ اس کی زندگی کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ ان کی محفل میں آ کر وہ سب بھول جاتا۔ خود اپنے آپ کو بھی اور بالکل انہی جیسا ہو جاتا۔ لیکن جہاں اسے محسوس ہوتا کہ کوئی بات شرارت اور مذاق کی حد سے نکل کر بدتمیزی کے زُمرے میں شمار ہوگی۔ وہاں وہ غیر محسوس طریقے سے ان کے درمیان سے نکل جاتا تھا۔ ابھی ابھی وہ دوبارہ اپنی جگہ پر آ رہا تھا کہ درمیان میں آفتاب عالم کے والد صاحب نے روک کر حال احوال پوچھنا شروع کر دیا۔ پھر قریب سے گزرتی ایک لڑکی کو پکار کر اس کا تعارف کراتے ہوئے بولے۔

''یہ علی ہے آفتاب کا دوست...... تمہاری پہلے اس سے ملاقات ہوئی ہے......؟''

''ملاقات تو نہیں ہوئی البتہ ذکر بہت سنا ہے۔'' لڑکی نے انہیں جواب دے کر فوراً اسے سلام کیا تو اس نے جواب دینے کے ساتھ کہا۔

''آپ غالباً آفتاب کی سسٹر ہیں......؟''

''غالباً نہیں یقیناً...... آیئے آپ کو آفتاب بھائی کے پاس لے چلوں۔''

''میں اس سے مل کر آ رہا ہوں اور اب مجھے اجازت دیجئے۔'' اس نے کہا تو آفتاب کے والد فوراً بولے۔

''نہیں بیٹا......! پہلے کھانا۔''

''اور اس کے بعد میوزک کا پروگرام بھی ہے اس میں بھی آپ کو ضرور شامل ہونا ہے۔'' آفتاب کی بہن نے کہا تو وہ خاموش ہو رہا۔

○ ○ ○

جب فارینہ سوٹ کیس اُٹھائے گیٹ سے اندر داخل ہوئی اسی وقت بجلی کا بریک ڈاؤن ہوا تھا اور ہر سو تاریکی پھیل گئی اور گو کہ یہ گھر اور اس کے راستے اس کے لئے اجنبی

نہیں تھے۔ وہ یہیں پیدا ہوئی تھی یہیں پروان چڑھی تھی۔ یہاں کی روشنیوں اور اندھیروں دونوں سے مانوس تھی پھر بھی اس پل اچانک تاریکی نے اس کے قدم روک لئے تھے۔ چند لمحے وہیں رُک کر اس نے اطراف میں دیکھنے کی کوشش کی۔ پھر دھیرے دھیرے قدم اُٹھاتی کوریڈور تک آئی تو اسے یہ اندھیرا بہت غنیمت لگنے لگا۔

اندھیرے کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ بہت سی باتیں، بہت سے راز اپنے اندر چھپالیتا ہے اور وہ کوئی راز تو نہیں تھی لیکن شاید کچھ راز رکھنا چاہتی تھی جب ہی اندھیرے کی ممنون تھی اور دل ہی دل میں اس کے قائم رہنے کی آرزو کرتی ہوئی کوریڈور سے آگے لاؤنج میں داخل ہوئی تو آگے اس کی مما ماچس کی تیلی جلائے غالباً موم بتی تلاش کر رہی تھیں۔

''مما......!'' اس نے پکارا تو بے اختیار اس کی طرف پلٹتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ماچس کی تیلی بجھ گئی۔

پھر مکمل اندھیرا تھا۔ وہ مما کو اور مما اسے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

''مما......!'' اس نے پھر پکارا تھا۔

''فارینہ......! فارینہ تم آئی ہو......؟ کہاں ہو بیٹا......؟'' مما دونوں بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھیں کہ وہ آ کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

''کیسی ہو بیٹا......! اس لائٹ کو بھی ابھی جانا تھا اور پتا نہیں موم بتی کہاں ہے......؟'' مما اپنا بولے چلی گئیں۔

''ڈیڈی کہاں ہیں......؟'' فارینہ نے ان سے الگ ہو کر پوچھا۔

''اپنے کمرے میں......اور یہ خاور اور سنی کہاں رہ گئے......؟'' مما نے جواب کے ساتھ اس سے پوچھا۔

''لائیے ماچس مجھے دیں میں موم بتی دیکھتی ہوں۔'' وہ ان کی بات کا فوراً جواب نہیں دینا چاہتی تھی جب ہی اَن سنی کر گئی اور ان کے ہاتھ سے ماچس لے کر تیلی جلائی تو

اسی وقت لائٹ بھی آ گئی۔

''شکر......!'' مما نے اس کا چہرہ دیکھا پھر اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''کس کے ساتھ آئی ہو بیٹا......؟''

''اکیلی......!'' اس نے جلتی ہوئی تیلی کو پھونک مار کر بجھا دیا۔

''اکیلی......؟'' مما نے تعجب کے اظہار کے ساتھ وال کلاک پر نظر ڈالی تو وہ چیخ کر بولی۔

''کیوں......؟ میں اکیلی نہیں آ سکتی؟''

''آ سکتی ہو بیٹا......! لیکن اتنی رات......؟''

''کتنی رات......؟ ابھی بارہ ہی تو بجے ہیں اور اگر آپ کو میرا اس وقت آنا برا لگا ہے تو......''

''ارے نہیں بیٹا......! میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ خاور کیوں نہیں آیا تمہارے ساتھ......؟'' مما نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

''کیا ضروری ہے کہ ہر وقت خاور کا دُم چھلا میرے ساتھ لگا رہے......؟'' وہ مزید تیز ہو کر بولی تھی۔

''بیٹا......! وہ تمہارا شوہر ہے۔'' مما نے مزید نرمی اختیار کی اور شاید یہی ان کی کمزوری تھی۔

''ہونہہ......! شوہر......!'' اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

''اچھا سنی کو کیوں نہیں لائیں......؟'' مما اس کے مزاج سے واقف تھیں جب ہی بات بدل گئیں۔

''وہ اپنے باپ کے پاس خوش تھا۔'' اس نے کہہ کر اپنا سوٹ کیس اُٹھایا تو مما سوٹ کیس دیکھ کر مزید پریشان ہو گئیں۔

''تم......؟''

''میں کچھ دن رہنے کے ارادے سے آئی ہوں۔ آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں......؟'' وہ ان کی تشویش سمجھ کر فوراً بولی تھی۔

''نہیں بیٹا......! اعتراض کیوں ہوگا......؟ تمہارا اپنا گھر ہے۔ سنی کو بھی لے آتیں تو کچھ دن رونق رہتی۔'' مما نے کہا تو وہ اَن سنی کر کے بولی۔

''میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔''

''اپنے ڈیڈی سے تو مل لو......!''

''صبح مل لوں گی اور اب پلیز یہ مت کہیئے گا کہ علی سے بھی مل لو......'' اس نے روکھے انداز میں کہا۔

''علی تو ابھی نہیں آیا۔'' مما خود کلامی کے انداز میں بولی تھی۔

''کہاں گیا ہے......؟'' اس نے بلا ارادہ پوچھا تھا۔

''بتا رہا تھا کسی دوست کی شادی ہے...... وہیں ہوگا۔''

''کہیں بھی ہو۔'' وہ بے نیازی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے مما سوچ میں پڑ گئیں۔

انہیں اس لڑکی کی سمجھ نہیں آتی تھی اور اس وقت اس کا اکیلے آنا تو انہیں بری طرح کھل رہا تھا۔ گو کہ خاور کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں تھی لیکن رات کے بارہ بجے۔

مما کی پریشانی فطری تھی لیکن وہ اس وقت ڈیڈی کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لئے کچھ دیر وہیں رُک کر انہوں نے خود پر قابو پایا پھر صبح خاور کو فون کرنے کا سوچتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

○○○

علی نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ بارہ بج چکے تھے اور اسے جانے کی کوئی جلدی

تو نہیں تھی۔ چچی جان سے بھی وہ کہہ آیا تھا کہ اسے دیر ہو سکتی ہے پھر بھی اچانک اس کا دل اُچاٹ ہو گیا جبکہ ظفر وغیرہ سب اطمینان سے بیٹھے تھے۔ اس نے جانے کی بات کی تو سب ہی اس کے پیچھے پڑ گئے۔

''تمہارے کون سے بال بچے انتظار میں ہوں گے......؟ آرام سے بیٹھے رہو......! اصل پروگرام تو اب شروع ہوا ہے۔''

اور اسے اصل پروگرام سے کوئی دلچسپی نہیں تھیں۔ پھر بھی جب ایک نوجوان گلوکار نے ''ہم تم ہوں گے بادل ہوگا'' گانا شروع کیا تو وہ آپ ہی آپ متوجہ ہو گیا۔ لڑکے کی آواز بھی اچھی تھی۔

''وصل کی شب اور اتنی کالی......!''

''وصل کی شب......''

''یار......! وصل کی شب کالی نہیں ہو سکتی۔'' اسد کو اختلاف ہوا اور اس نے فوراً اظہار کیا تو ظفر کو اس کا بولنا اچھا نہیں لگا۔ اس نے چڑ کر ٹوکا۔

''اس کی کالی ہوگی ناں......! تو چپ کر۔''

علی کسی طرح اپنی بے ساختہ ہنسی نہیں روک سکا تھا۔

''تم کیوں ہنس رہے ہو......؟'' اسد نے اسے گھورا تو اس نے ہونٹ بھینچ کر نفی میں سر ہلایا پھر فوراً اُٹھتے ہوئے بولا۔

''میں چلتا ہوں...... صبح آفس بھی جانا ہے۔''

''کچھ دیر رُکو......؟''

''نہیں......! ایک بج رہا ہے۔'' اس نے گھڑی ظفر کی آنکھوں کے سامنے کی پھر اس کے مزید اصرار سے پہلے سب کو ''خدا حافظ'' کہتا ہوا باہر نکل آیا۔

سڑکوں پر دن والی افراتفری نہیں تھی لیکن بالکل سناٹا بھی نہیں تھا۔ وہ پندرہ منٹ میں گھر پہنچ گیا۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔ اس کے ہارن بجانے سے پہلے ہی اس نے

پورا گیٹ کھول دیا۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے اس نے اپنے کمرے میں جانے کے لئے اس خیال سے کہ کسی کی نیند خراب نہ ہو، ڈرائنگ روم کا راستہ اختیار کیا اور بہت احتیاط سے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو پہلے ہی مرحلے پر ٹھٹک کر رُک گیا۔

سامنے صوفے میں دھنسی ہوئی فارینہ احمد فون پر جانے کس سے لڑ رہی تھی۔ اگر دروازہ کھلنے کی آواز نہ ہوئی ہوتی تو شاید اس کی آمد سے وہ بے خبر ہی رہتی اور کاش ایسا ہوتا تو وہ خاموشی سے نکل جاتا لیکن وہ دیکھ چکی تھی اور دیکھنے کا انداز بہت سرسری تھا۔ بس بے دھیانی کی ایک نظر، شاید اس کا سارا دھیان دوسری طرف کی بات سننے میں تھا۔

وہ بہرحال شش و پنج میں پڑ گیا کہ آیا چپ چاپ نکل جائے یا اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرے اور ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ وہ فون رکھ کر یوں بیٹھ گئی جیسے اس ساری گفتگو کو ازسرنو سوچ رہی ہو۔ تب اس نے ذرا سا کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا اور اس کے دیکھنے پر بولا۔

”کیسی ہیں آپ......؟“

فارینہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا دیکھنے کا انداز ظاہر کر رہا تھا کہ اس کا ذہن کہیں اور ہے۔

”کب آئیں......؟“ وہ پھر بولا۔

”میرا مطلب شام میں جب میں نکلا تھا اس وقت تو......“ اسے خاموش ہو جانا پڑا کیونکہ اُدھر انداز ہنوز وہی تھا تب اپنے آپ میں خجالت محسوس کرتا ہوا وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔

”اس لڑکی کی آمد پر اتنی خاموشی تو کبھی نہیں ہوتی۔“ وہ کپڑے بدلنے سے سونے تک بس یہی سوچتا رہا پھر اچانک اس کا ذہن بہت پیچھے بھٹک گیا تھا۔

○○○

جب اماں کا انتقال ہوا اس وقت وہ گیارہ بارہ سال کا تھا اور چھٹی کلاس میں پڑھ رہا تھا۔ احمد اس سے تین سال چھوٹا تھا اور ابا نے اماں کے انتقال کے فوراً بعد دوسری شادی نہیں کی تھی شاید اس لئے کہ دونوں بچے اپنے ہاتھ پاؤں والے تھے۔ یعنی اگر بہت سمجھدار نہیں تو بہت ناسمجھ بھی نہیں تھے۔ اپنے کام خود کرتے تھے۔ بس ایک روٹی کا مسئلہ تھا اور بنیادی مسئلہ تو یہی ہے۔ باقی مسائل تو اس کے ساتھ جڑے ہیں۔ بہرحال تین سال ابا گھن چکر بنے رہے اور ان کا خیال تھا جیسے تیسے وقت کٹ جائے گا لیکن عزیز رشتہ داروں نے ان پر بہت زور دیا کہ گھر میں عورت کا وجود ضروری ہے۔ اس وقت وہ کچھ اور بڑا ہو گیا تھا اور اسے لوگوں کا ابا کو شادی پر زور دینا بہت برا لگا تھا لیکن وہ کچھ بولتا نہیں تھا۔ اس وقت بھی چپ چاپ دیکھتا رہا جب کچھ عزیزوں کے ساتھ جا کر ابا ایک عورت کو گھر لے آئے تھے اور سب سے پہلے اسے مخاطب کر کے کہا تھا۔

”علی......! یہ تیری اماں ہے۔“

اس نے دیکھا وہ اماں نہیں تھیں لیکن ان کی جگہ نے اس عورت کو تخلیق سے پہلے ہی اماں کا درجہ دے دیا تھا اور اس ماں کے ساتھ وہ صرف دو دن رہ سکا۔ اس کے بعد چچا جان اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ دونوں میں شاید انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کتنا ذہین بچہ ہے۔ اگر اسے بہتر تعلیم کے مواقع میسر ہو جائیں تو وہ بہت ترقی کرے گا۔ یہی بات ابا کو سمجھا کر چچا جان اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ جانے اس میں ان کی اپنی کوئی غرض پوشیدہ تھی یا صرف محبت، وہ بھی نہیں سمجھ سکا۔

جب وہ چچا جان کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوا تو خاصا سہا ہوا تھا۔ خوفزدہ اپنے خول میں بند اور فارینہ نے اسے دیکھتے ہی ایک ہی سانس میں اتنے سوال کئے کہ وہ حیران ہو کر اسے دیکھتا رہ گیا۔

”ڈیڈی یہ کون ہے......؟ کہاں سے آیا ہے......؟ اس کا نام کیا ہے......؟“

اور چچا جان نے خود بتانے کی بجائے اسے دیکھ کر کہا تھا۔

''تم بتاؤ بیٹا......!''

''میرا نام محمد علی ہے۔'' وہ قدرے جھجک کر بولا تھا۔

''محمد علی باکسر......؟ تم امریکہ سے آئے ہو......؟'' فارینہ نے براہِ راست اسے مخاطب کر کے کہا تو چچا جان نے اپنی بیٹی کی بے ساختگی اور ذہانت پر قہقہہ لگایا تھا۔

اور یہ نہیں تھا کہ اس کے پاس جواب نہیں تھا وہ ہر بات کا جواب دے سکتا تھا لیکن اسے یہ پتا نہیں تھا کہ کہاں بولنا ہے اور کہاں خاموش رہنا ہے۔ جب ہی زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔

پھر چچا جان نے اسے فارینہ ہی کے سکول میں داخل کروا دیا۔ فارینہ اس سے چار سال جونیئر تھی۔ جب چچا جان نے اس سے کہا کہ وہ علی کا خیال رکھے تو اسے یہ بات بہت عجیب سی لگی تھی اور یہاں وہ فوراً بولا تھا۔

''فارینہ چھوٹی ہے چچا جان......! میں اس کا خیال رکھوں گا۔''

اس کی بات پر چچی جان بہت خوش ہوئی تھیں۔

پھر جب وہ اس گھر میں ایڈجسٹ ہوگیا۔ فارینہ کی طرح اس کا بھی الگ کمرہ تھا۔ اچھے سکول میں اچھے دوستوں کا ساتھ تھا۔ گھر میں چچی جان بھی اسے خاص اہمیت دینے لگی تھیں۔ جس سے آہستہ آہستہ وہ اپنے خول سے باہر نکلنے لگا تھا۔ اجنبیت کا احساس بھی مٹ گیا اور وہ اسی گھر کو اپنا گھر سمجھنے لگا۔ بس ایک احمد تھا جس کا خیال آنے پر وہ پریشان ہو جاتا تھا کہ پتا نہیں وہ سکول جاتا ہوگا کہ نہیں کیونکہ وہ شروع ہی سے سکول اور پڑھائی کے نام سے بھاگتا تھا۔ وہ کبھی نرمی اور کبھی سختی سے اسے سمجھاتا اور روزانہ زبردستی اپنے ساتھ سکول لے کر جاتا تھا۔ اب وہ یہاں نہیں تھا تو پتا نہیں ابا اسے سکول بھیجتے تھے کہ نہیں۔ وہ اکثر یہی سوچ کر پریشان ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ایسی نہیں تھی جس کا خیال اسے پریشان کرتا۔

جب اس نے میٹرک کرلیا تب کچھ دنوں کے لئے نواب شاہ گیا تھا تو اس گھر میں

زبیدہ اور حمیدہ کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اس وقت اماں نے اس کی آمد پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ سرے سے اسے اہمیت ہی نہیں دی تھی۔ عجیب روکھا پھیکا سا انداز تھا۔ جسے اس نے شدت سے محسوس کیا پھر بھی اس عورت کے خلاف وہ کوئی بات دل میں نہیں لا سکا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا کہ وہ اماں نہیں ہے اماں کی جگہ آئی ہے اور چند دنوں میں اس نے دیکھا تھا کہ اس کا رویہ احمد کے ساتھ ٹھیک نہیں تھا۔ پھر بھی وہ احمد کو سمجھا رہا تھا کہ وہ تحمل سے کام لے اور صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دے لیکن احمد اس عورت سے بہت متنفر ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ بدزبانی کر جاتا جس پر کئی بار اسے سنا کر کہا جاتا۔

''چاچا کو بس ایک ہی نظر آیا تھا دوسرے کو بھی ساتھ لے جاتے۔ کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا۔''

یہ محاورہ وہ دن میں کئی بار بولتی تھیں اور شاید ضد بھی ہوگئی تھی کہ ہر کام احمد سے کہتیں اور اس کے انکار پر یہی محاورہ بولتیں جس پر احمد کو طیش آجاتا تو پھٹ کر کہتا۔

''تیرے باپ کا کھاتا ہوں کیا......؟'' اور اس کے بعد گھر سے نکل جاتا۔

یہ اس کے لئے نئی پریشانی تھی۔ واپس آکر بھی اس کا دھیان احمد ہی کی طرف رہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ ان حالات میں احمد پڑھ سکے گا اور نہ کوئی کام کر سکے گا۔

ابا اس سارے معاملے سے بالکل الگ تھے۔ یوں بھی صبح کے گئے رات میں لوٹتے تھے اور شاید انہیں پتا بھی نہیں تھا کہ سارا دن گھر میں کیا ہوتا ہے اگر معلوم ہوتا تب بھی کیا کر سکتے تھے۔

ادھر وہ سوچ سوچ کر پریشان رہتا اور کچھ دیر کو ہی سہی اسے ان پریشانیوں سے نکالنے والی ایک ہی ہستی تھی اور وہ تھی فارینہ۔ بظاہر لاپرواہ سی۔ جب اس کے پاس پڑھنے بیٹھتی اور ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھ کر بغور اسے دیکھ کر پوچھتی تھی۔

''تم اتنے چپ چپ کیوں ہو......؟ بتاؤ ناں......! جب تک تم بتاؤ گے نہیں میں پڑھوں گی نہیں۔''

تب وہ اسے احمد کے بارے میں بتاتا تو وہ فوراً کہتی۔

''اسے بھی یہیں لے آؤ ناں......! ہمارے ساتھ رہے گا۔ میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ......''

''نہیں......نہیں فارینہ......! تم کبھی چچا جان سے ایسا نہیں کہنا۔''

وہ لاکھ اس گھر کو اپنا گھر سمجھے اندر کہیں یہ احساس موجود تھا کہ یہ اس کا گھر نہیں ہے۔ اس نے جب ہی فارینہ کو نہ صرف ٹوکا بلکہ اس سے وعدہ بھی لیا تھا کہ وہ احمد کو یہاں لانے کی بات نہیں کرے گی۔ ظاہر ہے چچا جان اسے اپنی خوشی سے لائے تھے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ اس کے گھر بھر کی ذمہ داری اُٹھالیں۔

بہرحال فارینہ سے کہہ سن کر کسی حد تک اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا تھا اور اس وقت سے جب سے وہ لڑکی بڑے خلوص سے اس کے دُکھ شیئر کرتی تھی اسے بہت اپنی لگنے لگی تھی۔ حقیقتاً اس کی چمکتی آنکھیں اور کھلتی مسکراہٹیں اسے حوصلہ دیتی تھیں۔

اور پھر گزرتے وقت نے یوں کروٹ بدلی کہ وہ اپنی لگنے والی اس لڑکی کو صرف اپنا سمجھنے لگا اور اسے اپنا بنانے میں بظاہر کوئی رُکاوٹ بھی نہیں تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا جیسے چچا جان اور چچی جان اسی انتظار میں ہوں کہ وہ تعلیم سے فارغ ہو کر بزنس میں چچا جان کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو جائے تو فارینہ کے ساتھ اس کی شادی کر دیں۔

گویا اس کی منزل بالکل صاف تھی، بالکل واضح، جب ہی اپنی طرف سے وہ بے حد مطمئن تھا۔ کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ اس کے راستے میں کوئی رُکاوٹ کھڑی ہو سکتی ہے۔

چچا جان مہربان تو چچی جان ان سے زیادہ محبت کرنے والی۔ فارینہ کا اپنا انداز تھا۔ کوئی تکلف کوئی جھجک نہیں۔ ہر بات برملا کہہ دیتی تھی۔ اس کے بعد اس نے کبھی اپنے جذبوں کا اظہار نہیں کیا۔ ایک تو اس کے مزاج میں ٹھہراؤ تھا اور دوسرے وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی کسی غیر اختیاری حرکت سے بھی کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے۔ پھر اسے یہ بھی یقین

تھا کہ دوسری طرف آگ برابر لگی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ضروری تو نہیں کہ محبت کی آنکھ مچولی کھیلی جائے۔ اس لئے بہت محتاط سا رہتا تھا۔ زیادہ اپنی تعلیم پر توجہ دیتا کیونکہ اسے چچا جان کی اُمیدوں پر پورا اُترنا تھا اور پھر وہ اپنے گھر کو بھی نہیں بھولا تھا۔ وقت کے ساتھ بڑھتی ہوئی مہنگائی نے اس کے گھر میں بہت مسائل کر دیئے تھے۔ ابا کی معمولی آمدنی میں گزارہ مشکل تھا۔ احمد نے بڑی مشکل سے میٹرک کیا تھا۔ وہ شروع ہی سے پڑھائی سے بھاگتا تھا۔ اس لئے وہ اس کے مزید نہ پڑھنے کا الزام کسی کو نہیں دے سکا۔ ایک بار وہ اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ اسے کراچی میں نظر آیا تھا۔ بس وہیں اس نے اسے پکڑ لیا۔

''جب نہیں پڑھنا تو کوئی کام کرو۔'' اس نے بہت سخت لہجے میں کہا تھا۔

''مجھے کوئی کام نہیں آتا۔'' احمد کا عذر اس نے قبول نہیں کیا اور اسی وقت اسے لے جا کر ایک گیراج میں کھڑا کر دیا تھا۔

''یہاں کام سیکھو......! جب تمہارے ہاتھ میں ہنر آجائے گا تب میں تمہیں باہر بھیج دوں گا، کم از کم اپنی زندگی تو بنالو۔''

اور پھر وقتاً فوقتاً وہ اسے دیکھنے ضرور جاتا تھا کہ کہیں وہ یہاں سے بھاگ تو نہیں گیا اور ابا کو اس نے اطمینان دلا دیا تھا کہ وہ احمد کی فکر نہ کریں۔

پھر کتنا وقت گزر گیا۔ وہ تعلیم سے فارغ ہو کر چچا جان کا بازو بنا اس وقت فارینہ بی اے میں پڑھ رہی تھی۔ ویسی ہی لاابالی اور لاپرواہ سی۔ لیکن ایک بات جو اس نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ اب فارینہ کے پاس اس کے لئے کم وقت ہوتا تھا۔ وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتی تھی۔

صبح جب وہ چچا جان کے ساتھ آفس جانے لگتا تو فارینہ کالج جانے کے لئے ان کے ساتھ ہوتی تھی اور پہلے تو وہ کچھ خیال نہیں کرتی تھی یعنی سب کے سامنے براہِ راست اسے مخاطب کرتی تھی اور اب پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ تمام راستہ بالکل لاتعلق سی شیشے سے باہر

دیکھتی رہتی اور جب کالج کے سامنے اُترتی تب بھی خدا حافظ کہے بغیر چلی جاتی ورنہ پہلے چچا جان کو بار بار ٹوکنا پڑتا تھا اور وہ شیشے کے ساتھ لگی پتا نہیں کیا کیا بولے جاتی تھی۔ آخر میں اس سے کہتی تھی۔

''علی......! ڈیڈی کو یاد دلا دینا ٹھیک ایک بجے مجھے گاڑی بجھوا دیں۔ اگر گاڑی نہیں آئی تو میں تم سے پوچھوں گی۔''

وہ چچا جان کا خیال کر کے صرف سر ہلانے پر اکتفا کرتا تھا۔

اور اب شام میں بھی وہ نظر نہیں آتی تھی۔ اس نے چچی جان سے اس کے بارے میں پوچھا تو نہیں تھا لیکن ان کی باتوں سے پتا چلتا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں موجود ہے اور پھر رات کے کھانے پر نظر آتی تھی۔ ایک روز اس نے ٹوک دیا۔

''کہاں رہتی ہو فارینہ سارا وقت......؟''

''گھر میں ہی ہوتی ہوں۔'' وہ بے نیازی سے بولی تھی۔

''نظر تو نہیں آتیں۔'' اچانک اس کے لہجے میں جذبوں کی شدتیں سمٹ آئی تھیں۔

فارینہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا تھا۔

''کیا جو سامنے ہوتا ہے وہی نظر آتا ہے......؟''

اس بار وہ چونکا تھا۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ علی کہ مجھے وہ بھی نظر آتا ہے جو سامنے نہیں ہوتا۔'' پھر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''تم نہیں سمجھو گے۔''

''تم سمجھا دو......!''

''یہ سمجھانے کی نہیں اپنے آپ سمجھنے کی بات ہے۔'' وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

اور تب اپنے آپ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ سامنے نہیں تھی پھر بھی یہاں وہاں ہر

طرف وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کے ہونٹ آپ ہی آپ مسکرانے لگے تھے۔ بہت خوبصورت بڑا خوشگوار احساس ملا تھا اور وہ اس سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ ایسی کوئی بات اور ہو جو اسے مزید جلا بخشے۔ یہی سوچ کر اگلے روز وہ چچا جان سے سر درد کا بہانہ کر کے شام سے بہت پہلے ہی آفس سے لوٹ آیا اور سیدھا اس کے کمرے میں جا رہا تھا کہ دروازے پر ہی رُک گیا کیونکہ اندر سے چچی جان کی آواز آ رہی تھی۔

اس نے پلٹ کر لاؤنج کی طرف دیکھا کہ وہاں جا بیٹھے۔ تب ہی سماعتوں سے اپنا نام ٹکرایا تھا۔

چچی جان کہہ رہی تھیں۔

''علی سے اچھا کوئی نہیں ہو سکتا۔ تمہارے ڈیڈی کا بھی یہی خیال ہے کہ علی تمہارے لئے نہایت موزوں ہے۔ وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔''

''ڈیڈی کا خیال ٹھیک ہے۔ ان کے احسانوں کے بوجھ تلے دب کر مجھے خوش رکھنا علی کی مجبوری ہو گی اور مجھے ایسی خوشی نہیں چاہئے۔'' یہ فارینہ تھی۔ وہ لاابالی سی لڑکی کتنی گہرائی سے بات کر رہی تھی۔

جبکہ وہ سناٹے میں آ گیا تھا۔

''مجھے اپنی اور علی کو اپنی زندگی گزارنے دیں۔ ہم ایک ساتھ کبھی نہیں رہ سکتے۔ مجھے خواہ مخواہ کا احساسِ برتری اور وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جائے گا۔ نہیں مما......! یہ ممکن نہیں ہے۔''

''لیکن بیٹا......! میرا تو یہ خیال تھا کہ تم دونوں میں اچھی خاصی انڈرسٹینڈنگ ہے۔'' چچی جان نے کہا۔

''بالکل ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں اسے پسند بھی کرتی ہوں۔ ٹھیک ہے وہ میرا کزن ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔'' اور اس سے زیادہ سننے کا علی میں حوصلہ

نہیں تھا۔ بہت شکستہ قدموں سے اپنے کمرے میں آیا اور دروازہ بند کر کے اس نے خود کو تنہا کر لیا تھا۔

اور پھر یہ بات یہیں ختم نہیں ہوگئی تھی۔ غالباً چچی جان اور چچا جان نے فارینہ کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ ان کے خیال میں وہ نادان تھی۔ جب ہی چچا جان نے اس سے کہا تھا کہ وہ فارینہ کی اور اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں اور جب اس کا خیال معلوم کیا تو وہ بہت سوچ کر بولا تھا۔

''آپ مجھ سے پوچھے بنا جو چاہیں فیصلہ کر لیں چچا جان میں کبھی اختلاف نہیں کروں گا۔''

''میں جانتا ہوں بیٹا......! لیکن تمہاری زندگی کا یہ فیصلہ تمہاری مرضی سے ہوگا۔''

''میری مرضی......؟'' وہ کس بری طرح ٹوٹا تھا کہ سارے اختیار حاصل کر کے بھی بے اختیار تھا اور فارینہ کی خوشی کی خاطر بہت کوشش سے بس ایک لفظ کہہ سکا تھا۔

''نہیں......!''

اس کے بعد وہ چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اسے اپنا دوست، اپنا ہمنوا بنا کر اپنی زندگی میں آنے والے نئے موڑ کو اس پر آشکار کرے لیکن وہ اپنے آپ اس سے دُور ہوتی چلی گئی اور شاید یہ ایک فطری سی بات تھی لیکن اسے بہت شدت سے محسوس ہوئی تھی اور وہ اندر ہی اندر کڑھتا رہتا لیکن دل نہیں لگتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بیاہ کر خاور کے ساتھ اس گھر سے رُخصت ہوگئی تھی۔ پھر بھی وہ اپنے آپ کو نہیں سمجھا سکا تھا اور یہ کوئی اتنا آسان نہیں تھا۔ اس کی محبت دو چار دن کی نہیں برسوں پر محیط تھی اور کاش وہ اس سے اظہار کرتا لیکن شاید تب بھی وہ اسے قبول نہ کرتی کیونکہ اس نے اپنے آپ یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کے باپ کے احسانوں کے بوجھ تلے دبا ہوا وہ احساسِ کمتری میں مبتلا شخص ہے اور اسے خوش رکھنا اس کی مجبوری ہوگی۔

''نہیں فارینہ احمد......!'' اس نے کرب سے آنکھیں بند کی تھیں۔

○○○

صبح ناشتے کی ٹیبل پر چچا جان تھے نہ چچی جان۔ اور چچا جان کی غیر موجودگی تو اب کوئی غیر معمولی بات نہیں رہی تھی کیونکہ جب سے بزنس میں وہ ان کا بازو بنا تھا وہ خاصے پُرسکون ہوگئے تھے۔ البتہ چچی جان کی غیر موجودگی پر اسے تشویش ہوئی کہ کہیں ان کی طبیعت تو خراب نہیں۔

پروین چائے رکھنے آئی تو وہ اسے روک کر پوچھنے لگا۔

''سنو......! بیگم صاحبہ کے کمرے میں بیڈ ٹی پہنچائی تھی......؟''

''جی......! بیگم صاحبہ کہہ رہی تھیں ناشتا دیر سے کریں گی۔''

''اچھا......!'' اس نے ایک لمحہ توقف کیا۔ معاً فارینہ کا خیال آنے پر پوچھنے لگا۔

''اور فارینہ بی بی کو چائے پہنچا دی......؟''

''میں چائے لے کر گئی تھی صاحب......! لیکن وہ اُٹھیں نہیں۔ ابھی تک سو رہی ہیں اور بڑے صاحب نے انہیں اُٹھانے کو منع کیا ہے۔''

پروین کا جواب سن کر وہ خاموش ہوگیا۔ اسے جانے کا اشارہ کیا۔ پھر ناشتا کرنے کے ساتھ ساتھ اخبار کی سرخیوں پر نظریں دوڑاتا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر اُٹھا تو چچی جان کے کمرے کا رُخ کیا اور دستک کے بعد اندر داخل ہوا تو چچی جان کمبل میں بیٹھی نظر آئیں۔

''چچی جان آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے......؟'' اس نے فوراً پوچھا۔

''میں جانتی تھی تم یہی سمجھو گے۔ فکر کی کوئی بات نہیں بیٹا......! میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' چچی جان زبردستی مسکرا کر بولی تھیں۔

''پھر آپ نے ناشتے کو کیوں منع کیا......؟'' وہ ان کی مسکراہٹ میں اُلجھ کر بولا۔

''منع تو نہیں کیا بس ابھی دل نہیں چاہ رہا۔'' انہوں نے کہا۔

اس کا دل چاہا کہ فارینہ کے بارے میں پوچھ کر کہے کہ اگر وہ اس کے اُٹھنے کا انتظار کر رہی ہیں تو وہ بہت دیر میں اُٹھے گی۔ لیکن اپنی خواہش دبا کر وہ فوراً چچا جان کی

طرف متوجہ ہوگیا اور انہیں آفس جانے کا بتا کر کمرے سے نکل آیا۔

رات بڑے دنوں بعد اس نے فارینہ کو دیکھا تھا اور ابھی چچی جان نے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا تھا جس پر وہ سارا دن اُلجھا رہا۔ جیسے رات سونے سے پہلے فارینہ کی خاموش آمد پر اُلجھا رہا تھا۔

ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ جب بھی آتی ایک خواہ مخواہ سا ہنگامہ اپنے ساتھ لاتی تھی اور اب چچی جان کی خاموشی بھی معنی خیز تھی۔ وہ چاہتا بھی تو نظرانداز نہیں کرسکتا تھا نہ ہی سر جھٹک کر ''مجھے کیا'' کہہ سکتا تھا۔

آفس سے واپسی پر چچا جان اس کے ساتھ تھے۔ وہ بہت کوشش سے ان سے بس اتنا پوچھ سکا۔

''فارینہ کب آئی......؟''

''رات ہی آئی ہے۔'' چچا جان کا جواب کافی تھا۔ لیکن وہ شاید یہ چاہ رہا تھا کہ اس کا ذکر نکلا ہے تو اسی کی بات ہوتی رہے۔ لیکن بات وہیں ختم ہوگئی۔ تب چچا جان کو گھر چھوڑ کر وہ باہر ہی سے ظفر کی طرف نکل گیا۔ جہاں سے اس کی واپسی رات میں ہوئی۔ کھانا کھا کر آیا تھا لیکن چچی جان کو اپنے انتظار میں دیکھ کر جہاں شرمندہ ہوا وہاں کھانا نہ کھانے کا جھوٹ بھی بولنا پڑا۔ کیونکہ وہ کہہ رہی تھیں۔

''صبح تمہارے ساتھ ناشتا نہیں کیا سوچا اب کھانا تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔''

''آئی ایم سوری......! مجھے دیر ہوگئی۔'' اس نے ندامت کے ساتھ معذرت کی۔

''چلو اب مزید دیر نہیں...... جاؤ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ میں کھانا لگواتی ہوں۔'' چچی جان یہ کہتی ہوئی ڈرائنگ روم میں چلی گئیں اور ناچار اسے منہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے آنا پڑا۔

گنجائش بالکل نہیں تھی لیکن جھوٹ نبھانا تھا۔ تب خلاف عادت وہ انہیں آفتاب عالم کی شادی کا احوال سنانے لگا۔ اسی طرح باتوں میں پتہ نہیں چلا کہ اس نے کھانے

کے نام پر بس دو نوالے ہی لئے تھے۔ البتہ چائے پینے کا اس کا زبردست موڈ تھا۔ چچی جان کے پوچھنے سے پہلے ہی اس نے پروین کو پکار کر چائے کا کہہ دیا پھر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہا تھا کہ فارینہ دروازے تک آکر بولی۔

''مما......! میں ذرا شمائلہ کے پاس جارہی ہوں۔''

''اس وقت......؟'' چچی جان نے کہا۔ لیکن وہ اپنی بات کہہ کر واپس پلٹ گئی تھی۔ گویا مقصد محض اطلاع دینا تھا۔ پھر باہر گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز سن کر چچی جان گہری سانس کھینچ کر رہ گئی۔

تب ہی پروین چائے لے کر آگئی تو وہ ٹرے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بظاہر سرسری انداز میں پوچھنے لگا۔

''فارینہ اکیلی آئی ہے......؟ خاور نہیں آیا اس کے ساتھ......؟''

''نہیں......!'' چچی جان آزردہ نظر آنے لگی تھیں۔

''اور بچہ......؟'' ٹی پاٹ میں چمچ چلاتے ہوئے اس نے سوالیہ نظروں سے چچی جان کو دیکھا تو وہ تاسف سے بولیں۔

''اسے بھی چھوڑ آئی ہے۔''

''چھوڑ آئی ہے......؟'' وہ سمجھا نہیں۔

''ہاں......! کچھ ٹھیک سے بتا نہیں رہی۔ بس اتنا کہا ہے کہ خاور نے اسے طلاق دے دی ہے۔''

''طلاق......؟'' وہ ایک دم سناٹے میں آگیا تھا۔

⊖ ⊖ ⊖

وہ سناٹے میں تھا اور اس کا پورا وجود بھی سن ہو گیا تھا۔

''اس لڑکی نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ پتا نہیں کیا چاہتی ہے۔ ٹھیک سے بتائے تو کیا بات ہوئی......؟ بس کہہ دیا طلاق ہو گئی۔'' چچی جان کی آواز جیسے کہیں بہت دُور سے آرہی تھی۔

اس نے بہت دھیرے دھیرے ان پر سے نظریں ہٹائیں اور ٹرے میں کپ سیدھے کر کے ان میں چائے ڈالنے لگا۔ ذہن بالکل ماؤف تھا کوئی سوچ نہیں تھی اور دل جیسے کسی اَلمیے پر سہما ہوا تھا چائے کا کپ چچی جان کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے ان پر نظر ڈالی اور انہیں آنسو پونچھتے دیکھ کر اسے شدید جھٹکا لگا۔ بے اختیار ان کے ہاتھ تھام لیے۔

وہ اس کی ماں نہیں تھیں ماں جیسی بھی نہیں تھیں بہت فرق تھا اس کی ماں اور ان میں، پھر بھی وہ ان کے ساتھ ماں جیسی ہی عقیدت رکھتا تھا۔

''حوصلہ رکھیں چچی جان......! کچھ نہیں ہوا ہوگا۔ آپ جانتی تو ہیں فارینہ یونہی کسی

بات پر لڑ جھگڑ کر چلی آئی ہوگی اور دیکھئے گا کچھ دن بعد کہے گی میں واپس جا رہی ہوں'' اس نے چچی جان کے ساتھ ساتھ غالباً خود کو بھی فریب دیا تھا پھر پوچھنے لگا۔

''آپ نے خاور سے رابطہ کیا......؟''

''رات تمہارے چچا جان نے بہت کوشش کی اور میں بھی دن میں ٹرائی کرتی رہی ہوں لیکن اس سے رابطہ نہیں ہوا۔'' چچی جان نے بتاتے ہوئے مایوسی سے سر ہلایا تو وہ کچھ سوچ کر بولا۔

''فکر نہ کریں وہ خود رابطہ کرے گا۔ لیجئے چائے لیکن یہ تو ٹھنڈی ہو گئی۔'' اس نے ان کا دھیان ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ رُکتے ہوئے بولیں۔

''تم پیئو تو پروین سے کہہ کر اور بنوالو۔'' اس کے ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل گئیں اس کے لئے لامتناہی سوچوں کے دَر کھول کر وہ کبھی حیران ہوتا کبھی پریشان، بہت چاہا سر جھٹک کر کہے ''مجھے کیا'' لیکن اس گھر سے اس کا ناتا ''مجھے کیا'' والا نہیں تھا صرف فارینہ کی کج ادائیوں کو سوچ کر باقی محبتیں نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھیں۔

اور اسے تو فارینہ سے بھی گلہ نہیں تھا۔ اپنی تمام تر بے نیازیوں کے باوجود وہ اس کے لئے روزِ اوّل کی طرح تھی۔ بہت پہلے جب وہ ہنسنا بھول گیا تھا یا شاید اسے خوشی کا مفہوم ہی معلوم نہیں تھا سب سے پہلے دل کو جو خوشی حاصل ہوئی تھی وہ اس کی نہیں فارینہ کی خوشی تھی اور اس وقت سے وہ اس کے لئے اتنی اہم ہو گئی تھی کہ وہ اپنے سارے احساسات اسے دان کر بیٹھا تھا۔ وہ خوش تو یہ بھی خوش، وہ اُداس تو اس کا بھی دل اُداس۔ اب اس کے اَلمیے پر وہ کیسے سر جھٹک سکتا تھا۔ چچی جان سے تو اس نے کہہ دیا تھا کہ کچھ نہیں ہوا ہوگا لیکن اب اس کا اپنا دل نہیں مان رہا تھا۔

''پتا نہیں اس کے ساتھ کیا ہوا ہے اور وہ اصل بات بتا کیوں نہیں رہی......؟'' کتنی دیر وہ وہیں بیٹھا بس یہی سوچتا رہا پھر بھی اُٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ چچی جان دروازے میں آ کر بولیں۔

"سنو علی......!"

"جی......!" وہ چونکنے کے ساتھ ہی بلاارادہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تم فارینہ سے پوچھو۔" چچی جان نے کہا تو اس نے حیران ہو کر اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میں......؟"

"ہاں......! شاید تمہیں اصل بات بتا دے۔"

"جی......! میں کوشش کروں گا۔" وہ یہی کہہ سکا۔ پھر چچی جان کے پیچھے چلتا ہوا اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا تھا۔

○○○

وہ یونہی بے مقصد ٹہلنے کے ساتھ کچھ سوچنے کی کوشش بھی کر رہی تھی کوشش یوں کہ کسی ایک بات پر اس کا ذہن ٹھہر نہیں رہا تھا۔ کبھی خاور کبھی بچے سنی کی طرف دھیان چلا جاتا پھر اچانک خود میں اُلجھنے لگتی۔

پتا نہیں یہ اچھا ہوا یا برا اسے ابھی تک یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس اَلیے پر روئے یا اطمینان سے سو جائے۔ کتنی دیر وہ متضاد سوچوں میں گھری جھنجھلاتی رہی پھر لائٹ آف کر کے چاہا کہ سو جائے لیکن جانتی تھی کہ ایسی حالت میں اسے نیند نہیں آئے گی جب تک وہ یہ طے نہیں کر لیتی کہ آیا اس کے ساتھ اچھا ہوا یا برا اور خود اس کا ذہن ریلکس نہ تھا۔ اس لیے وہ ڈیڈی کے پاس چلی آئی۔

"آپ سو تو نہیں رہے ڈیڈی......!" اس نے یہ کہتے ہوئے مما کو بھی دیکھا تو وہ جلدی سے بولیں۔

"نہیں......! آؤ......!"

"آؤ بیٹا......! آؤ......!" ڈیڈی اُٹھ کر بیٹھ گئے تو وہ ان کے پاس آ بیٹھی۔

"کیا بات ہے نیند نہیں آ رہی......؟" ڈیڈی نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں......!" اس کے اندر کی بے بسی لہجے میں در آئی تھی۔

"سنی یاد آ رہا ہے......؟" مما نے پوچھا تو وہ جھنجھلا گئی۔

"نہیں......! مجھے کوئی یاد نہیں آ رہا۔"

"ریلکس بیٹا......! ریلکس......!" ڈیڈی نے مما کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس سے کہا تو وہ اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو پا کر پوچھنے لگی۔

"میں نے یہاں آ کر اچھا کیا ناں ڈیڈی......!"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بیٹا......! جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تمہارا خاور سے کیا جھگڑا تھا......؟" ڈیڈی نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

"کوئی جھگڑا نہیں تھا۔"

"کیا مطلب......؟" ڈیڈی نے حیران ہو کر بلاارادہ مما کی طرف دیکھا تو وہ بھی حیران تھیں۔

"میں آپ کو کیا بتاؤں......؟ بس اس کی کچھ باتوں کچھ عادتوں سے تنگ آ گئی تھی۔" وہ اندر ہی اندر اپنے آپ میں اُلجھ رہی تھی۔

"مثلاً......؟" مما، ڈیڈی دونوں کے چہرے پر سوالیہ نشان تھے۔

"میں......میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی بس یہ کہ وہ ڈرنک کرنے لگا تھا۔ میں نے بہت روکا اور جب میں نے کہا کہ اگر ڈرنک نہیں چھوڑ سکتے تو مجھے چھوڑ دو اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔"

"لیکن بیٹا......! ان دو سالوں میں تم نے پہلے تو ذکر نہیں کیا۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے نہ سہی تو مما کو بتاتیں۔" ڈیڈی نے کہا تو وہ مایوسی سے بولی۔

"آپ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔"

"ہم کچھ کر سکتے تھے یا نہیں تمہیں بتانا چاہیے تھا۔ اپنے آپ تم نے سوچ لیا اور

فیصلہ بھی کرلیا اور سنی کو بھی اس کے پاس چھوڑ آئیں۔ معصوم بچہ کیسے رہے گا تمہارے بغیر......؟'' مما نے کہا۔

''نہیں رہے گا تو اس کا باپ چھوڑ جائے گا اسے یہاں۔'' وہ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''اور اگر نہیں چھوڑ گیا تو تم رہ لوگی اس کے بغیر......؟''

''پتا نہیں......!'' وہ مزید سوال جواب سے بچنے کی خاطر کمرے سے نکل آئی۔

لیکن اس کے اندر اچھا ہوا یا برا کا سوال ابھی بھی موجود تھا اور جب تک وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ جاتی سو نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہ صحن میں آ بیٹھی۔

رات گہری ہو رہی تھی جب ہی ہر سو خاموشی کا راج تھا۔ وہ اگر غور کرتی تو اسے اپنی دھڑکنیں صاف سنائی دیتیں لیکن اس کا دھیان پتا نہیں کہاں تھا۔ ہلکی سی آہٹ پر وہ چونکی تھی اور گردن موڑی تو علی کو دیکھ کر وہ بلا ارادہ اُٹھ کھڑی ہوئی پھر فوراً جانے لگی تھی کہ علی نے پکار لیا۔

''فارینہ......!''

''ہوں......!'' وہ رُک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تو وہ افسوس سے بولا۔

''وہ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ آپ کے ساتھ جو ہوا اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔''

''کیا......؟ کیا ہوا میرے ساتھ......؟'' وہ یکسر انجان بن گئی جس سے وہ واقعی سٹپٹا گیا۔

''وہ چچی جان نے بتایا ہے کہ آپ اور خاور کے درمیان علیحدگی......'' وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

اور وہ اچانک بپھر گئی۔

''ہاں......! ہو گئی ہے علیحدگی اور اس میں تمہارا کتنا نقصان ہوا ہے جو تمہیں افسوس ہو رہا ہے۔''

''نقصان کسی کا بھی ہو مجھے واقعی افسوس ہے۔'' علی کہہ کر جانے لگا کہ وہ پیچھے سے پکار کر بولی۔

''سنو علی......! تم نے فارمیلٹی نبھائی اس کا شکریہ۔''

''فارمیلٹی......؟'' وہ جاتے جاتے پلٹ آیا تھا۔

''صرف فارمیلٹی......؟ تمہارے خیال میں مجھے افسوس نہیں ہوا......؟ یہ صرف تمہارا نہیں اس گھر کا اَلمیہ ہے اور اس گھر کے ہر دُکھ سکھ میں میں برابر کا شریک ہوں۔''

''لیکن مجھے تو کوئی دُکھ نہیں۔'' وہ اس کی بات پر برہم ہو کر اس کی طرف سے رُخ موڑتے ہوئے بولی۔

''واقعی......؟'' وہ حیران ہوا۔

''ہاں......! مجھے نہ دُکھ ہے نہ پچھتاوا۔'' وہ یہ کہہ کر اس کے قریب سے نکل جانا چاہتی تھی لیکن اس نے راستہ روک لیا۔

''کیوں......؟ میرا مطلب ہے خاور تو تمہاری پسند تھا۔''

''تھا نہیں ابھی بھی ہے اور اب تمہیں اس پر بھی اعتراض ہو گا۔ نہیں علی......! تمہیں میرے کسی معاملے میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے تم......؟'' وہ قدرے سختی سے کہہ کر اس کے پاس سے ہٹ گئی تھی۔

○ ○ ○

وہ فارینہ کی باتوں سے ہرٹ ہوا تھا۔ جانے کیوں وہ لڑکی اس سے دُشمنی باندھ بیٹھی تھی حالانکہ وہ ہمیشہ اس کے لئے اچھا ہی سوچتا تھا۔ پھر بھی وہ اپنے اور اس کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر رہی تھی جس پر وہ کوئی احتجاج بھی نہیں کر سکا بس اپنے آپ کڑھ رہا تھا۔

اگلے روز اسے آفس کے کام سے اسلام آباد جانا پڑ گیا جب سے چچا جان کو اٹیک

ہوا تھا۔ تب سے باہر کی ساری ذمہ داریاں انہوں نے اس پر ڈال دی تھیں اور اس نے بخوشی یہ ذمہ داریاں قبول کی تھیں۔ اپنا فرض جان کر کیونکہ اسے اس مقام تک پہنچانے والے چچا جان ہی تھے۔ اگر وہ اسے اپنے ساتھ لے کر نہ آتے تو آج وہ کہیں مزدوری کر رہا ہوتا اپنے باپ کی طرح۔

''اور شاید وہی ٹھیک ہوتا۔'' اس نے کھڑکی سے دُکھ کی چادر اوڑھے اسلام آباد کا نظارہ کرتے ہوئے سوچا۔

اسے اسلام آباد میں چار دن لگ گئے اور گو کہ وہ زیادہ تر مصروف ہی رہا تھا پھر بھی جہاں ذرا سی فراغت ملی وہ فارینہ کو سوچنے سے باز نہیں رہ سکا۔ حقیقتاً اسے اس کے المیہ پر بہت دُکھ ہوا تھا اور وہ یہ بھی سوچتا رہا کہ کاش فارینہ نے غلط بیانی کی ہو اور جب وہ واپس جائے تو وہ اپنے گھر جا چکی ہو اور واپس آیا تھا کہ اسی وقت چچی جان اس کے پاس چلی آئیں۔

''فارینہ کہاں ہے......؟'' وہ بے اختیار ہو کر پوچھ بیٹھا۔ وہ اسی خیال میں اپنے آپ میں جز بز ہوا تھا۔

''اپنے کمرے میں ہوگی۔''

چچی جان کہنے لگی۔

''میری خاور سے بات ہوئی ہے اس نے طلاق کی تصدیق کر دی ہے لیکن اس نے کوئی سبب نہیں بتایا۔''

''اب سبب جان کر کیا کرنا ہے چچی جان......! کون سا تلافی ہو جائے گی......؟''

اس نے کہا تو چچی جان آہ بھر کر رہ گئیں۔

''اچھا......! میں ذرا شاور لے لوں۔'' اس کے پاس تسلی دینے کے لئے الفاظ نہیں تھے جب ہی فوراً واش روم کا رُخ کیا تھا۔

پھر اگلے چند دنوں میں اس نے دیکھا کہ فارینہ بولائی بولائی پھر رہی تھی۔ جانے

اپنے ساتھ ہونے والے اَلمیے کو اس نے اب محسوس کیا تھا کوئی پچھتاوا یا، پھر بچے کے لئے بے قراری، سارا وقت اِدھر سے اُدھر چکر لگاتی نظر آتی۔ آہٹوں پر چونکتی اور فون کی بیل پر بھاگ کر ریسیور اُٹھاتی تھی۔ وہ اس کی بے قراریوں کو شدت سے محسوس کرتا اور پھر خود بھی بے قرار ہو جاتا۔ بارہا سوچا اس سے پوچھے کہ اسے کس کا انتظار ہے یا اگر بچے کے لئے تڑپتی ہے تو وہ کس تدبیر سے بچے کو لا سکتا ہے لیکن اپنی سوچ پر عمل نہیں کر سکا۔ کیونکہ جانتا تھا اس کے پوچھنے پر وہ اطمینان سے کہے گی کہ اسے کسی کا انتظار نہیں اور نہ ہی وہ بچے کے لئے بے قرار ہے اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جائے گا۔

ان دنوں وہ اپنی دیگر سرگرمیوں سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ صبح آفس، شام میں سیدھا گھر حالانکہ ایسی کوئی خوش فہمی بھی نہیں تھی کہ وہ اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ ایسا تعلق تو اس نے کبھی قائم نہیں کیا تھا اور جو تعلق تھا اس کے بیچ بھی دیوار کھڑی کر دی تھی پھر آفس سے نکلتے ہی وہ گھر کی راہ لیتا۔

اس روز سارے دوستوں نے بیچ راہ میں اس کا محاصرہ کر لیا۔

''کیوں شہزادے......! کہاں ہو......؟''

''ارے......! آفتاب عالم کی شادی سے ایسے غائب ہوئے کہ......''

''میں سمجھا غیرت آ گئی......'' سب ایک دوسرے کی بات اُچک اُچک کر اس پر حملہ آور ہو گئے۔

''جلدی بول......! کہاں ملی......؟ کیسی ہے......؟'' ظفر کو یقین تھا کہ وہ کسی لڑکی کے چکر میں ہے۔

''کوئی پرابلم ہے تو بتاؤ......! آخر یار دوست کس دن کام آئیں گے......؟''

وہ ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا بالآخر سب خاموش ہو کر ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگے۔ میر ظفر نے اس کے کوٹ کا کالر پکڑ کر گاڑی سے باہر کھینچ لیا تو وہ احتجاج کرتے ہوئے بولا۔

''کیا کرتے ہو یار......! کم از کم راستے کا تو خیال کرو۔''

''تو شرافت کی زبان نہیں سمجھتا۔ سیدھے بتا کیا چکر ہے......؟ اتنے دنوں سے کہاں غائب ہے......؟''

''یہ بات تم آرام سے بھی پوچھ سکتے ہو اور مجھے بولنے کا موقع دو تو بتاؤں۔'' وہ اپنا کالر چھڑا کر بولا۔

''چلو اب ہم تمہیں موقع دے رہے ہیں شروع ہو جاؤ۔'' اسد نے شاہانہ انداز میں فراخ دلی کا مظاہرہ کیا تو وہ سوچ کر کہنے لگا۔

''پہلے اسلام آباد گیا ہوا تھا پھر گھر میں کچھ مہمان آگئے اور آج کل چچا جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے آفس سے سیدھا گھر ہی جاتا ہوں۔''

''سچ کہہ رہے ہو......؟'' عابد نے مشکوک نظروں سے دیکھا تو وہ برا مان کر بولا۔

''جھوٹ کیوں بولوں گا......؟'' پھر فوراً بات بدل گیا۔

''اور ہاں آفتاب عالم کہاں ہے......؟ ابھی تک ہنی مون سے نہیں لوٹا......؟''

''لوٹ آیا ہے کم بخت......!'' ظفر نے کہا تو وہ حیران ہو کر بولا۔

''خیریت......؟ کیا ہوا......؟''

''بس......! اب اس اُلو کے پٹھے پر ''انا للہ'' پڑھ لو۔ ہماری برادری سے نکل گیا وہ۔'' ظفر اپنے آپ تلملاتے جا رہا تھا۔

اس نے اسد کو دیکھا تو وہ کہنے لگا۔

''ایک دن گئے تھے ہم آفتاب عالم کے ہاں۔ اس کی بیوی نے سب کو باہر کا راستہ دکھا دیا۔''

وہ بے ساختہ ہنس پڑا جس پر ظفر مزید تپ کر بولا۔

''کسی دن آفتاب عالم اکیلا مل گیا ناں تو دیکھنا وہ حلیہ بگاڑوں گا کہ بیوی پہچاننے سے انکار کر دے گی۔''

''یار......! اب سب تمہاری طرح خوش نصیب تو نہیں ہوتے۔'' اس نے ظفر کو بیوی کے معاملے میں خوش نصیب کہہ کر اس کا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔ پھر گھڑی دیکھ کر بولا۔

''اچھا......! پھر کسی دن فرصت سے تمہاری طرف آؤں گا۔ اب اجازت دو۔''

''میرا خیال ہے کہ تم پر بھی ہمیں ''انا للہ'' پڑھ لینی چاہیے۔''

''ایک ہی بار پڑھنا۔'' وہ یہ کہہ کر تیز قدموں سے اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ پھر ان سب کو ہاتھ ہلاتے ہوئے گاڑی اسپیڈ پر چھوڑ دی۔

○ ○ ○

فارینہ کوئی بہت مختلف قسم کی لڑکی نہیں تھی نہ ہی اس کے جذبات و احساسات دوسروں سے مختلف تھے۔ ہر ایک کی طرح اپنی من پسند چیز مل جانے پر خوش اور مزاج کے خلاف بات ہونے پر ناراض ہوتی تھی اگر اس کی صرف خوبیاں دیکھی جاتیں تو وہ بہت اچھی لڑکی تھی۔ یوں بھی قدرت نے اسے بڑی فراخدلی سے بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا تھا کہ پہلی غیر ارادی نظر کے بعد بندہ بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا اور اسی طرح اس میں کچھ خامیاں بھی تھیں جو آسانی سے نظر انداز کی جا سکتی تھیں سوائے ایک بات کے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتی تھی نہ ہی نادم ہوتی اس کے برعکس غلط کو صحیح ثابت کرنے پر تل جاتی تھی اور ابھی بھی وہ یہی کرنا چاہتی تھی۔ یعنی خاور سے علیحدگی کے فیصلے کو صحیح ثابت کرنا چاہتی تھی لیکن جانے کیا بات تھی کہ اس کے خلاف بولنا تو دور وہ سوچنے سے بھی گریز کر رہی تھی اور یہ اس کی شعوری کوشش تھی جس میں کبھی وہ کامیاب ہو جاتی اور کبھی بری طرح ناکام۔

بہر حال اسے یہاں آئے ہوئے پندرہ دن ہو گئے تھے اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ پہلے تو فیصلہ ہی نہیں کر پائی کہ آیا اس کے ساتھ جو ہوا وہ صحیح ہے یا غلط۔ ابتدائی چند

دن وہ اسی میں اُلجھی رہی پھر بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچی تھی کہ اس کے اندر ملال گھر کرنے لگا۔ ساتھ بے چینی اور بے قراری تھی اور ادھر دونوں سے تو اسے رات میں نیند بھی نہیں آئی تھی۔ کسی وقت ذرا دیر کو آنکھ لگتی تو پھر چونک کر اُٹھ بیٹھتی۔ پھر صبح کے قریب کہیں جا کر نیندیں مہربان ہوتی کہ پھر دوپہر تک وہ بے خبر سوئی رہتی۔

اس وقت دن کا ایک بجا تھا اور وہ ابھی سو کر اُٹھی تھی تو حسبِ عادت پہلے شاور لیا پھر پروین کو چائے کا کہہ کر واپس پلٹی تھی کہ اس کی دوست شمائلہ آ گئی۔

''ارے......! اتنی صبح......؟'' وہ کیونکہ خود بھی ابھی اُٹھی تھی جب ہی اس کے حساب سے اتنی صبح تھی۔

''صبح......؟ یہ صبح ہے......؟'' شمائلہ نے حیرت سے ٹوکا تو وہ بے نیازی سے بولی۔

''میرے حساب سے تو صبح ہی ہے۔''

''کیوں......؟ رات بھر جاگتی رہی ہو کیا......؟'' شمائلہ نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بس......! پتا نہیں کیوں رات بھر نیند نہیں آئی......؟'' اس نے کہا تو شمائلہ نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر معنی خیز انداز میں پوچھنے لگی۔

''کیا واقعی تمہیں نہیں پتا......؟''

''کیا مطلب......؟'' وہ جانے سمجھی نہیں یا قصداً انجان بنی تھی۔

''مطلب اپنا گھر بار چھوڑ آئی اور بڑی بات سنی کو......کیا تمہیں سنی یاد نہیں آتا......؟'' شمائلہ نے کہا تو وہ جذباتی ہو کر کہنے لگی۔

''آتا ہے لیکن میں اس کے لئے فکر مند نہیں ہوں کیونکہ اس کی گورنس بہت اچھی ہے اور وہ زیادہ اسی سے مانوس ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے کہ وہ گورنس سے مانوس ہے لیکن تم......! میرا مطلب ہے تم نے کیسے دل پر پتھر رکھ لیا......؟''

''پھر کیا کروں......؟'' وہ اچانک بے بس نظر آنے لگی تھی۔

''اسے اپنے پاس لے آؤ۔'' شمائلہ نے کہا اور اس کے خاموش رہنے پر پوچھنے لگی۔

''لانا چاہتی ہو سنی کو......؟''

''پتا نہیں شمائلہ......! میں کیا چاہتی ہوں......؟ یقین کرو میں خود نہیں سمجھ پا رہی۔'' وہ اپنے آپ میں اُلجھنے لگی تھی۔

''ریلیکس یار......! شاید تم بہت زیادہ سوچنے لگی ہو......؟'' شمائلہ نے اس کا ہاتھ تھپکا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

''سوچ ہی تو نہیں پا رہی۔''

''اچھا......! ابھی تم کوئی ٹینشن نہیں لو اور یہ تم سارا وقت کمرے میں کیوں بند رہتی ہو......؟ کچھ انکل آنٹی کا خیال کرو کتنے پریشان ہیں وہ تمہارے لیے۔'' شمائلہ نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی تو وہ یک دم بپھر گئی۔

''کیوں......؟ کیوں پریشان ہیں وہ......؟ میرے ساتھ کوئی انہونی تو نہیں ہوئی۔ پتا نہیں ہمارے ماں باپ بیٹی کو رُخصت کر کے یہ کیوں سوچ لیتے ہیں کہ اب وہ مر کر ہی وہاں سے آئے گی......؟''

''فارینہ......!'' شمائلہ حیران اور کچھ پریشان بھی ہو گئی تھی۔

''میں غلط نہیں کہہ رہی۔ ہمارے یہاں یہی سوچا جاتا ہے اور اگر بیٹی طلاق لے کر گھر آ جائے تو پھر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس پر زندگی کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔'' وہ بہت تنفر سے بول رہی تھی۔

''ہاں......! لیکن تم میری بات کا غلط مطلب سمجھ رہی ہو۔'' شمائلہ نے کہا تو وہ ہنوز اسی انداز میں بولی۔

''کیا غلط سمجھی ہوں......؟''

''انکل آنٹی تمہارے لیے اس وجہ سے پریشان ہیں کہ تم اپنا خیال نہیں رکھ رہیں۔ وہ بے چارے تو خود ہی چاہتے ہیں کہ تم اس اَکیلے کو خود پر طاری مت کرو۔ وہ تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔'' شمائلہ نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

''خوش تو میں ہوں۔''

''کہنے سے کچھ نہیں ہوتا تمہیں ثابت کرنا پڑے گا۔''

''کیا کروں......؟ ناچوں، گاؤں، قہقہے لگاؤں......؟''

''مت کرو یہ سب......لیکن خود کو الگ تھلگ بھی مت رکھو۔ اگر تم خود کو حق بجانب سمجھتی ہو اور خوش بھی ہو تو پھر منہ کیوں چھپا رہی ہو......؟'' شمائلہ بھی شاید اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''میں کیوں اور کس سے منہ چھپاؤں گی......؟ کیا جرم کیا ہے میں نے......؟'' غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''کوئی ایک جرم ہو تو بتاؤں۔'' شمائلہ کا انداز خود کلامی کا سا تھا جسے سن کر وہ مزید بھڑک گئی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟''

''ابھی تو میں نے جرائم گنوائے نہیں اور تم آپے سے باہر ہو گئیں جب سنو گی تو کیا حال ہو گا......؟ میرا خیال ہے تم تو مجھے شوٹ کر دو گی۔ نا بابا......! میں جا رہی ہوں۔'' شمائلہ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی تو وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر بولی۔

''تم ایسے نہیں جا سکتی۔ پہلے میرے جرائم گنواؤ۔''

''کم آن یار......! میں مذاق کر رہی تھی۔'' شمائلہ ہنس پڑی۔

''نہیں......! یہ مذاق نہیں تھا۔ بتاؤ ورنہ......'' اس کے دھمکی آمیز انداز پر شمائلہ کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر ایک دم سنجیدہ ہو کر کہنے لگی۔

''تمہارا پہلا جرم خاور سے شادی پھر اس تمام عرصے میں تم نے انکل آنٹی کو اپنے

حالات سے بے خبر رکھا مزید ان کے علم میں لائے بغیر تم نے اس سے علیحدگی کا فیصلہ بھی کر لیا اور پھر سنی کو بھی چھوڑ کر آ گئیں۔''

وہ آنکھوں کی پتلیاں سکیڑے شمائلہ کو دیکھے گئی۔ بولی کچھ نہیں۔

''ایسے کیوں دیکھ رہی ہو......؟ میں نے کچھ غلط نہیں کہا۔'' شمائلہ نے کہا تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔

''سنو......! یہ نہ تو میرے جرائم ہیں نہ غلطیاں اور نہ ہی مجھے کوئی پچھتاوا ہے۔ سمجھی تم......؟''

شمائلہ کندھے اُچکا کر رہ گئی۔



شام ڈھل چکی تھی۔ جب وہ گھر آیا تو چچی جان اور فارینہ دونوں نہیں تھیں۔ اس نے لاؤنج میں رُک کر پروین کو پکارا تو وہ بھاگی آئی۔

''جی صاحب......!''

''چچی جان کہاں ہیں......؟'' اس نے صرف چچی جان کی بابت پوچھا۔

''وہ جی فارینہ بی بی کے ساتھ کہیں گئی ہیں۔'' پروین نے بتایا تو اس نے بلا ارادہ پوچھ لیا۔

''کہاں......؟''

''پتا نہیں جی......!'' پروین نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے فوراً اسے جانے کا اشارہ کر دیا پھر خود چچا جان کے کمرے میں آ گیا اور گو کہ وہ اس گھر کے فرد کی طرح تھا پھر بھی جانے کیوں چچا جان اس سے گھریلو اُمور پر بات کرتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لیتے تھے جس سے وہ خود اتنا محتاط ہو گیا تھا کہ خود سے کوئی بات نہیں چھیڑتا تھا۔ البتہ چچی جان اسے ہر معاملے میں شریک کرتی تھیں۔

اس وقت بھی وہ چچا جان سے کچھ بزنس پوائنٹ ڈسکس کر کے اُٹھ گیا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی پھر بھی چچی جان کے انتظار کو ترجیح دے کر لاؤنج میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی بیل بجنے لگی۔ بادل نخواستہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس نے ریسور کان سے لگاتے ہی ''ہیلو'' کہا تو دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''فارینہ ہے......؟''

بس ایک پل کی بے دھیانی اس کے بعد فوراً ٹھٹک گیا۔ کیونکہ وہ خاور کی آواز پہچان چکا تھا پھر بھی کچھ دیر رُک کر انجان بن کر پوچھنے لگا۔

''جی......! آپ کون......؟''

''خاور......! پلیز فارینہ کو بلا دیں۔'' اس کے ڈھٹائی سے نام بتانے پر وہ کچھ چکرا سا گیا کیونکہ خاور نے غلط بیانی نہیں کی تھی اس لیے وہ بھی صاف گوئی سے بولا۔

''فارینہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔''

''کہاں ہیں......؟''

''آئی ڈونٹ نو......!''

''اچھا......! وہ آئے تو اس سے کہیے گا میں رات دس بجے کے بعد پھر فون کروں گا۔ او کے......؟'' اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا پھر بھی وہ کتنی دیر تک ریسور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ کچھ گم سم سا انداز تھا جبکہ ذہن میں مختلف سوچیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ جب پروین نے آ کر کھانا لگانے کا پوچھا تب اس نے ریسور کریڈل پر رکھا اور اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''چچی جان آ گئیں......؟''

''نہیں صاحب......! وہ کہہ گئیں تھیں کہ آپ کے کھانے کا خیال رکھوں۔''

''اس کا مطلب ہے وہ دیر سے آئیں گی۔'' اس نے خود کلامی کے بعد پروین سے کھانا لگانے کا کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

پھر کھانا بھی اس نے شکستہ ذہن کے ساتھ کھایا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں آ کر بھی وہ مسلسل اُلجھا رہا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ جب تعلق ختم ہو گیا ہے پھر خاور نے یہاں فون کیوں کیا اور پوچھا بھی فارینہ کا۔

اپنے طور پر وہ کوئی نتیجہ نہیں نکال سکا اور نہ ہی یہ طے کر پایا کہ آیا اسے اس فون کا تذکرہ چچی جان کے سامنے کرنا چاہیے یا نہیں۔ پھر وہ چائے کا کہنے اپنے کمرے سے نکل کر آیا تو فارینہ کو لاؤنج کی طرف جاتے دیکھ کر بلا ارادہ ہی اسے پکار لیا۔

''سنیں فارینہ......!''

وہ رُک کر عجلت بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی تو اس کا دل چاہا کہہ دے ''کچھ نہیں'' لیکن پھر اسی کا انداز اختیار کیا۔

''خاور کا فون آیا تھا۔ کہہ رہے تھے دس بجے کے بعد پھر فون کریں گے۔'' وہ بہت عجلت میں بتا کر فوراً پلٹ کر اپنے کمرے میں آ گیا لیکن پھر اسے خود افسوس ہونے لگا کہ کم از کم اس کے تاثرات تو دیکھ لیتا۔ دوبارہ جانے میں اپنی پوزیشن خراب ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے دل مسوس کر رہ گیا۔

کاش فارینہ اس کے ساتھ اور کوئی نہیں تو ایک دوستی کا رشتہ استوار رکھتی اور اس ناطے اپنے سارے دُکھ سکھ اس سے کہتی۔ لیکن اس نے تو ایک دم ہی اپنے آپ کو سمیٹ لیا تھا حالانکہ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا نہ تلخ کلامی بلکہ وہ تو ہمیشہ سے اس کی ہر بات بلا چون چرا مان لیا کرتا تھا پھر یہ فاصلے اور ان فاصلوں کا ذمہ دار وہ اسے ہی ٹھہراتا تھا۔ انسان جب کسی کو بہت زیادہ اہمیت دینے لگتا ہے خود اپنی ذات سے بھی بڑھ کر تو پھر شعوری یا لاشعوری طور پر سارے سوز و زیاں اس کے کھاتے میں ڈالتا جاتا ہے۔ کیونکہ اپنے بارے میں یقین ہوتا ہے کہ ہم نے کبھی اس کے لئے غلط سوچا نہ چاہا۔ جو کیا اس کی خوشی کی خاطر یوں اپنا دامن صاف نظر آتا ہے۔ ابھی بھی وہ سارے الزام اس کے سر پر رکھ رہا تھا۔ گھڑی پر نظر پڑی دس بجنے والے تھے اور اس کا فطری تجسس جاگ اُٹھا کہ آیا

فارینہ خاور کا فون ریسیو کرتی ہے یا نہیں۔ یہی دیکھنے کے لئے وہ اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آیا اور بظاہر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد آہٹ پر اس نے دیکھا کہ فارینہ فون تک آئی پھر پلٹ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ سمجھ گیا اس کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتی پھر بھی وہیں جم کر بیٹھا رہا حالانکہ یہ انتہائی عامیانہ سی حرکت تھی لیکن اسے کچھ ضد سی ہوگئی اور وہ گیارہ بجے تک انتظار کرتا رہا پھر نیند غالب آنے لگی تو اُٹھ کر ٹی وی کا بٹن آف کیا اور خاور کا فون نہ آنے کا سبب سوچتا ہوا لاؤنج سے نکل رہا تھا کہ فون کا پلگ فرش پر دیکھ کر پہلے ٹھٹکا پھر سارا معاملہ سمجھتے ہوئے جہاں اپنے آپ میں ندامت محسوس ہوئی وہاں تھوڑا اطمینان بھی تھا۔ پھر آگے بڑھ کر پلگ لگایا اور جیسے ہی پلٹا فون کی بیل بجنے لگی۔ گویا دوسری طرف سے مسلسل ٹرائی کی جارہی تھی۔ وہ بہرحال شش وپنج میں پڑ گیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے۔ غلطی اس کی اپنی تھی۔ فون کی مسلسل بجتی بیل سے گھبرا کر آخر اس نے ریسیور اُٹھایا تو دوسری طرف سے خاور کو جیسے فارینہ کے ہونے کا یقین تھا جب ہی چھوٹتے ہی بولا۔

''فارینہ کتنی دیر سے......''

''فارینہ نہیں ہیں۔'' اس نے خاور کی بات پوری نہیں ہونے دی اور اس کی آواز پر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی پھر خاور سنبھل کر بولا۔

''آپ شاید علی ہیں......؟''

''جی......!''

''اس وقت بھی میری آپ سے بات ہوئی تھی۔''

''جی......!'' وہ خاصا پُرسکون ہو کر قصداً مختصر جواب دے رہا تھا۔

''پھر آپ نے فارینہ تک میرا مسیج نہیں پہنچایا......؟'' خاور نے پھر پوچھا تو وہ ناگواری چھپا کر بولا۔

''آپ کا مسیج میں نے انہیں دے دیا تھا۔''

''تو پلیز......! اسے بلا دیں۔'' خاور نے فوراً کہا۔

''سوری......! اس وقت ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ سوچکی ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے......'' خاور کا انداز سوچنے والا غالباً کہنا چاہتا تھا کہ اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی لیکن پھر رُک کر بولا۔

''اوکے......! میں پھر فون کرلوں گا۔''

''ایک منٹ......!'' وہ اسے سلسلہ منقطع کرنے سے روک کر پوچھنے لگا۔

''آپ کو فارینہ سے کیا کہنا ہے......؟''

''جو بھی کہنا ہے اسی سے کہوں گا کیونکہ آپ میری بات تو اس تک پہنچا سکتے ہیں جذبات نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی خاور نے فون بند کر دیا اور اسے لگا جانے یا انجانے میں خاور نے اس کا اور اس کے جذبوں کا مذاق اُڑایا ہو۔

''آپ میری بات تو اس تک پہنچا سکتے ہیں جذبات نہیں۔'' وہ اپنے کمرے میں آکر لیٹا تو کتنی ہی دیر تک اس کی بازگشت اسے سنائی دیتی رہی۔ پھر جیسے در و دیوار اس پر ہنسنے لگے تھے۔ اتنا کمزور تو نہیں تھا وہ پہلے ہی اتنی جرأت رکھتا تھا کہ فارینہ کے مقابل کھڑا ہو کر اظہار کر سکے لیکن اس کی خوشی کی خاطر اپنے جذبوں کو زبان نہیں دی تھی۔

وہ پھر اپنا دامن بچا رہا تھا اس کی خوشی کی خاطر۔

○ ○ ○

یہ نہیں تھا کہ فارینہ نے علی کی موجودگی کے باعث فون کا پلگ نکالا تھا بلکہ حقیقتاً وہ خاور سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی جب علی نے اسے خاور کے فون کا بتایا تو بس ایک لمحہ کو وہ ٹھٹکی تھی پھر اس کے اندر غصہ اور تنفر عود کر آیا تھا۔ اگر اس وقت علی اس کے سامنے کھڑا رہتا تو وہ اس سے لڑتی کہ اس نے کیوں خاور کا فون اٹینڈ کیا اور اگر کر ہی لیا تھا تو پھر اسے کیوں بتایا۔ لیکن علی کی قسمت اچھی تھی جو فوراً ہی وہاں سے ہٹ گیا تھا اور وہ اپنے

آپ تلملاتی رہی۔ پھر اس غصے میں وہ فون کا پلگ نکال آئی۔ اس کے بعد اس نے چاہا کہ سو جائے لیکن نیند آ کے نہیں دی۔ کروٹیں بدل بدل کر بدن دُکھنے لگا تھا۔ آخر اس نے بستر چھوڑ دیا اور کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

وسط نومبر کی قدرے خنک رات تھی۔ کسی کسی وقت نرم ہوا اس کے چہرے کو چھو کر گزرتی تو اس کے اندر تک ٹھنڈک اُتر آتی اور اس کا ذہن جو خاور کے فون کی وجہ سے بری طرح چیخ رہا تھا وہ بھی دھیرے دھیرے پُرسکون ہونے لگا تو پھر اچانک وہ نئے انداز سے سوچنے لگی تھی۔

''خاور نے فون کیوں کیا تھا۔ اب کیا کہنا ہے اسے۔ کہیں سنی تو اسے پریشان نہیں کر رہا۔ ہاں......! شاید یہی بات ہوگی۔ سنی مجھے مس کر رہا ہوگا۔ میں معلوم کرتی ہوں۔''

وہ اچانک بچے کے لئے بے چین ہو گئی پھر اس نے یہ خیال بھی نہیں کیا کہ اس وقت رات کے تین بجے ہیں اور اسی وقت خاور کو فون کر ڈالا دوسری طرف مسلسل بیل جا رہی تھی پھر کتنی دیر بعد خاور کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

''ہیلو......!''

''خاور......! میں ہوں فارینہ۔'' اس نے کہا تو خاور جیسے یک لخت پوری طرح بیدار ہو کر اُٹھ بیٹھا تھا۔

''ہاں فارینہ......! میں رات کتنی دیر تک......''

''سنی کیسا ہے......؟'' اس نے خاور کی بات پوری نہیں ہونے دی۔

''ٹھیک ہے......!'' خاور جیسے ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

''مجھے مس کرتا ہے......؟''

''ہاں......! اور اس سے زیادہ میں تمہیں مس کر رہا ہوں۔'' خاور نے کہا تو فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

''سنو فارینہ......! تم بھی مجھے مس کر رہی ہو ناں......؟'' خاور نے اس کی خاموشی

محسوس کر کے پوچھا تو وہ یک دم سختی سے بولی۔

''نہیں......!''

''جھوٹ مت بولو فارینہ......! میری محبت ایسی بودی نہیں تھی جو چند دنوں میں بھلا دی جائے۔'' وہ اسے گرفت میں لینے کا فن جانتا تھا اور وہ واقعی اُلجھ گئی۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو......؟''

''دیکھو......! اس دن میں ہوش میں نہیں تھا اور ایسے عالم میں میرے منہ سے جو کچھ بھی نکلا اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم واپس آ جاؤ۔''

''کیا......؟'' اس نے بمشکل اپنی چیخ کو روکا تھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں فارینہ......! ہمارا ناطہ کچے دھاگے جیسا نہیں تھا۔ ہم مضبوط ڈوری سے بندھے تھے جسے مزید مضبوط بنانے والا سنی ہے اور سنی کو ہم دونوں کی ضرورت ہے۔''

''ہاں......! لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔'' اس نے کوشش سے رُوٹھا انداز اختیار کیا تو وہ زور دے کر بولا۔

''کیوں نہیں ہو سکتا......؟ میں نے کہا ناں میں ہوش میں نہیں تھا۔''

''میں تو ہوش میں تھی اور میں نے تمہارا ہر لفظ سنا تھا جس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی کسی تعلق کی اور اب تم مجھے فون مت کرنا۔'' اس نے یہ کہہ کر فون رکھنا چاہا تھا کہ وہ منت سے بولا۔

''نہیں فارینہ......! پلیز......! ایسا مت کہو......! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''یہ تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا اور ہاں......! تم سنی کو میرے پاس بھیج دو۔''

''نہیں......! میں سنی کو نہیں بھیج سکتا۔''

''کیوں......؟''

''میں چاہتا ہوں کہ تم آؤ......!''

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔" اس نے یہ کہہ کر فوراً فون بند کر دیا اور اپنے کمرے تک آئی تھی کہ فون کی بیل بجنے لگی لیکن وہ نہیں پلٹی اور کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

○ ○ ○

صبح ناشتے کی ٹیبل پر فارینہ کو موجود دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوا تھا۔ پھر جب اس کی آنکھوں میں سرخی دیکھی تو ٹھٹک گیا اور سوچنے سے باز بھی نہ رہ سکا کہ جانے یہ رَت جگے کی لالی ہے یا وہ رات بھر روتی رہی ہے اور یہ دونوں باتیں ہی اس کے لئے پریشان کن تھیں۔ یہ اس کے ساتھ بڑا المیہ تھا کہ وہ اس کے معاملے میں کہیں بھی "مجھے کیا" کہہ کر بے نیاز نہیں ہو سکتا تھا جبکہ وہ صرف اس سے ہی نہیں ہر طرف سے بے نیاز نظر آ رہی تھی اور ناشتے میں یوں مصروف تھی جیسے ٹیبل پر اس کے علاوہ اور کوئی موجود ہی نہیں۔ البتہ اس کے چہرے پر کسی سوچ کی پرچھائیں واضح نظر آ رہی تھی۔

"فارینہ......!" اچانک چچا جان کے پکارنے پر وہ یوں چونکا جیسے انہوں نے اسے مخاطب کیا ہو۔

"جی......! چچا جان......!"

"ارے......! تمہارا نام فارینہ کب سے ہو گیا......؟" فارینہ نے براہِ راست اسے دیکھ کر کہا تو وہ سٹپٹا گیا۔

"سوری......! میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"تم کیا سوچ رہے تھے......؟" چچا جان اب اس سے مخاطب ہو گئے۔

"وہ آفیشل معاملات۔" وہ فوراً یہی کہہ سکا۔

"کوئی پرابلم ہے......؟"

"نو......! نو پرابلم......!" وہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا تو چچی جان نے ٹوکا۔

"بیٹا......! ناشتہ تو کر لو۔"

"بس......! کر لیا۔ اچھا چچا جان......! میں چلوں۔"

"ہاں بیٹا......! میری طبیعت ٹھیک ہوئی تو میں آ جاؤں گا۔"

"نہیں......! آپ آرام کریں۔ ایک دو ضروری فائلیں ہیں۔ وہ میں یہیں لے آؤں گا۔" اس نے کہا اور چچا جان کے اثبات میں سر ہلانے پر "خدا حافظ" کہا۔

پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ پتا نہیں خاور فارینہ سے بات کرنے میں کامیاب ہوا کہ نہیں۔ اسے اس بارے میں کچھ پتا نہیں چلا اور شاید چچی جان بالکل ہی بے خبر تھیں ورنہ اس سے ضرور ذکر کرتیں۔

ان دنوں ایک تو آفس میں کچھ اُلجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ دوسرے نواب شاہ سے ابا کا بلاوے پر بلاوا آ رہا تھا۔ مزید چچا جان بیمار پڑ گئے جس سے آفس میں اس کی مصروفیات بڑھ گئیں اور وہ نواب شاہ جانے کے لئے ایک دن بھی نہیں نکال پا رہا تھا۔ آفس کا کام اگر معمول کے مطابق چل رہا ہوتا تو وہ منیجر پر چھوڑ سکتا تھا لیکن اب مجبوری تھی جب تک چچا جان ٹھیک ہو کر آفس جانے کے قابل نہ ہو جائیں وہ کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ ابا کو اس نے خط لکھ کر حالات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ دن بعد آنے کو کہا تھا۔ تو خط ملتے ہی ابا خود چلے آئے۔ ابا حسبِ سابق سیدھے آفس آئے تھے کیونکہ انہیں گھر ڈھونڈنے میں بہت دُشواری ہوئی تھی۔ ایک ہی جیسی سڑکیں اور لائن سے بنے بنگلے وہ ہمیشہ بھول جاتے اور کتنی مرتبہ خوار ہوئے تھے۔ آخر اس نے ہی انہیں آفس کا راستہ دکھایا تھا کہ جب آنا ہو یہیں آئیں۔ یہاں سے وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے جاتا۔ اس وقت وہ آفس میں بہت ٹینشن میں تھا جب ہی ابا کو دیکھ کر بجائے خوش ہونے کے بگڑ گیا۔

"کیا ضرورت تھی آپ کو آنے کی؟ میں نے لکھا تھا کہ فارغ ہوتے ہی آؤں گا۔"

ابا بیچارے سیدھے سادھے دیہاتی پہلے ہی سوٹڈ بوٹڈ بیٹے کی افسری سے مرعوب تھے۔ اس کے غصے سے ڈر گئے۔

"میں تیرے چاچا کا حال پوچھنے آیا تھا۔"

''اور مجھے کس سلسلے میں بلا رہے تھے......؟''

''تو گھر چل کر آرام سے بیٹھے گا تب بتاؤں گا۔'' ابا نے کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

''اچھا......! ابھی تو آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔'' اس نے دیوار کے ساتھ رکھے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر انٹر کام پر ان کے لئے کھانے کا کہہ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

پھر کتنی دیر بعد اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ابا صوفے کی بیک پر سر لگائے سو رہے تھے۔ ہاتھ پھسل کر لاٹھی ان کے کندھے سے جا لگی تھی۔ دُھول سے اَٹے چہرے پر مسافتوں کی تھکان سے زیادہ تفکرات کی لکیریں تھیں اور ان کے بعد اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے وہ اچانک بے پناہ ندامتوں میں گھرا تو فوراً کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور آ کر ان کے پیروں کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھا پھر ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر دھیرے سے پکارا۔

''ابا......!''

''ہاں بچہ......!'' ابا نیند میں بول پڑے۔

''چلیں......! آپ کو گھر چھوڑ آؤں چچا جان کے پاس۔ وہیں آرام سے سوئیے گا۔'' اس نے کہا اور انہیں ساتھ لے کر اسی وقت گھر آ گیا۔

اس کا ارادہ ابا کو گھر چھوڑ کر فوراً واپس جانے کا تھا لیکن چچی جان نے زبردستی اسے کھانے کے لئے روک لیا کیونکہ وہ اس وقت کھانا لگوا رہی تھیں۔ ابا آفس سے کھا کر آئے تھے اس لیے وہ چچا جان کے پاس جا بیٹھے اور وہ منہ ہاتھ دھو کر ڈرائنگ روم میں آیا تو اس کے ہر انداز سے عجلت جھلک رہی تھی۔ پھر بیٹھتے ہی بولا۔

''میں ابا کی وجہ سے بہت ضروری کام چھوڑ آیا ہوں۔''

''کوئی بات نہیں بیٹا......! کام تو ہوتے رہتے ہیں۔'' چچی جان نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے کہا۔

''بس......! مجھے جلدی واپس جانا ہے۔'' وہ یہ کہہ کر جلدی جلدی کھانے لگا۔ پھر اچانک خیال آنے پر پوچھنے لگا۔

''فارینہ کہاں ہے......؟''

''اپنے کمرے میں ہو گی۔'' چچی جان کے جواب پر وہ بلا ارادہ پوچھ بیٹھا۔

''کھانا کھا لیا اس نے......؟''

''نہیں......! کہہ رہی تھی بھوک نہیں ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اس لڑکی کو......؟ نہ مجھ سے کچھ کہتی سنتی ہے نہ میری کوئی بات مانتی ہے۔ پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔''

''آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں......؟ وہ کوئی نادان بچی نہیں ہے۔ اچھا برا سوچ سمجھ سکتی ہے اور ابھی کچھ دن آپ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔'' اس نے کہا تو چچی جان آزردگی سے بولیں۔

''نہیں بیٹا......! اس طرح تو وہ بہت تنہا ہو جائے گی۔''

''وہ خود تنہا ہونا چاہے تو کوئی کیا کرے......؟'' اس نے سوچا اور نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''ارے......! یہ تم نے کیا کھانا کھایا ہے......؟'' چچی جان نے ٹوکا۔

''بس چچی جان......! ادھر کام بہت ضروری ہے۔ میں چلتا ہوں۔'' وہ بہت جلدی میں تھا۔

ڈرائنگ روم سے نکلا اور کچھ تیزی میں لاؤنج سے گزر رہا تھا۔ جب اس کے کانوں نے فارینہ کی آواز سنی۔

''نہیں خاور......! میں یہ سب نہیں جانتی۔''

اسے جھٹکا لگا اور فوراً پلٹ کر دیکھا۔

فارینہ فون پر بات کر رہی تھی۔

⊖ ⊖ ⊖

"نہیں خاور میں یہ سب نہیں جانتی ......"

پتا نہیں فارینہ نے اسے دیکھا نہیں تھا یا دیکھ کر بھی اہمیت نہیں دی۔ کیونکہ اس کے چہرے سے کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ آرام سے ناخنوں سے کھیلتی ہوئی بات کر رہی تھی اور وہ رُک نہیں سکتا تھا۔ یوں بھی عجلت میں تھا۔ بس ایک گہری نگاہ اس پر ڈال کر باہر نکل آیا۔ تو یہ نئی اُلجھن باقی اُلجھنوں پر حاوی ہو گئی تھی۔

آفس کا سارا کام دھرا رہ گیا اور وہ یہ بھی بھول گیا کہ ابا انتظار کر رہے ہوں گے۔ پانچ بجے تک آفس میں وہ بس فائلوں کے صفحے ہی پلٹتا رہا۔ اس کے بعد دوستوں کی محفل میں جہاں وہ سب بھول جاتا تھا اور بالکل انہی جیسا ہو جاتا، لیکن اس شام وہ کچھ نہیں بھولا۔ دوستوں کی ایک دوسرے پر تنقید، چھیڑ چھاڑ، مذاق اور بلند و بانگ قہقہے بھی اس کے اندر کے سناٹے کو نہیں توڑ سکے۔ پہلی بار ان کے درمیان اس نے خود کو اجنبی محسوس کیا اور اُٹھ کر چلا آیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس مقام پر اسے کیا کرنا چاہیے۔ بے شک فارینہ

اپنی مرضی کی مالک سہی پھر بھی کچھ قوانین اس پر لاگو ہوتے تھے جن کی خلاف ورزی اس کے ساتھ ساتھ باقی سب کے لیے بھی باعث ذِلت ہو سکتی تھی۔ پتا نہیں چچی جان اور چچا جان جانتے تھے کہ نہیں۔ اس نے سوچا کہ ابا کے جانے کے بعد وہ خود چچی جان سے بات کرے گا۔

رات میں سونے کے لیے وہ ابا کو اپنے کمرے میں لے آیا اور گو کہ اس وقت اس کا ذہن کسی نئے مسئلے کو سننے، سمجھنے اور حل کرنے پر تیار نہیں تھا پھر بھی وہ ابا کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے آمد کا اصل مقصد پوچھا تو وہ کہنے لگے۔

"تمہاری ماں زبیدہ کا رشتہ اپنے بھائی کے گھر کرنا چاہتی ہے۔ کہتی ہے تم آ کر بات پکی کر جاؤ۔"

وہ جو کسی گمبھیر مسئلے کو سوچ کر بیٹھا تھا اتنی سی بات سن کر کتنی دیر تک ابا کو بس دیکھے گیا۔ پھر اچانک احساس ہوا کہ اس کے لیے اتنی سی بات ابا کے لیے واقعی مسئلہ ہے تب کچھ دیر سوچنے کے بعد نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"نہیں ابا......! بیدی ابھی بہت چھوٹی ہے۔ میں اتنی جلدی اس کی شادی کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"آٹھ جماعتیں پاس کر چکی ہے۔" ابا نے یوں کہا جیسے ایم اے کر چکی ہے۔ "تمہاری ماں کو اس کی بہت فکر ہے۔"

"ابھی سے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ فوراً بولا تھا۔

"فکر کیسے نہ کریں بچہ......! بیدی کے بعد دو اور بھی ہیں وہ بھی بیدی کے جتنی ہو گئی ہیں۔" گویا ابا بھی یہی چاہتے تھے۔

اس نے منع نہیں کیا تو ہامی بھی نہیں بھری۔

"ٹھیک ہے میں آ کر دیکھوں گا، ذرا یہاں آفس کے معاملات نمٹا لوں اور چچا جان کی طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر اطمینان سے آؤں گا۔ آپ ابھی رہیں گے......؟"

"ناں بچہ......! مجھے تو سویرے ویگن میں بٹھا دینا۔ ادھر تیری ماں اور بہنیں اکیلی ہیں۔" ابا نے کہا تو اس کی نگاہوں میں اپنی اماں کا چہرہ آن سمایا اور جیسے بار بار ابا تیری ماں کہہ رہے تھے وہ دُھندلکوں میں کھو گیا۔

"اماں......! جب میں اتنا بڑا ہو جاؤں گا تو سب سے پہلے تمہیں حج کرانے لے جاؤں گا۔" اس نے اپنی ایڑیاں اُونچی کر کے اپنے تئیں بہت بڑا ہو کر کہا تھا اور جواب میں اماں نے اپنا پورا بازو اُوپر اُٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"جب تو اتنا بڑا ہو جائے گا تو میں تیری دُلہن لاؤں گی۔"

ابا نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر پوچھنے لگا۔

"کیا بات ہے ابا......!"

"میں تیرے بھائی کا بتا رہا ہوں۔ تین مہینے سے اس کا خط نہیں آیا۔" ابا فکر مندی سے بولے تو وہ اپنے آپ سوچنے لگا کہ اس کے پاس احمد کا آخری خط یا ٹیلی فون کب آیا تھا اور پندرہ دن پہلے ہی اس سے فون پر بات ہوئی تھی۔ یاد آنے پر کہنے لگا۔

"تین مہینے سے احمد کا خط نہیں آیا پھر تو پیسے بھیجے ہوں گے......؟"

"نہیں......!"

"عجیب پاگل آدمی ہے۔ خیر اس سے میں بات کر لوں گا۔" وہ بھائی پر خفگی ظاہر کرتے ہوئے اُٹھا اور الماری میں سے پیسے نکال کر دوبارہ ابا کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہ کچھ پیسے آپ رکھ لیں اور ایسی کوئی پریشانی کی بات ہوا کرے تو فوراً مجھے لکھا کریں۔ خواہ مخواہ آپ احمد کے انتظار میں بیٹھے رہ گئے۔"

"تین مہینے پہلے اس نے چھ ہزار بھیجے تھے اور لکھا تھا......" ابا چپ ہو گئے۔

"ہاں......! کیا لکھا تھا......" وہ سمجھا ان کے دھیان نہ دینے پر ابا خاموش ہو گئے ہیں اس لیے پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوا تو ان کی خاموشی کچھ اور ظاہر کر رہی تھی۔

تب زور دے کر بولا۔

"بتایئے ناں ابا......! کیا لکھا تھا اس نے......؟"

"لکھا تھا اس کے بعد کوئی پیسہ نہیں بھیجے گا۔" ابا نے سر جھکا کر بتایا۔

"کیوں نہیں بھیجے گا......؟ کوئی وجہ بھی لکھی......؟" غصہ اسے بھائی پر تھا لہجہ آپ ہی تیز ہو گیا۔

ابا سمجھے ان پر بگڑ رہا ہے۔ کوئی جواب نہیں دے سکے، تب وہ ان کے ہاتھ تھام کر کہنے لگا۔

"خیر......! آپ فکر نہیں کریں۔ پیسہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ہوں ناں......! چلیں آپ سو جائیں۔ صبح آفس جاتے ہوئے میں آپ کو ساتھ لیتا جاؤں گا۔ اس نے ایک طرف ہٹ کر ابا کے لیے تکیہ سیدھا کیا پھر ان کی نظر بچا کر سگریٹ کا پیکٹ لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"علی......!" ابا نے پکارا تو وہ جاتے جاتے رُک گیا۔

"جی ابا......!"

"تیرے چاچا فارینہ بچی کے لیے بہت پریشان ہیں تو کیوں نہیں اس سے شادی کر لیتا......؟" ابا نے کہا تو پہلے وہ سچ مچ تلملا گیا پھر اچانک کسی خیال کے تحت پوچھنے لگا۔

"چچا جان نے آپ سے کچھ کہا ہے......؟ میرا مطلب ہے فارینہ سے شادی کے سلسلے میں......"

"نہیں......!"

"پھر آپ کو یہ خیال کیسے آیا......؟"

"لو......! مجھے تو پہلے سے خیال تھا اور میں نے تجھ سے کہا بھی تھا پر تو نہیں مانا۔" ابا نے گزری بات یاد دلائی۔

"میں نہیں مانا......؟" اس نے سوچا پھر فوراً سر جھٹک کر بولا۔

"چچا جان کی پریشانی میں سمجھتا ہوں۔ پھر بھی فارینہ سے شادی نہیں کرسکتا۔"

"کیوں بچہ......!"

"آپ نہیں سمجھیں گے۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل آیا۔

لاؤنج کی لائٹ آف تھی جس کا مطلب تھا سب سوچکے ہیں یا نہیں بھی سوئے تب بھی اس طرف کوئی نہیں آئے گا۔ اس لیے وہ سگریٹ سلگا کر وہیں نیم تاریکی میں بیٹھ گیا۔

پھر ایک کے بعد دوسری سگریٹ کے اختتام تک اس کے ذہن میں مختلف سوچیں آپس میں ٹکراتی رہیں تھیں۔

یہی زندگی ہے۔ کبھی سیدھے سادھے انداز میں گزرتی چلی جاتی ہے اور کبھی اچانک چاروں طرف سے مسائل گھیر لیتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کون سا مسئلہ حل کیا جائے۔ وہ بے حد اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

○○○

وہ تیار تو ہوگئی تھی لیکن پھر شش و پنج میں کھڑی تھی کہ اسے جانا چاہیے یا نہیں۔ دوبارہ بالوں میں برش کرتے ہوئے وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی کہ چچی جان آگئیں۔

"کہاں جارہی ہو......؟" انہوں نے اس کی تیاری دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جی......! ذرا باہر جارہی ہوں۔" اس نے بے دھیانی سے جواب دیا تھا لیکن پھر جیسے فیصلہ ہوگیا۔ پورے دھیان سے زور دے کر دوبارہ بولی تھی۔

"ہاں......! میں باہر جارہی ہوں۔"

"باہر کہاں......؟" چچی جان نے یونہی پوچھا تھا اور وہ بگڑ گئی۔

"کہاں جاسکتی ہوں......؟ آوارہ گردی تو کرنے سے رہی۔"

"ناراض کیوں ہوتی ہو بیٹا......! میں نے تو یونہی پوچھ لیا۔"

"ٹھیک ہے......! میں جارہی ہوں اور ہاں دیر بھی ہوسکتی ہے۔ پریشان مت ہویئے گا۔" اس نے برش پھینک کر گاڑی کی چابی اُٹھائی اور باہر نکل آئی۔

خاور نے اسے جس ریستوران میں بلایا تھا وہ ان ہی راستوں پر جارہی تھی اور یہ راستے اسے ازبر تھے۔ کیونکہ وہ متعدد بار خاور کے ساتھ وہاں جاچکی تھی۔ اپنی شادی کی پہلی سالگرہ بھی انہوں نے وہیں سیلیبریٹ کی تھی اور اس وقت وہ بہت خوش تھی۔ اس کی نظروں میں شام یوں آسمائی کہ وہ مکمل طور پر ان ہی لمحوں کی گرفت میں آگئی تھی۔

جب ہی جب خاور کا سامنا ہوا تو فوری طور پر یاد ہی نہیں رہا کہ وہ اس کے لیے شجرِ ممنوعہ ہوچکا ہے۔ اس کے برعکس اپنے پرانے انداز میں بولی تھی۔

"کیسے ہو جانی......!"

"تم......! تم کیسی ہو......؟" خاور نے غالباً اس کے انداز سے شہ پاکر گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ تب اچانک جیسے وہ ہوش میں آئی تھی اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ کیوں ملنے پر اتنا اصرار کررہے تھے......؟"

"بیٹھو تو......آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" خاور نے بہت نرم لہجے میں کہا تو اس نے پہلے اطراف کا جائزہ لیا پھر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا پیو گی۔" خاور نے پوچھا تو وہ گہری سانس کے ساتھ بولی۔

"کچھ نہیں......! تم نے بس جو کہنا ہے جلدی کہو۔"

"کہنے کو تو تمہیں ایک جملے میں بات کہہ سکتا ہوں کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس نے کہا تو وہ چیخ کر بولی۔

"یہ تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ لیکن تم ہوش میں ہوتے تو سوچتے۔"

"ہاں......! میں ہوش میں ہوتا تو سوچتا۔" وہ یک لخت آزردگی میں گھبرا گیا تھا۔

''اور ہوش میں آنے کے بعد تو میں ہوش وحواس کھو رہا ہوں۔ یہ سب ٹھیک نہیں ہوا فارینہ......! یہ سب ٹھیک نہیں ہوا۔''

وہ کچھ نہیں بولی۔ ہونٹ بھینچ کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

''میں جانتا ہوں تم بھی خوش نہیں ہو۔'' وہ پھر گویا ہوا۔

''اور سنی بھی بہت ڈسٹرب ہے۔ بہت مس کر رہا ہے۔''

''تو تم اسے میرے پاس بھیج دو۔'' اس نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا کہنے لگا۔

''یوں تو وہ اور زیادہ ڈسٹرب ہو جائے گا۔ کبھی میرے پاس کبھی تمہارے پاس۔ نہیں فارینہ......! اس طرح بچے کی شخصیت کسی نہ کسی پہلو سے اُدھوری رہ جاتی ہے۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو......؟'' وہ جیسے زچ ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''ہم پھر ایک ہو سکتے ہیں۔ دیکھو یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔''

''آئی مین ناٹ امپوسیبل......! ہمارے مذہب نے بھی ہمیں اس کی اجازت دی ہے۔ تم اس پہلو سے سوچو۔'' وہ بہت نرمی سے اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اور میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جو تمہیں پسند نہیں ہوگا۔''

''لیکن خاور......!'' وہ اُلجھ رہی تھی۔

کوئی لیکن ویکن نہیں۔ تم بس ہامی بھرو پھر دیکھنا آگے سب کام آسان ہو جائیں گے۔ میرے لیے نہیں تو سنی کے لیے۔ سنی کو ہم دونوں کی ضرورت ہے فارینہ......! وہ اب اس کی مامتا پر گرفت کر رہا تھا۔

○○○

وہ کتنے دنوں سے اُلجھ رہا تھا اور ابھی بھی اسے لگا جیسے وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ کتنی دیر دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں اُلجھائے فائلوں پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

ایک طرح سے خود کو آمادہ کر رہا تھا کہ آج اسے صرف آفس کے معاملات نمٹانے ہیں اور

تھوڑی کوشش سے وہ باقی ساری سوچوں کو جھٹکنے میں کامیاب ہو گیا پھر بھی اپنا کام شروع کرنے سے پہلے اس نے ابوظہبی میں مقیم اپنے بھائی احمد کو فیکس کے ذریعے یہ میسج دے دیا کہ وہ پہلی فرصت میں اسے فون کرے۔ اس کے بعد وہ اتنا مصروف ہوا کہ چار بجے جب احمد کا فون آیا تب اسے چیئر کی بیک سے کمر ٹکانے کا موقع ملا تھا۔

''السلام علیکم بھائی......! سب خیریت ہے ناں......؟'' احمد نے سلام کے ساتھ ہی پوچھا۔ اس کا لہجہ گھبرایا ہوا تھا۔ جواباً وہ بڑے سکون سے بولا۔

''اللہ کا شکر ہے......! سب ٹھیک، سب خیریت......! تم اپنی سناؤ......!''

''جی......! ابھی کام سے لوٹا ہوں۔ آپ کا میسج نظر آیا تو میں پریشان ہو گیا۔''

''اچھا......؟'' وہ ذرا سا ہنسا۔

''پریشان کیوں ہو گئے......؟''

''آپ کا میسج دیکھ کر......!'' غالباً ابھی وہ سمجھا نہیں تھا۔

''اس میں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی اور اگر ہوتی تب بھی تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تم سارے ناطے توڑ چکے ہو۔'' اس کا سرد لہجہ کوئی سنتا تو دہل جاتا اور اِدھر احمد تھا۔ چھوٹا بھائی، اس کے حلق سے آواز ہی نہیں نکل سکی۔ تب وہ اسی لہجے میں بولا۔

''میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تین مہینے سے تم نے ابا کو خط لکھا نہ پیسے بھیجے۔''

''کیوں......؟''

دوسری طرف کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر احمد جیسے خود پر قابو پا کر کہنے لگا۔

''تین مہینے پہلے میں نے ابا کے ذاتی خرچ کے لیے چھ ہزار بھیجے تھے اور میرے حساب سے وہ ابا کو ایک سال کے لیے کافی ہیں اس کے بعد پھر اسی طرح ایک سال کا خرچہ بھیج دوں گا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟'' وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

''بڑے بھائی......! ابا جس عورت کو ہماری ماں کہتے ہیں وہ میری ماں نہیں ہے۔

اس نے کبھی میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ آپ تو وہاں رہے نہیں ورنہ آپ ......''

''شٹ اَپ ......!'' وہ ایک دم آپے سے باہر ہو کر چیخا تھا۔

''وہ عورت ہماری ماں نہیں لیکن ہماری ماں کی جگہ پر کھڑی ہے۔ اگر خدا اپنے کعبے کے بعد کہیں سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں اس جگہ پیشانی ٹیکتا جہاں میری ماں نے قدم رکھے۔ اتنی اہم ہے وہ جگہ میرے لیے کہ دوسری عورت وہاں آ کر اپنی ماں جیسے احترام کی حقدار ہوگئی۔ سمجھے تم ......؟ آئندہ اس کے خلاف ایک لفظ مت کہنا۔''

''اور کچھ......؟'' احمد کا لہجہ رُوٹھا ہوا تھا۔

''اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم خرچہ نہیں بھیجو گے تو اس گھر کی دال روٹی نہیں چلے گی......؟ کتنا عرصہ ہوا تمہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے ......؟ ایک سال بھی نہیں ہوا۔''

''آپ خواہ مخواہ مجھ پر بگڑ رہے ہیں۔''

''شکر کرو سامنے موجود نہیں ہو ورنہ شوٹ کر دیتا تمہیں ......!'' اس نے انتہائی غصے میں ریسیور پٹخ دیا۔ سخت دھچکا پہنچا تھا اسے احمد کی باتوں سے۔ کاش ......! وہ کوئی اور سبب بناتا کہ وہ خود پریشان ہے، کام ٹھیک نہیں چل رہا یا ایسی کوئی اور مجبوری، لیکن اس نے تو حد کر دی۔

ابا کا ذاتی خرچ کافی ہے۔ سال بعد پھر بھیجوں گا۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ اس نے گھر کی ذمہ داری اس پر کیوں ڈالی۔ خود ہی کرتا رہتا۔ شاید ابا کو خط میں بھی اس نے ایسی ہی باتیں لکھی تھیں جب ہی تو وہ پریشان تھے اور اسے غالباً اس لیے نہیں بتایا کہ کہیں وہ بھی احمد کا ہم خیال نہ ہو جائے۔

''اُف ......!'' وہ جس قدر سوچتا اسی قدر اُلجھنے کے ساتھ تلملا رہا تھا۔ کیا کرے، کہاں جائے، احمد کا فون آنے سے پہلے جو فائل دیکھ رہا تھا وہ اسی طرح سامنے کھلی پڑی تھی۔ اس کے صفحے پلٹتے ہوئے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ فائل کس مقصد کے تحت اس کے

سامنے رکھی گئی تھی۔

''سر......! شیروانی صاحب آئے ہیں۔'' پیون نے دروازہ کھول کر اسے اطلاع دی اور اسے یاد نہیں آیا کہ اس نے خود انہیں بلایا تھا۔ صاف منع کر دیا۔

''نہیں مل سکتا اور دیکھو میرا بریف کیس گاڑی میں رکھ دو۔'' اس نے گاڑی کی چابی نکال کر اس کی طرف پھینکی اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔

''گھر جانے کو بالکل دل نہیں چاہا۔'' کتنی دیر سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا۔ ایک دو مرتبہ دوستوں کے پاس جانے کا خیال آیا لیکن وہ کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا۔ بس اعصاب پُرسکون ہو جائیں پھر وہ یکسوئی سے سوچ سکے گا۔ ابھی تو سر دَرد کر رہا تھا۔

چائے کی طلب شدید ہوئی تو وہ ایک ریسٹوران میں چلا آیا۔ پُرسکون ماحول میں ایک کپ چائے نے واقعی اس کے اعصاب پر اچھا اثر ڈالا۔ دوسرے کپ سے پہلے اس نے سگریٹ سلگائی اور سامنے دیکھا تو فارینہ اور خاور بیٹھے تھے۔

اس نے سر جھٹک کر دوبارہ اور سہ بارہ دیکھا۔ شاید یقین نہیں آرہا تھا اور جب یقین آیا تو اس کے اندر آگ بھڑک اُٹھی۔ وہ لڑکی لاکھ اس سے کوئی ناطہ کوئی واسطہ نہ رکھے اس ازلی رشتے کو کبھی نہیں توڑ سکتی تھی جو ان دونوں کو ایک دادا کی اولاد ظاہر کرتا تھا اور اسی نیت سے اس کی غیرت جوش کھا رہی تھی۔ بہت کوشش کی اس نے خود پر قابو پانے کی لیکن کامیاب نہیں ہوا تو بل پے کر کے فارینہ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

''فارینہ......! گھر چلو۔'' بظاہر سیدھے سادھے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔ جب ہی کچھ ٹپٹا کر فارینہ نے پہلے خاور کو دیکھا پھر اسے دیکھ کر بولی۔

''میں چلی جاؤں گی۔''

''نہیں ......! ابھی میرے ساتھ چلو۔'' اس نے پیشانی پر بے شمار شکنیں ڈال کر کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

''میں تمہارے ساتھ نہیں آئی۔ تم جاؤ یہاں سے۔''

''تمہیں لے کر جاؤں گا۔'' وہ اسے اُٹھانے کے لیے اس کی کلائی پکڑنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے اس نے دونوں ہاتھ نیچے کر لیے اور تلملا کر بولی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے......؟''

''گھر چلو ورنہ......'' وہ انتہائی غضب ناک ہو کر بولا۔

اور اگر یہ پبلک پیلس نہ ہوتا تو وہ ہرگز مرعوب ہونے والی نہیں تھی۔ تماشا بننے کے ڈر سے خاور کو آنکھوں میں اشارہ کرتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر تیز قدموں سے اس سے پہلے ہی باہر نکل گئی۔

اس نے ایک نظر خاور پر ڈالی لیکن بولا کچھ نہیں اور فارینہ کے پیچھے باہر آیا تو وہ دونوں بازو سینے پر لپیٹے غالباً اس کی گاڑی کی تلاش میں نظریں دوڑا رہی تھی۔

''چلو......!'' وہ اس کے قریب رُکا نہیں ''چلو'' کہتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور جب وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھی تو خلافِ توقع کچھ بولی نہیں جبکہ اس کے چہرے اور ہر انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بے حد تلملا رہی ہے۔ آنکھوں سے غصہ جھلک رہا تھا۔

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اس کی کیفیات محسوس کر رہا تھا اور خیال تھا کہ وہ اچانک پھٹ پڑے گی۔ لیکن اسے مسلسل خود پر ضبط کرتے دیکھ کر وہ خود ہی کہنے لگا۔

''تم شاید یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں کون ہوتا ہوں تمہارے معاملات میں دخل دینے والا......؟''

وہ ہونٹ بھینچ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی تو قدرے توقف سے وہ پھر کہنے لگا۔

''مجھے واقعی کوئی حق نہیں تمہارے معاملات میں دخل دینے کا۔ اگر خاور کی جگہ کوئی اور شخص تمہارے ساتھ ہوتا تو میں ہرگز تمہیں اُٹھا کر نہ لے آتا۔ کیونکہ نئے ساتھی کے انتخاب کا تم نہ صرف حق رکھتی ہو بلکہ تمہیں آزادی بھی حاصل ہے۔ جبکہ خاور تمہاری زندگی سے نکل چکا ہے اور اب اس سے ملنا جلنا ہر لحاظ سے ناقابل معافی جرم ہے۔''

وہ خاموش تھی۔

اور وہ ایک نظر ویو مرر میں اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

''ہاں......! اگر بچے کا کوئی مسئلہ ہے جو تمہارے خیال میں تم اور خاور مل کر حل کر سکتے ہو تب بھی تم دونوں کے درمیان کسی تیسرے شخص کا ہونا ضروری ہے یا پھر پہلے اپنے ماں باپ سے اجازت لو۔ کیا چچا جان اور چچی جان کو معلوم ہے کہ تم اس وقت خاور کے ساتھ تھیں......؟'' اس نے سوال کر کے اسے دیکھا لیکن وہ اسی طرح منہ موڑے بیٹھی رہی تو وہ تاسف سے بولا۔

''نہیں معلوم اور تم نے انہیں بتانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ جانتی ہو جب انہیں معلوم ہوگا تو کتنا شاک پہنچے گا انہیں۔ پہلے ہی دل کے مریض ہیں چچا جان۔''

''اس لیے تو نہیں بتایا۔'' وہ جیسے اپنے آپ سے بولی تھی اور وہ سن کر کچھ ٹھٹکا پھر پوچھنے لگا۔

''کیا چاہتی ہو تم......؟''

وہ اس کی طرف چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ بولی کچھ نہیں۔ تب وہ اپنے آپ سمجھ کر کہنے لگا۔

''مجھے بتاؤ......! میں کوشش کروں گا کہ تمہاری بات چچا جان تک اس طرح پہنچاؤں کہ انہیں ٹھیس نہ پہنچے۔''

''یہ کوشش میں خود بھی کر سکتی ہوں۔'' وہ رُوٹھے پن سے بولی۔

''کیوں نہیں......!'' اس نے فوراً پوچھا۔

''وقت آنے پر کروں گی اور اب یہ مت پوچھنا کہ کون سا وقت اور کب آئے گا......؟''

''نہیں پوچھوں گا اور تم بھی سن لو کہ اس وقت سے پہلے تم خاور سے نہیں ملو گی۔ یعنی جب تک چچا جان اجازت نہ دیں۔'' اس نے بہت ہلکی سی تنبیہ کے ساتھ گیٹ پر گاڑی روکی تھی کہ وہ فوراً اندر بھاگ گئی۔

اس وقت اسے بھی اندر ہی جانا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے گاڑی واپس موڑ لی۔

○ ○ ○

وہ تمام راستہ ضبط کرتی آئی تھی۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ اپنے کسی عمل کی علی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے۔ اس لیے اس کی ساری باتوں کے جواب میں وہ خاموش رہی تھی۔ لیکن گھر آتے ہی اس نے چلانا شروع کر دیا تھا۔

''مما......! مما......! کہاں ہیں آپ......؟''

''کیا بات ہے بیٹا......!'' چچی جان اس کے چلانے سے پریشان ہو کر سامنے آئی تھیں۔

''علی کو سمجھا کے رکھیں۔ اپنی حد میں رہے وہ۔'' اس نے اسی طرح چلا کر کہا تو چچی جان بہت ضبط سے بولیں۔

''کیا کیا ہے اس نے......؟ کہا کیا ہے......؟''

''میری جاسوسی کرتا پھرتا ہے۔ وہ کون ہوتا ہے میری نگرانی کرنے والا......؟ میں کچھ بھی کروں اسے کوئی حق نہیں میرے کسی معاملے میں دخل دینے کا۔'' وہ غصے میں بولتی چلی گئی تو چچی جان نے قریب آ کر اسے کندھوں سے تھام لیا۔

''آرام سے بیٹا......! آرام سے بات کرو۔''

''میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''آخر ہوا کیا......؟ آرام سے بتاؤ گی تو میں کچھ سمجھوں گی۔'' انہوں نے پھر اسے پکارا۔

''علی سے پوچھئے گا اور وہ ضرور بتائے گا کیونکہ اسے بہت شوق ہے آپ لوگوں کی نظروں میں بہت اچھا بننے کا۔'' وہ کہہ کر پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی تو چچی جان

بھی اس کے پیچھے چلی آئیں۔

''بیٹا......! تم بہت غلط کر رہی ہو۔''

''کیا......؟ کیا غلط کر رہی ہوں......؟'' اس نے جھٹک کر پوچھا۔

''یہی جو علی کے بارے میں کہہ رہی ہو۔ وہ بہت محبت کرنے والا اور فرمانبردار لڑکا ہے۔'' چچی جان نے کہا تو وہ سر جھٹک کر بولی۔

''ہونہہ......! فرمانبرداری اس کی مجبوری ہے۔''

''کوئی مجبوری نہیں...... آج کل اپنی سگی اولاد ماں باپ کا اتنا خیال نہیں کرتی جتنا وہ......''

''میں نے کہا ناں یہ اس کی مجبوری ہے۔'' وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے زور دے کر بولی۔

''یہ صرف تمہاری سوچ ہے۔''

''بہرحال آپ اسے سمجھا دیجئے کہ آئندہ میری جاسوسی کرنے سے باز رہے۔ ورنہ میں بھرے مجمعے میں اسے وہ ذلیل کروں گی کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔'' اس نے کہا تو چچی جان کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں پھر پوچھنے لگیں۔

''ابھی تم کہاں سے آ رہی ہو......؟''

''علی سے پوچھئے گا۔''

''میں تم سے پوچھ رہی ہوں اور تمہاری ہی زبانی سننا چاہتی ہوں۔'' چچی جان نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ ان کی طرف سے رُخ موڑ کر بولی

''میں خاور کے پاس گئی تھی۔''

''کیا......؟'' چچی جان پہلے سناٹے میں آئیں پھر اس کا بازو کھینچ کر پوچھنے لگیں۔

''کیوں......؟ اس کے پاس کیا کرنے گئی تھی......؟''

''اب آپ یہ مت کہہ دیجئے گا کہ میرا اس سے کیا تعلق......'' اس کی ڈھٹائی پر چچی

جان تیز ہو کر بولیں۔

''کیا تعلق ہے......؟''

''وہ میرے بچے کا باپ ہے اور یہ تعلق ٹوٹنے والا نہیں ہے۔''

چچی جان اس کی عجیب منطق پر ششدر اسے دیکھے گئیں تو اس کے کندھوں سے تھام کر اسے بیڈ پر بٹھایا پھر اپنے لہجے میں قدرے لچک پیدا کر کے کہنے لگی۔

''کیا یہ حقیقت نہیں ہے مما......! کہ میں سنی کی ماما ہوں اور وہ پاپا......؟ بے شک خاور اور میرا رشتہ ٹوٹ جائے لیکن ہمارے درمیان ایک تعلق سنی کی صورت ہمیشہ رہے گا اور اس ناطے ہم ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔''

''اعتراض تو ضرور اُٹھے گا۔'' چچی جان نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

''کیوں......؟''

''کیونکہ تم ہر کام اپنی مرضی سے کرتی پھر رہی ہو۔ مجھے یا اپنے ڈیڈی کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتیں۔'' چچی جان ناراضگی سے بولی تھیں۔

''مجھے پتا ہے آپ اور ڈیڈی بھی مجھے کسی بات کو منع نہیں کریں گے۔''

''یہ مت کہو۔'' چچی جان ٹوکتے ہوئے تاسف سے بولیں۔

''یوں کہو کہ ہمارے منع کرنے کے باوجود تم باز نہیں آؤ گی۔''

''اوہو......! ایک تو آپ......!''

''بس بیٹا......! میں تمہیں نہیں سمجھا سکتی لیکن میں تمہارے ڈیڈی سے ضرور کہوں گی۔'' چچی جان کہتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئیں تو وہ اپنے آپ جھنجلانے اور تلملانے لگی تھی اور یہی اس کی غلطی تھی کہ وہ کسی کے بھی ٹوکنے کا اتنا اثر لیتی تھی۔ بجائے اپنی غلطی تسلیم کرنے کے اسی غلط بات پر اڑ جاتی تھی۔

''دیکھتی ہوں کون روکتا ہے مجھے......! اور علی......! اسے تو میں ایسا مزہ چکھاؤں گی

کہ یاد کرے گا۔'' وہ بری طرح کھول رہی تھی۔

○ ○ ○

صبح ناشتے کی ٹیبل پر چچا جان بھی موجود تھے۔ آج ان کی طبیعت کافی بہتر تھی اور غالباً ان کا آفس جانے کا بھی پروگرام تھا۔

''فارینہ نہیں آئی......؟'' چچا جان نے فارینہ کی خالی چیئر کو دیکھ کر کہا پھر پروین سے بولے۔

''فارینہ سے کہو آ کر ناشتا کر لے۔''

علی بظاہر ناشتے میں مصروف تھا لیکن سارا دھیان پروین کی طرف منتقل ہو گیا تھا کہ وہ فارینہ کا کیا جواب لے کر آتی ہے اور خلافِ توقع فارینہ خود ہی آ گئی تو چچا جان اسے دیکھ کر بولے۔

''بیٹا......! تمہیں ناشتے کھانے میں سب کے ساتھ شریک ہونا چاہیے۔''

''جی......!'' وہ اس قدر کہہ کر اپنے لیے چائے بنانے لگی۔

''یہ سلائیس لو......! جام لگا دوں......؟'' چچی جان نے پلیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''میں لگا لوں گی۔'' وہ بہت نارمل نظر آ رہی تھی۔

چچا جان ناشتا کرنے کے ساتھ اخبار پر بھی نظریں دوڑا رہے تھے۔ چچی جان نے ان کے سامنے چائے رکھی تب وہ اخبار ایک طرف کر کے فارینہ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔

''فارینہ......! کل تم خاور سے ملی تھیں......؟''

اس اچانک سوال پر علی نے بے اختیار سر اُونچا کر کے فارینہ کو دیکھا اور اسی پل اس کی نظریں بھی اُٹھی تھیں۔ بس ایک پل کو دونوں کی نظریں ملی تھیں اور گو کہ علی نے فوراً

سر جھکا لیا تھا۔ پھر بھی وہ جیسے اس پر جتا کر بولی۔

''جی......! میں خاور سے ملی تھی۔''

''کیوں......؟'' چچا جان کی پیشانی پر بے شمار شکنوں سے وہ کچھ خائف ہو گئی۔

''جی وہ سنی......''

''سنی کا کیا مسئلہ ہے......؟ تم اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو مجھ سے کہو......! میں اسے یہیں لے آؤں گا۔ تمہیں خاور سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' چچا جان نے حتمی انداز میں اسے تنبیہ کی تو وہ خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''لیکن ڈیڈی......! یہ ہم مل کر طے کریں گے کہ سنی......''

''نہیں......! تمہیں اب کچھ طے نہیں کرنا۔'' چچا جان نے اس کی بات کاٹ دی پھر علی کو مخاطب کیا۔

''علی......!''

''جی چچا جان......!'' وہ لاتعلق نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا پھر بھی فوراً متوجہ ہوا۔

''بیٹا......! تم خاور سے مل کر طے کرو کہ سنی ہفتے میں دو دن اس کے پاس رہے گا اور باقی دن یہاں فارینہ کے پاس۔'' چچا جان نے کہا تو وہ ہمیشہ والی سعادت مندی سے بولا۔

''جی......!''

''اس کے علاوہ کوئی اور مسئلہ ہے تو بتاؤ......؟'' چچا جان نے پھر فارینہ کی طرف رُخ موڑا تو وہ بجائے جواب دینے کے اُٹھ کر چلی گئی۔

''بے وقوف ہے یہ لڑکی......!'' چچا جان کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے تو علی بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''ٹھیک ہے......! ہم چلتے ہیں اور تم فارینہ کا خیال رکھنا۔'' انہوں نے چچی جان

سے کہا پھر علی کو چلنے کا اشارہ کیا تو وہ ''خدا حافظ'' کہہ کر ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تمام راستہ چچا جان نے پھر کوئی بات نہیں کی۔ جبکہ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے خاور سے کب ملنا چاہیے۔ لیکن وہ ان کی غیر معمولی خاموشی توڑنے کی جسارت نہیں کر سکا اور اسی خاموشی سے وہ انہیں ان کے کمرے تک چھوڑ کر خود اپنے کمرے میں آ بیٹھا اور ابھی خود کو کام کے لیے تیار کر ہی رہا تھا کہ فارینہ کا فون آ گیا۔

''کون فارینہ......!'' وہ واقعی حیران ہوا تھا۔

''ہاں......! اور میں نے تمہیں یہ کہنے کے لئے فون کیا ہے کہ تم خاور سے نہیں ملو گے۔'' فارینہ نے فوراً اپنے فون کرنے کا مقصد بیان کیا تو وہ جزبز ہو کر بولا۔

''میں چچا جان کی بات نہیں ٹال سکتا۔''

''میں یہ سب نہیں جانتی۔ بس تم اس سے نہیں ملو گے۔'' وہ آواز سے ہی بہت تلملائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے......! پھر تم بتاؤ جب چچا جان مجھ سے پوچھیں گے تو میں انہیں کیا جواب دوں......؟'' اس نے پوچھا تو وہ جھنجھلا کر بولی۔

''کچھ بھی کہہ دینا۔''

''مثلاً......؟''

''مثلاً یہ کہ اس سے تمہارا رابطہ نہیں ہو رہا۔ وہ پتا نہیں کہاں ہے یا ایسی ہی کوئی بات۔ سن رہے ہو ناں......؟''

''ہاں......!''

''بس......! مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔'' وہ فون رکھنے لگی تھی کہ علی نے فوراً اسے پکار لیا۔

''سنو......! مجھے کچھ پوچھنا ہے۔''

''کیا......؟'' وہ جیسے با دلِ نخواستہ بولی تھی۔

''تم کیوں نہیں چاہتیں کہ میں خاور سے ملوں......؟'' اس نے پوچھا۔

''بس......! نہیں چاہتی۔'' ہمیشہ والا ضدی انداز اور فون بھی بند ہو گیا تو اس نے ریسیور رکھ کر گہری سانس کھینچی تھی۔

○○○

رات میں وہ چچا جان کے کمرے میں اس خیال سے ان کے پاس آ بیٹھا کہ شاید وہ خاور سے متعلق کوئی بات کریں۔ لیکن آفس کے معاملات یوں زیر بحث آئے کہ پھر اور کوئی موضوع آیا ہی نہیں یعنی مسلسل دو گھنٹے آفیشل باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ چچی جان نے اسے کھانے کے لئے بلا لیا تو پہلی بار ٹیبل پر بیٹھتے ہی اس نے فارینہ کا پوچھا ورنہ اس کی غیر موجودگی صرف محسوس کرتا تھا۔ کبھی سوال نہیں کیا۔ جب ہی چچی جان نے کچھ چونک کر اسے دیکھا پھر کہنے لگیں۔

''پتا نہیں کب کھانا کھائے گی......؟ کہہ رہی تھی جب بھوک لگے گی کھا لوں گی۔''

''آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔'' وہ بلا ارادہ کہہ گیا۔ پھر فوراً احساس ہونے پر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

''میرا مطلب ہے وہ شاید اپنے بچے کے لیے پریشان رہتی ہے۔''

''تو بیٹا......! اس سے کس نے کہا تھا کہ بچہ اس کے پاس چھوڑ آئے......؟''

چچی جان نے فارینہ کی پریشانی کو سراسر اس کا اپنا قصور قرار دے دیا۔ پھر پوچھنے لگیں۔

''تم خاور سے ملے......؟''

''نہیں چچی جان......! آج تو آفس میں کام اتنا تھا کہ اور کچھ یاد ہی نہیں رہا۔'' وہ سہولت سے بات بنا کر کھانے میں لگ گیا۔

پھر کھانے کے بعد سگریٹ کی طلب اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔ ابھی تک اس نے کپڑے بھی نہیں بدلے تھے سگریٹ سلگا کر بس جوتے موزے اُتارے اور بیڈ پر

قدرے نیم دراز ہو گیا۔ فی الحال سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن جو سگریٹ اُنگلیوں میں جل رہا تھا وہ بھی پورا نہ پی سکا۔ اس سے پہلے ہی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ شاید دن بھر کی تھکان کے باعث، بہت سستی سے اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں گرا دیا اور کپڑے بدلنے کے خیال سے الماری کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اُٹھنے کی ہمت ہوئی نہ نیند نے مہلت دی تھی۔

صبح آنکھ کھلی تو چچی جان کے ہاتھ میں چائے کا کپ دیکھ کر وہ ہڑبڑا کر اُٹھ کر بیٹھ گیا اور فوراً ان کے ہاتھ سے کپ لیتا ہوا بولا۔

''آپ نے کیوں تکلف کی چچی جان......! پروین نہیں آئی کیا......؟''

''رات تم اتنی جلدی سو گئے۔ میں پریشان ہو گئی۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری......؟'' چچی جان نے اس کا سوال نظر انداز کر دیا پھر بھی ان کی بات میں جواب موجود تھا۔

''میں ٹھیک ہوں چچی جان......! کل کچھ تھکا ہوا تھا اس لئے جلدی سو گیا۔ آپ بیٹھیں ناں......!''

''بس......! چلتی ہوں۔ تمہارے چچا جان کے لیے ناشتا بنا دوں۔'' چچی جان کہتی ہوئی چلی گئیں تو وہ چائے کا کپ لیے ہوئے کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا۔

رات بھرپور نیند نے اسے خاصا فریش کر دیا تھا اور اس وقت ذہن میں کوئی سوچ بھی نہیں تھی۔ شاید کہیں کونے کھدروں میں جا چھپی تھیں۔ چائے کے بعد سگریٹ پینے تک وہ صبح کی نرم لطیف ہوا سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس کے بعد ایکسر سائز کے انداز میں دونوں بازوؤں کو دائیں بائیں پھیلایا، پھر سر کے اُوپر کیا اس کے بعد جھک کر پیروں کے انگوٹھوں کو چھوا اور جب سیدھا ہوا تو کھڑکی سے باہر لان میں فارینہ کو دیکھ کر چند لمحے وہ یونہی کھڑا رہا۔ کچھ دیر پہلے وہ وہاں موجود نہیں تھی تو منظر خوبصورت تھا اور اب خوبصورت ترین۔ جانے وہ کس موڈ میں تھی یا جانے کیا سوچ رہی تھی کہ اس کے چہرے

پرنرم مسکراہٹ چمک رہی تھی۔اس کا دل چاہا وہ چپکے سے جا کراس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دے۔کیسی انہونی خواہش تھی۔وہ اپنے آپ ذرا سا ہنسا۔پھر کچھ سوچ کرلان میں نکل آیا۔یوں جیسے اس نے فارینہ کو دیکھا ہی نہیں۔

''علی......!''مدتوں بعد فارینہ نے اسے نرمی سے پکارا تھا۔

''ہاں......!''قصداً چونکا پھراس کے قریب جا کر پوچھنے لگا۔

''مجھے بلایا......؟''

''آج آفس نہیں جارہے......؟''وہ شاید اصل بات سے پہلے تمہید باندھ رہی تھی۔

جاؤں گا......!کیوں......؟تمہیں کوئی کام ہے......؟''اس نے پوچھا تو وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

''نہیں......!مجھے کیا کام ہوگا......؟''اس نے کہہ کرقدم آگے بڑھا دیئے تو وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

''آج تم جلدی اُٹھ گئیں......؟''

''بس......!آنکھ کھل گئی تو اُٹھ گئی خلافِ عادت۔''وہ بہت آرام سے جواب دے رہی تھی۔جس سے وہ اندر ہی اندر حیران ہو رہا تھا۔

''اب سارا دن کیا کروگی......؟''

''تمہارے خیال میں کیا کرنا چاہیے مجھے......؟''وہ اُلٹا اس سے پوچھنے لگی۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں......؟''وہ یہی کہہ سکا۔

''ہاں......!تم کیا کہہ سکتے ہو......؟تم نے شاید اپنے بارے میں بھی کبھی نہیں سوچا ہوگا،جو ڈیڈی نے کہہ دیا اس پر عمل کرلیا۔''وہ جاتے جاتے بھی اس پر جتا گئی تھی کہ اس کی اپنی کوئی سوچ نہیں ہے۔

اوراس بات سے وہ خاصا بددل ہو کر واپس اپنے کمرے میں آیا اور آفس جانے کی

تیاری کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلا تو چچا جان لاؤنج میں بیٹھے نظر آئے۔آفس کے لیے تیار،لیکن ان کا چہرہ کل شام کی نسبت مرجھایا ہوا لگ رہا تھا۔جب ہی وہ رُک کر کہنے لگا۔

''میرا خیال ہے چچا جان......!ابھی کچھ دن آپ مکمل آرام کریں۔''

''بہت آرام کرلیا بیٹا......!جاؤ تم ناشتا کرو۔''چچا جان بولے تو ان کا لہجہ بھی غیر معمولی طور پر تھکا ہوا،کمزور یا ٹوٹا ہوا تھا۔

اس نے شدت سے محسوس کیا لیکن کچھ بولا نہیں اور ان کے کہنے پر سیدھا ڈرائنگ روم آ پہنچا۔

چچی جان موجود تھیں فارینہ غائب اور اس نے اس کے بارے میں نہیں پوچھا۔

چپ چاپ بیٹھ کر ناشتا کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ اس سارے منظر میں ایک صرف وہی متحرک ہے باقی ہر شے ساکن۔فوراً چچی جان کو دیکھا۔وہ گم سم بیٹھی تھیں۔

وہ کچھ ٹھٹکا،کچھ حیران ہوا پھر دھیرے سے پکار کر بولا۔

''چچی جان......!کیا بات ہے......؟''

''ہوں......!''چونکتے ہوئے ان کے ہونٹوں سے گہری سانس خارج ہوئی پھر پوچھنے لگیں۔

''تم کچھ کہہ رہے ہو......؟''

''آپ کیا سوچ رہی تھیں......؟''اس نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں......!تم نے چائے نہیں پی......؟''انہوں نے فوراً بات بدل دی اور اسے کریدنے کی عادت نہیں تھی۔پھر یہ بھی جانتا تھا کہ چچی جان اس سے کچھ چھپاتی نہیں ہیں۔ابھی نہیں تو بعد میں بتا دیں گی۔لیکن دو تین دن گزر گئے۔

چچا جان بھی چپ چپ سے تھے اور چچی جان بھی اپنے آپ پریشان پھر رہی تھیں اور اس سے زیادہ وہ انتظار نہ کر سکا۔

اس شام آفس سے لوٹا تو اسی مقصد سے چچی جان کے پاس آ بیٹھا۔ ان کا حال احوال بہت عجلت میں پوچھا اس کے بعد فوراً کہنے لگا۔

''مجھے لگتا ہے چچی جان......! میں نے کسی مقام پر آپ کو مایوس کیا ہے۔ چچی جان......! اب آپ مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہیں......؟''

''یہ کیسی بات کر رہے ہو......؟'' چچی جان نے چونک کر ٹوکا۔

''میں کیوں تم پر بھروسہ نہیں کروں گی......؟ میرے اپنے بیٹے ہو تم......!''

''تو پھر جلدی سے بتایئے کیا بات ہے......؟ کیوں اتنی پریشان ہیں آپ اور چچا جان بھی......؟'' اس نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر پوچھا تو وہ کچھ رُک کر بولیں۔

''کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا بتاؤں تمہیں......! فارینہ نے پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔''

''کیا کہتی ہے......؟'' وہ بے صبری کا مظاہرہ کر گیا۔

''کہتی ہے دوبارہ خاور سے شادی کروں گی۔''

''جی......؟'' وہ ایک دم سناٹے میں آ گیا۔ چچی جان کے ہاتھوں پر اس کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ انہیں سہارا دینے بیٹھا تھا۔ خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

⊖ ⊖ ⊖

''زندگی کو کھیل سمجھ لیا ہے اس نے......اتنی عقل نہیں ہے کہ جس شخص کے ساتھ پہلے نباہ نہیں ہو سکا تو اس سے دوبارہ......'' چچی جان کی آواز کہیں دُور سے آ رہی تھی۔ وہ فارینہ کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے اسے انتہائی نامناسب قرار دے رہی تھی۔ ساتھ ہی ان کے آنسو بھی بہہ نکلے تھے۔

وہ گم سم بیٹھا تھا۔ جب چچی جان کے آنسو اس کے ہاتھوں پر گرے تب اس کے ساکت وجود میں ذرا سی حرکت ہوئی اور اپنے ہاتھوں کی پشت پر چمکتے قطرے دیکھے تو ایک دم ہوش میں آ گیا۔ فوراً ان کے آنسو پونچھے پھر اسی مضبوطی سے ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔

''کیوں......؟'' آپ نے پوچھا نہیں کہ وہ دوبارہ خاور سے شادی کیوں کرنا چاہتی ہے......؟''

''کیا پوچھوں بیٹا......! مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی۔ کبھی کہتی ہے بچے کے لیے، کبھی کہتی ہے وہ صرف خاور ہی کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے۔'' چچی جان نے بتایا تو وہ پُرسوچ

انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔ تب ہی عقب سے فارینہ کی آواز آئی۔

''ماما......! میں ذرا باہر جا رہی ہوں......خاور کی طرف۔'' غالباً اس پر بعد میں نظر پڑی تو خاور کا نام لے کر جتایا اور وہیں سے جانے لگی کہ وہ ایک دم اس کی طرف گھوم کر بولا۔

''رُکو فارینہ......!''

وہ جیسے بادلِ نخواستہ رُکی تھی۔

''یہاں آکر بیٹھو......! مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' اس کے لہجے میں تحکم نہیں تھا۔ جانے کیا تھا کہ وہ خاموشی سے آکر بیٹھ گئی۔

''چچی جان بتا رہی ہیں تم خاور سے دوبارہ شادی کرنا چاہتی ہو......؟'' اس نے اسے نظروں کی گرفت میں لے کر پوچھا۔

فارینہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن دیکھا ایسی نظروں سے جیسے کہہ رہی ہو۔ ''ہاں پھر......؟''

''شاید تم نہیں جانتیں......خاور سے دوبارہ عقد سے پہلے تمہیں......''

''جانتی ہوں......!'' وہ فوراً بول پڑی۔ سب جانتی ہوں۔ تمام مذہبی شرائط سے آگاہ ہوں اور تم مجھے نہیں ماما کو سمجھاؤ۔ انہیں سب کچھ ناممکن نظر آرہا ہے۔ بتاؤ انہیں کہ کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔''

''ہاں......! شاید کچھ بھی ناممکن نہیں۔'' اس نے دُکھ سے سوچا اور گہری سانس سینے کے اندر دبا کر اسے دیکھا۔ اس کے اتنے واضح اعتراف کے بعد اب کیا کہہ سکتا تھا۔

او کے ماما......! میں چلتی ہوں۔'' وہ کہتی ہوئی اُٹھ کر چلی بھی گئی تو وہ غائب دماغی سے چچی جان کو دیکھنے لگا۔

''سنا م نے......! اس کے لیے کچھ ناممکن نہیں۔'' اس کے دیکھنے پر چچی جان نے کہا تو کتنی دیر سے سینے میں دبی گہری سانس وہ ہونٹوں کی تہہ سے آزاد کرتے ہوئے

بولا۔

''ناممکن تو واقعی نہیں ہے چچی جان......! لیکن وہ غلطی کر رہی ہے۔ دوبارہ خاور کی زندگی میں داخل ہو کر وہ اپنا اصل مقام بھی کھو دے گی۔ اس مرد کی نظر میں اس کی کوئی عزت نہیں رہے گی۔''

''تمہارے چچا جان بھی یہی کہہ رہے تھے اور اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی۔''

''وہ نہیں سمجھے گی۔ کیونکہ سمجھنا چاہتی ہی نہیں۔'' اس نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا اور چچی جان آئندہ کی فکر کے ساتھ خدشات ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

''پھر بتاؤ ہم کیا کریں......؟ بے شک یہ سب ناممکن نہیں ہے لیکن اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ کوئی شریف آدمی صرف حلالہ کی شرط پر شادی کے لیے تیار نہیں ہوتا اور اگر کوئی ایسا ویسا مل گیا تو اور مصیبت سر آن پڑے گی۔''

وہ اپنی سوچوں سے نکل کر بالکل غیر ارادی طور پر بغور چچی جان کو دیکھنے اور سننے لگا تھا۔

''شرائط کی بنیاد پر شادی کرنے والا کبھی قابلِ بھروسا نہیں ہوسکتا۔ ایسا شخص اگر کمینگی پر اُتر آیا تو فارینہ کی زندگی عذاب ہو جائے گی اور پھر وہ اِدھر کی رہے گی نہ اُدھر کی۔'' چچی جان ماں تھیں۔ بولتے ہوئے ایسے کسی تصور سے ہی آبدیدہ ہوگئیں۔

وہ چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا۔

چچی جان نے پلو سے آنکھیں صاف کیں پھر کہنے لگیں۔

''شاید ہم سے کہیں کوتاہی ہوئی یا کسی گناہ کی سزا......؟''

''نہیں چچی جان......! ایسا نہیں کہیں۔'' اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ لگا لیا اور کچھ دیر اپنے وجود کا سہارا دے کر انہیں حوصلہ دیا۔ پھر اُٹھ کر ان کے پیروں کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''فارینہ کیا چاہتی ہے......؟ اس بات کو چھوڑیں اور یہ بتائیں آپ کیا چاہتی

ہیں......؟''

''میں کیا چاہوں گی بیٹا......! مجھے فارینہ کی خوشی چاہیے اور وہ جو سمجھتی ہے کہ خاور کے ساتھ خوش رہے گی تو نادان ہے۔ وہ خوشی کے چند لمحے بھی نہیں ملیں گے اسے اور اگر بچے کا خیال ہے تو یہاں بھی مل سکتا ہے اسے......مل سکتا ہے ناں......؟''

''جی......!'' وہ جانے ان کے منہ سے کیا سننا چاہتا تھا جب ہی بنا سوچے سمجھے جلدی سے ''جی'' کہہ کر پھر سوالیہ نظریں ان کے چہرے پر جما دیں۔

''بس تو بیٹا......! میں یہی چاہتی ہوں کوئی اچھا رشتہ ہو جو اسے بچے کے ساتھ قبول کرلے اور وہ نئی زندگی میں خوش رہے۔ گزشتہ زندگی کی طرف پلٹ کر دیکھنا بھی اس کے لیے حماقت ہے اور تم دیکھ رہے ہو وہ کیسی حماقت کر رہی ہے۔'' چچی جان نے اپنی بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا تو وہ ہلکے سے ان کے ہاتھ تھپک کر بولا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے سمجھا لوں گا۔ کسی بھی طرح بس آپ ایک وعدہ کریں کبھی مجھ سے بدگمان نہیں ہوں گی۔''

''نہیں بیٹا......! میں کبھی تم سے بدگمان نہیں ہو سکتی۔'' چچی جان نے اس کی پیشانی پر آئے ہوئے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سنوارا پھر اس کی پیشانی چوم لی۔

یہ ممتا بھرا لمس چچی جان کی طرف سے دوسری بار ملا تھا۔ ایک بار بہت پہلے وہ بیمار ہو گیا تھا اور نیم بے ہوشی کے عالم میں بھی اس نے یہ لمس محسوس کر لیا تھا۔ پھر بھی وہ ہمیشہ یہ سوچتا رہا کہ کوئی عورت اس کی اماں نہیں ہو سکتی۔ اماں کی جگہ پر کھڑی ہونے والی، ان جیسی محبت دینے والی بیشک ان جیسے احترام کی حقدار ہو جائیں لیکن اماں نہیں ہو سکتی اور اب اسے لگا کہ اماں زندہ ہو گئی ہیں بلکہ شاید وہ مری ہی نہیں تھیں۔ ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر اسے بہت شانتی ملی تھی۔

○○○

''تم سنی کو کیوں نہیں لائے......؟ میں نے تم سے کہا بھی تھا۔'' فارینہ خاور کے سامنے بیٹھی مسلسل اسی بات پر اُلجھ رہی تھی۔

''ہاں......! لیکن اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے نہیں لایا۔'' اور خاور مزید بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ بے تابی سے پوچھنے لگی۔

''کیا......؟ کیا ہوا ہے سنی کو......؟''

''پریشان مت ہو......! معمولی بخار ہے۔'' خاور نے کہا تو وہ پھر اُلجھ پڑی۔

''تو لے آتے......یہیں سے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اُسے۔''

''ڈاکٹر کو دِکھا چکا ہوں۔'' وہ لاپرواہی سے کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''خاور......!'' قدرے توقف سے وہ اسے متوجہ کر کے کہنے لگی۔

''مجھے لگتا ہے جیسے تم جان بوجھ کر سنی کو مجھ سے دُور رکھ رہے ہو......؟''

''یہی بات ہے۔'' خاور نے ڈھٹائی سے اعتراف کیا تو وہ چیخ پڑی۔

''کیوں......؟ کیوں......؟''

''آہستہ......! ہم گھر میں نہیں بیٹھے۔'' خاور نے اطراف کا احساس دلایا تو وہ جز بز ہو کر بولی۔

''بتاؤ ناں......!''

''دیکھو فارینہ......! ابھی سنی آرام سے ہے۔ اگر ایک بار بھی میں نے اسے تم سے ملوا دیا تو پھر وہ بار بار ضد کرے گا اور ڈسٹرب بھی ہو جائے گا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم ایک ہی بار اس کے سامنے آؤ اور پھر کبھی نہ جاؤ۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو ناں......؟''

''ہوں......!'' وہ ذرا سا سر ہلا کر گلاس ونڈو سے باہر دیکھنے لگی۔ جانے کیوں اسے اچانک بڑا عجیب سا لگنے لگا تھا اور شاید خاور اس کی کیفیت سمجھ گیا تھا۔ جب ہی اس کا دھیان بٹانے کی خاطر پوچھنے لگا۔

''سنو......! کیا پھر تمہارا کزن آ رہا ہے......؟''

"کون علی......؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں......! وہی جو اس روز تمہیں زبردستی یہاں سے اُٹھا کر لے گیا تھا۔" خاور نے کہا تو اب وہ دانت پیس کر بولی۔

"اب اس کی مجال نہیں ہے۔ میں اس کے سامنے گھر سے نکلی ہوں اور یہ کہہ کر کہ میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

"اچھا......! اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا......؟" وہ بہت طریقے سے اسے اُکسا رہا تھا۔

"نہیں......! کیونکہ میں ممی ڈیڈی سے کہہ چکی ہوں کہ میں دوبارہ تم سے شادی کروں گی۔" اس نے کہا تو وہ بمشکل اپنی خوشی چھپا سکا اور لہجے میں جذبوں کی شیرینی سمو کر بولا۔

"ہاں فارینہ......! ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر اُدھورے ہیں۔"

"لیکن خاور......! اب پہلے تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا کہ تم ساری فضول حرکتیں چھوڑ دو گے۔ تب ہی میں تم سے شادی کروں گی۔"

"میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی چھوڑ چکا ہوں، توبہ کر چکا ہوں ساری بُری عادتوں سے۔" اس نے کہا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر پوچھنے لگی۔

"سچ کہہ رہے ہو......؟"

"جو چاہے قسم لے لو......!" وہ فوراً بولا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تم نے مجھے خوش کر دیا۔" وہ واقعی خوش ہوگئی۔

"پھر ہم کب ایک ہو رہے ہیں......؟" وہ اسے نظروں کی گرفت میں لے کر بولا تو وہ ہنس پڑی۔

"بے وقوف ہو تم......! ایسے کیسے ایک ہو سکتے ہیں......؟"

"پھر اور کیا شرط ہے تمہاری......؟" وہ شاید سمجھا نہیں تھا۔

"میری کوئی شرط نہیں ہے۔ مذہب کی لگائی ہوئی شرطیں ہیں۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ پہلے مجھے کہیں اور شادی کرنی پڑے گی۔" اس نے کہا تو وہ ہونٹ بھینچ کر اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں......؟ حلالہ کی شرط پر کون شادی پر تیار ہوگا......؟" اس نے کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"یہ تو بڑا مسئلہ ہوگیا۔"

"ہاں......! میں رات بھر اس مسئلے پر سوچتی رہی ہوں لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ میں کیا کروں......؟ بلکہ میں زیادہ پریشان ہوگئی۔"

"نہیں......! تم پریشان مت ہو۔ ایسا کوئی شخص میں سوچوں گا بلکہ ڈھونڈ نکالوں گا۔ ٹھیک ہے......؟" وہ اس کا ہاتھ تھپک کر مسکرایا۔

اور وہ کوشش کے باوجود نہیں مسکرا سکی۔

○ ○ ○

اسے آفس کے مسائل سے کافی حد تک چھٹکارہ مل گیا تھا۔ کیونکہ اب چچا جان بھی باقاعدگی سے آفس جانے لگے تھے اور انہوں نے اس سے کہا بھی کہ ایک دو روز کے لیے نواب شاہ چلا جائے کیونکہ اس بار ابا نے اسے خط لکھنے کی بجائے چچا جان کو خط لکھ کر تاکید کی تھی کہ اسے ضرور بھیج دیں اور وہ جانا بھی چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے وہ فارینہ کی طرف سے چچی جان کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔ یعنی جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ فارینہ کو سمجھائے گا۔

اور اسے وہ کیسے سمجھائے جس کا کہنا تھا کہ وہ سب سمجھتی ہے۔ ہر بات سے آگاہ ہے۔

اس وقت وہ کھانے کے بعد اپنے کمرے میں آ بیٹھا تھا۔ وہیں سگریٹ کی طلب

کھینچ لائی تھی۔ پروین سے چائے کا کہتے ہوئے آیا تھا اور ابھی سگریٹ ختم نہیں ہوئی تھی کہ پروین چائے لے آئی۔ وہ سگریٹ ایش ٹرے میں ڈال کر چائے پینے لگا۔

گزشتہ تین روز سے ایک ہی سوچ تھی کہ وہ فارینہ کو کیسے سمجھائے۔ شام میں جب وہ آفس سے لوٹا تو اس وقت وہ گھر پر نہیں تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کے سامنے ہی آئی تھی۔ چچی جان نے کھانے کے لیے بلوایا تو اس نے کہلوا بھیجا تھا کہ میں کھا کر آئی ہوں۔ اس پر چچی جان نے جس طرح اسے دیکھا وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ یعنی ابھی تک وہ اسے روک نہیں سکا اور وہ کیسے روکے۔

''نرمی......! سختی......!'' چائے پیتے ہوئے وہ اسی نہج پر سوچ رہا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد فارینہ کو اندر آتے دیکھ کر بالکل غیر ارادی طور پر وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اندر ہی اندر حیران بھی ہو رہا تھا۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' فارینہ نے کہا تو جس کرسی پر وہ بیٹھا تھا وہی اس کی طرف دھکیل کر بولا۔

''ہاں......! آؤ بیٹھو......!''

فارینہ نے پہلے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا پھر آ کر بیٹھ گئی۔ تب وہ دوسری کرسی کھینچ کر بیٹھا اور بہت خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

فارینہ کچھ دیر سر جھکائے اپنے ناخنوں کو دیکھتی رہی پھر ایک دم سر اُونچا کر کے بولی۔

''تم مجھ سے شادی کرو گے......؟''

اور وہ ابھی چونکا بھی نہیں تھا کہ کہنے لگی۔

''میرا مطلب ہے وہ جو مذہب نے ایک شرط رکھی ہے۔ خاور تک پہنچنے سے پہلے اس کی بنیاد پر۔''

اسے اتنا شدید دھچکا لگا کہ سنبھلنے میں بہت دیر لگی پھر بھی کچھ بول نہیں سکا جبکہ وہ

''ہاں، ناں'' سننے کے لیے پوری توجہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ تب اس نے سگریٹ نکال کر سلگائی اور گہرا کش لیتے ہی اس کے اور اپنے درمیان دُھوئیں کی چادر تان دی اور اس سے پہلے کہ وہ منہ چھپاتی اس نے ایک اور کش لے کر پھر ایسا ہی کیا تو وہ اُٹھتے ہوئے بولی۔

''مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا اور تمہاری طرف سے بھی میں صرف ایک لفظ سننا چاہتی ہوں۔ ہاں یا ناں۔''

ابھی اسے جانے پر آمادہ دیکھ کر وہ بول پڑا۔

''سوچنا چاہتے ہوں۔''

''اس کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ سوچا وہاں جاتا ہے جہاں سود و زیاں کا اندیشہ ہو۔ تمہارا کیا جائے گا......؟ بہرحال سوچ لو......!'' وہ ایک طرح سے احسان کرتے ہوئے چلی گئی۔

اور وہ کرسی کے بازو پر زور زور سے مکے مارنے لگا۔ دل پر جو چوٹ پڑی تھی اس کے بعد کسی چوٹ کا احساس نہیں تھا۔

''کاش......! یہ لڑکی اس کی چچا زاد نہ ہوتی۔'' اس وقت اگر اسے خیال تھا تو صرف چچا جان اور چچی جان کا ورنہ اسے وہ اسی وقت عملی طور پر سمجھا دیتا کہ اس کا کیا جائے گا یعنی اس لڑکی کی نظروں میں اس کی کوئی عزت، کوئی وقعت نہیں تھی۔ خاور تک پہنچنے کے لیے فالتو مہرہ۔

''نہیں فارینہ احمد......! نہیں......!'' اس نے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں بالوں میں پھنسا کر سر کو زور زور سے جھٹکے دیئے پھر اُٹھ کر الماری تک آیا اور بیگ میں اپنے دو تین سوٹ ڈال کر کمرے سے نکل آیا۔

چچا جان اور چچی جان نے بہت کہا کہ صبح چلے جانا لیکن وہ نہیں مانا کیونکہ یہ قیامت کی رات تھی اور یہ صرف وہی جانتا تھا کہ اگر یہاں ٹھہر گیا تو پھر اس رات کی سحر کبھی نہیں

ہو گی۔

چچی جان جلدی سے اپنی الماری میں سے جانے کیا کیا نکال کر اسے کے بیگ میں ڈالنے لگیں۔ ساتھ ساتھ بتاتی جا رہی تھیں۔

''یہ تمہاری ماں کے لیے، یہ زبیدہ، یہ حمیدہ، یہ چھوٹی کے لئے۔''

وہ صرف دیکھ رہا تھا، سنائی کچھ نہیں دے رہا تھا۔ پھر جیسے ہی چچی جان نے بیگ بند کیا وہ اُٹھ کر باہر نکل آیا۔ چچا جان کے کہنے کے باوجود اس نے گاڑی نہیں لی اور ویگن سے سفر کیا۔

تمام راستہ حقیقتاً اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔ جب گھر پہنچا رات دو ڈھائی کا عمل تھا۔ ابا نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھ کر حیران ہو گئے۔

''صبح آجاتے......؟''

''لمبی رات چل رہی ہے ابا......! صبح پتا نہیں کب ہو گی۔'' وہ ان کے سینے سے لگا تو بچوں کی طرح رو پڑا۔

''خیر تو ہے ناں بچہ......!'' ابا پریشان ہو گئے۔

''تمہاری ماں کو اُٹھاؤں......؟''

''نہیں......! سونے دیں۔ مجھے بھی سلا دیں۔''

اتنا بے بس اتنا کمزور کہ ناتواں بازوؤں کا سہارا لے کر اندر آیا اور ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

''بہت تھک گیا ہے اتنا کام بھی تو کرتا ہے۔ میں تیرے لیے دودھ لے کر آتا ہوں۔'' ابا نے اس کا سر تکیے پر رکھا اور اُٹھ کر چلے گئے کچھ دیر بعد دودھ کا گلاس لیے واپس آئے تو وہ سو رہا تھا۔

○○○

وہ رات بھر بہت بے چین رہی تھی حالانکہ جب وہ علی سے شادی کی بات کر کے آئی

تھی تو اس کا خیال تھا کہ اب وہ آرام سے سو جائے گی کیونکہ اس کی محبت سے واقف تھی۔ جانتی تھی کہ وہ اسے پسند کرتا ہے اور اب سے نہیں بہت پہلے سے اور شاید اسی لیے اسے یقین تھا کہ وہ اس کی بات رد نہیں کرے گا۔ لیکن جب اس نے تکیے پر سر رکھ کر سو جانا چاہا تو اچانک جانے کیا ہوا کہ اس کے یقین میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں اور پھر لاکھ اس نے خود کو بہلانا چاہا لیکن آس و نراس کی کیفیت نے اسے بے حد مضطرب کر دیا تھا۔ رات کے آخری پہر تک وہ کروٹیں بدلتی رہی۔ اس دوران کتنی بار اس نے سوچا کہ اسی وقت جا کر علی سے جواب مانگے۔ لیکن صرف اس خیال سے خود کو روکے رکھا کہ کہیں وہ اس کی بے صبری کا تمسخر نہ اُڑائے۔ حالانکہ وہ خود بڑے آرام سے اسے ہرٹ کر جاتی تھی۔

بہر حال رات کے آخری پہر جا کر کہیں اس کی آنکھ لگی تھی۔ پھر بھی صبح وہ بہت جلدی اُٹھ گئی اور صرف علی کے تاثرات دیکھنے کے لیے سب سے پہلے ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھی۔

''ارے......! تم اتنی جلدی اُٹھ گئیں......؟'' اس کے مما ڈیڈی آئے تو اسے دیکھ کر دونوں نے حیرت کا اظہار کیا۔

''ہاں بس......!'' وہ بظاہر انجان سی بن کر اپنے کپ میں چائے ڈالنے لگی لیکن اس کا سارا دھیان علی کی چیئر کی طرف تھا اور اس کے خیال میں وہ ابھی آ کر بیٹھے گا۔

جب مما ڈیڈی نے ناشتا شروع کیا تب وہ پوچھے بغیر رہ نہیں سکی۔

''علی ناشتا نہیں کرے گا......؟''

''علی نواب شاہ گیا ہے۔'' مما نے بتایا تو وہ حیران ہوئی۔

''کب......؟''

''رات......! پتا نہیں اچانک کیسے اس کا پروگرام بن گیا......؟ صبح کا انتظار بھی نہیں کیا۔ کل دن میں آپ سے ذکر کیا تھا اس نے......؟'' مما ڈیڈی کی طرف متوجہ ہو گئی

تھیں۔

اور اسے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ وہ اچانک گیا تھا یا کسی پروگرام کے تحت۔ اس کے برعکس اسے اس کے جانے پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر چلا گیا تھا۔

ایک ذرا سی ہاں یا ناں کہنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ وہ اندر ہی اندر تلملا کر سوچ رہی تھی اور اب اسے اپنا یہاں بیٹھنا بھی فضول لگ رہا تھا۔ جب ہی بقیہ چائے ایک ہی گھونٹ میں حلق سے اُتار کر وہ وہاں سے اُٹھ گئی اور اپنے کمرے میں آ کر ڈیڈی کے جانے کا انتظار کرنے لگی۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈیڈی آفس کے لیے نکلے تھے اور ان کے جاتے ہی وہ مما کے پاس آ کر پوچھنے لگی۔

''مما......! علی نواب شاہ کیوں گیا ہے......؟''

''اپنے گھر والوں سے ملنے بیٹا......! کیوں......؟ تم اس کے لیے پریشان کیوں ہو رہی ہو......؟'' مما نے جواب کے ساتھ پوچھا تو وہ تیز ہو کر بولی۔

''میں اس کے لیے پریشان کیوں ہوں گی......؟''

''پھر کیوں بار بار پوچھ رہی ہو......؟ میرا مطلب ہے پہلے تو کبھی تم نے اس کے جانے آنے کا نوٹس نہیں لیا......؟'' مما نے صاف گوئی سے کہا تو وہ زچ ہو کر بولی۔

''غلطی ہو گئی۔''

''ارے نہیں بیٹا......! مجھے تو اچھا لگا۔'' مما اس کا گال چھو کر مسکرائیں۔

''اچھا......! اب یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ کب آئے گا؟'' اس نے بظاہر یوں پوچھا جیسے ان کا دل رکھنا مقصود ہو۔

''دو تین دن میں آ جائے گا۔'' مما نے بتایا تو وہ بے اختیار چیخی۔

''تین دن......؟'' پھر فوراً خود پر قابو پا کر کہنے لگی۔

''تین دن تو بہت کم ہیں تین مہینے تو اسے اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔''

''نہیں بیٹا......! یہاں آفس کون دیکھے گا......؟'' مما نے فوراً کہا۔

''ڈیڈی ہیں ناں......! اور انہیں علی پر ڈیپنڈ نہیں کرنا چاہیے۔'' وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی آئی اور کچھ دیر علی کے اچانک جانے کا سبب سوچتی رہی پھر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو خاور کو فون کر ڈالا۔

''کون......؟'' خاور کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی تھی۔

''تم ابھی تک سو رہے ہو......؟'' وہ جھنجھلا کر چیخی تھی۔

''فارینہ......! کیسی ہو......؟'' خاور نے ہوشیار ہونے کی کوشش کی تھی۔

''مجھے مشکل میں ڈال دیا تم نے......!'' وہ اچانک روہانسی ہو گئی۔

''کیا......؟ کیا ہوا ہے......؟''

''میں نے علی سے شادی کی بات کی تھی۔'' اس نے ابھی اس قدر کہا تھا کہ ادھر وہ بے خبری سے بولا۔

''پھر......؟ پھر......؟''

''وہ چلا گیا......! بغیر جواب دیئے۔''

''کہاں چلا گیا......؟''

''اپنے گھر......!''

''ہمیشہ کے لیے......؟''

''نہیں......! تین چار دنوں کے لیے۔''

''تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے......؟ آئے گا تو بات کر لینا۔'' خاور نے گویا اطمینان سے ہو کر کہا۔

''میں اتنے دن کیسے انتظار کروں......؟ اور اگر اس نے آ کر منع کر دیا......؟'' تب اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

''میرا خیال ہے فارینہ......! وہ منع نہیں کرے گا۔'' خاور نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

''فرض کرو......!''

''کیوں فرض کروں......؟ جب مجھے یقین ہے۔''

''مجھے یقین نہیں ہے۔'' اس نے کہہ کر فون پٹخ دیا تھا۔

○○○

صبح شاید کسی نے اسے اُٹھایا ہی نہیں اور خود سے اُٹھنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ میلوں نہیں برسوں کی مسافتوں کی تھکان تھی۔ دوپہر تک بالکل بے خبر رہا۔ پھر سرگوشیوں پر آنکھ کھلی تو دیکھا حمیدہ اور چھوٹی شاید اس کی نیند ٹوٹنے کے ڈر سے آہستہ آہستہ بول رہی تھیں اور فوری طور پر وہ سمجھ نہیں سکا کہ کہاں ہے۔ اس لیے آنکھیں کھولے بس انہیں دیکھتا رہا۔

اچانک حمیدہ کی نظر پڑی تو خوش ہو کر بولی۔

''بھائی اُٹھ گئے......؟'' پھر وہیں سے پکار کر اطلاع دی۔

''بیدی......! اماں......! بھائی اُٹھ گئے۔''

''تو نے اُٹھایا ہے......؟'' اماں کہتے ہوئے اندر آئیں تو انہیں دیکھ کر اس کا سویا ہوا ذہن بیدار ہونے لگا۔ کہنیوں پر وزن ڈال کر اُونچا ہوتے ہوئے بولا۔

''السلام علیکم اماں......!''

''وعلیکم السلام......! تمہارے ابا نے تمہیں اُٹھانے سے منع کیا تھا...... رات کس وقت آئے......؟'' اماں نے سلام کا جواب دینے کے ساتھ شاید یونہی پوچھ لیا تھا۔ ظاہر ہے ابا کی زبانی معلوم ہو چکا تھا جب ہی اس کے جواب کا انتظار نہیں کیا اور پلٹ کر حمیدہ سے بولیں۔

''جا......! جلدی سے بھائی کے لیے چائے بنا کر لا۔''

''چائے سے پہلے تم تینوں یہاں سامنے آؤ۔'' وہ اب اُٹھ کر آرام سے بیٹھ چکا

تھا۔

تینوں بہنیں اس کے سامنے لائن سے کھڑی ہو گئیں۔ قد میں تینوں برابر تھیں۔ جب وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

''تم میں سب سے بڑی کون ہے......؟''

''لو......! بہنوں کو بھول گئے......؟'' اماں نے کہا تو وہ ذرا سا مسکرایا۔

''نہیں اماں......! یہ چڑیلیں بھولنے والی ہیں...... میں حیران ہو رہا ہوں کہ چھ مہینے میں یہ چھوٹی بیدی کے برابر کیسے ہو گئی......؟''

''لڑکیاں ایسے ہی بڑھتی ہیں۔'' اماں ہنس کر بولیں۔

''ہر وقت چرتی جو رہتی ہیں بکری کی طرح...... چلو جلدی سے چائے لے کر آؤ۔'' اس نے پیار بھرے تحکم سے تینوں کو جانے کا اشارہ کیا۔ پھر اماں کو دیکھ کر بولا۔

''آپ اچھی تو ہیں ناں اماں......!''

''ہاں بیٹا......! اللہ کا شکر ہے......! تم سناؤ......! تمہارے چچا چچی اور وہ ان کی لڑکی...... کیا نام ہے اس کا......؟''

''ابا کہاں ہیں......؟'' اس سے پہلے کہ اس لڑکی کا نام اماں کے ہونٹوں پر آتا اس نے بات ہی بدل دی۔

''ابھی کچھ دیر پہلے باہر نکلے تھے۔''

''اچھا......! میں ذرا منہ ہاتھ دھولوں۔'' وہ اُٹھ کر باہر آیا تو چھوٹی نل پر پتا نہیں کیا کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ہٹنے لگی۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ منہ ہاتھ دھوئے گا تب نل چلانے لگی۔

اس نے منہ پر پانی ڈالا اچھا لگا پھر پورا سر نیچے کر لیا۔

چھوٹی اشتیاق سے اسے دیکھ رہی تھی اور اس کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا پانی سے ہٹنے کو۔ ادھر سے بیدی نے پکار کر چائے بن جانے کی اطلاع دی تب وہ سیدھا کھڑا ہوا او

ہاتھوں کے پیالے میں پانی لے کر چھوٹی کے منہ پر اُچھالتے ہوئے بولا۔

''تولیہ لاؤ......!''

چھوٹی نے وہیں تار پر سے تولیہ کھینچ کر اسے تھما دیا۔

وہ سر منہ پونچھتے ہوئے برآمدے میں رکھی ہوئی چارپائی پر آبیٹھا۔

بیدی نے چائے لا کر سامنے رکھی۔ پھر کہنے لگی۔

''بھائی......! پہلے کھانا کھا لیتے تو اچھا تھا۔''

''ہوں......!'' وہ چائے کا مگ اُٹھائے ہوئے بے دھیانی میں بس ''ہوں'' کر کے رہ گیا تب ہی ابا آ گئے۔

رات جس طرح اسے نڈھال دیکھا تھا اس سے بہت پریشان تھے۔ اس کے پاس بیٹھے تو تشویش ظاہر کرنے کے ساتھ بار بار یہی پوچھتے رہے۔

''تو ٹھیک تو ہے ناں......؟''

وہ اپنی طرف سے انہیں اطمینان دلاتے دلاتے بالآخر جھنجھلا گیا تھا۔

پھر رات میں اماں فراغت سے اس کے پاس آ کر بیٹھیں تو بیدی کے رشتے کی بات لے بیٹھیں۔ وہ چپ چاپ لڑکے کی تعریفیں سنتا رہا۔

''میٹرک پاس ہے......اچھا کماتا ہے......شکل صورت بھی اچھی ہے۔''

وہ سب سن کر کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے......! اگر لڑکا اچھا ہے تو بے شک بات پکی کر دیں لیکن شادی ابھی نہیں......بیدی میٹرک کرے پھر۔''

''ابھی بھی کرنی ہے دو سال بعد بھی......پھر آگے دو اور بھی کھڑی ہیں۔''

اماں کی لڑکیوں کے لیے اتنی زیادہ فکر مندی پر وہ ٹوکتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کیوں اتنی فکر کر رہی ہیں......؟ کون سا لڑکیوں کی عمریں نکلی جا رہی ہیں......؟ ابھی تو بیدی مشکل سے پندرہ سال کی ہوگی۔ نہیں اماں......! ابھی دو چار سال

تو آپ سوچیں بھی نہیں۔''

''لیکن میرا بھائی تو چار مہینے انتظار نہیں کر رہا۔'' اماں نے کہا تو وہ زچ ہو کر بولا۔

''تو آپ کو بیدی کی شادی ضرور اسی گھر میں کرنی ہے......؟''

''نہیں......! اگر تم نہیں چاہتے تو میں منع کر دوں گی۔ میں تو صرف اس لیے کہہ رہی تھی کہ تم اکیلے کرنے والے ہو۔ اچھا ہے کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے۔'' اماں نے اپنے طور پر اس سے ہمدردی ظاہر کی۔

اور وہ بے حد جھنجھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تکیہ بغل میں دبایا اور چادر کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے بس اپنے آپ بولے گیا۔

''میری بہنیں بوجھ نہیں ہیں۔ بوجھ وہ ہوتی ہیں جنہیں اپنی عزت کا خیال ہوتا ہے نہ ماں باپ کی......ناسور ہوتی ہیں وہ۔'' اسے چادر مل گئی تو وہ ''میں چھت پر سوؤں گا'' کہتے ہوئے کمرے سے نکل آیا۔

کھلی چھت پر ایک بان کی چارپائی رکھی تھی وہ تکیہ اس پر پھینک کر بیٹھ گیا۔ عجیب بد مزاج سا ہو رہا تھا حالانکہ وہ کبھی ایسا نہیں تھا۔

بے حد متحمل مزاج اور اب ذرا ذرا سی بات پر جھنجھلا رہا تھا، چڑ رہا تھا۔

سگریٹ کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا، موجود نہ تھی۔ تب وہ مزید جھنجھلا گیا۔ اسی وقت بیدی گدا لے کر آ گئی۔

''ہٹیں بھائی......! بستر بچھا دوں۔''

وہ چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

بیدی نے تکیہ اور چادر اُٹھا کر اسے تھمائی۔ پھر بستر بچھانے کے بعد دونوں چیزیں اس کے ہاتھ سے لے کر رکھتے ہوئے بولی۔

''اب آپ سو جائیں......!''

وہ جانے کس خیال میں تھا۔ چونک کر بولا۔

"کیا کہا......؟"

"سو جائیں......!" بیدی ہنسی تو وہ اس کندھے پر ہاتھ رکھ کر یوں بیٹھا کہ اسے بھی پاس بیٹھا لیا پھر پوچھنے لگا۔

"اسکول جاتی ہو......؟"

"اب تو نہیں جاتی۔"

"کیوں......؟"

"آٹھویں پاس کر لی۔ اماں کہتی ہیں بس بہت ہے۔" بیدی نے سادگی سے بتایا تو نیم اندھیرے میں اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ پھر پوچھنے لگا۔

"تمہارا کیا دل چاہتا ہے......؟ مزید پڑھنا چاہتی ہو......؟"

بیدی نے سر جھکا لیا۔ اعتراف بھی تھا اور شاید اماں کا خیال بھی کہ وہ اجازت نہیں دیں گی۔

"میں پڑھنا چاہتی ہوں لیکن اماں......"

"اماں کو میں سمجھا دوں گا۔ بس تم کل سے اسکول جانا شروع کر دو اور وہ چھوٹی دونوں پڑھتی بھی ہیں یا سارا وقت باتیں کرتی رہتی ہیں......؟"

"دونوں کام کرتی ہیں بلکہ تینوں پڑھتی بھی ہیں، باتیں بھی کرتی ہیں اور لڑتی بھی ہیں۔" بیدی نے اُنگلیوں پر گن کر بتایا تو وہ محظوظ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"آخری کام کچھ اچھا نہیں ہے۔ کس بات پر لڑتی ہیں......؟"

"گھر کے کاموں پر۔"

"گویا کام چور ہیں......اور تم کھانا پکا لیتی ہو......؟"

"بس پکا لیتی ہوں۔ زیادہ اچھا نہیں اور آپ کو تو میرے ہاتھ کا پکا ہوا بالکل اچھا نہیں لگے گا۔" بیدی یوں بولی جیسے اسے افسوس ہو رہا ہو کہ وہ اچھا کھانا نہیں پکا سکتی۔

وہ فوراً اس کا دل رکھنے کی خاطر بولا۔

"تم نے چائے بہت اچھی بنائی تھی۔"

"وہ تو چائے تھی۔" بیدی معصومیت سے بولی تھی۔

"اصل چائے ہی ہوتی ہے اور جو چائے اچھی بنائے سمجھو اس کے ہاتھ کا کھانا بھی اچھا ہوگا۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے آخر میں اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر جانے کو کہا۔

بیدی اُٹھ کھڑی ہوئی پھر جاتے جاتے رُک کر پوچھنے لگی۔

"آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں......؟"

"ہاں وہ......" اسے فوراً سگریٹ کا خیال آیا جو کمرے میں چھوڑ آیا تھا لیکن پر بیدی سے کہنا مناسب نہیں لگا تو اُٹھتے ہوئے بولا۔

"میں خود لے آتا ہوں۔"

"مجھے بتا دیں......!"

"نہیں چلو......!" وہ اس کے ساتھ نیچے آیا۔

ابا سو چکے تھے۔ اماں چھوٹی دونوں کو سونے کی تاکید کر رہی تھیں۔ وہ رُکا نہیں خاموشی سے سگریٹ لے کر دوبارہ اُوپر آ گیا۔

پتا نہیں چاند کی ابتدائی تاریخیں تھیں یا آخری۔ پورے آسمان پر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا اور ستاروں سے کوئی جگہ خالی نہیں تھی۔

پہلے جب وہ چھوٹا تھا اسی گھر کے آنگن میں اماں کے ساتھ سوتا تھا تو اسے آسمان اور اس پر چمکتے ستارے دُور بہت دُور لگتے تھے اور اب پتا نہیں وہ اتنا بڑا ہو گیا تھا یا آسمان جھک آیا تھا کہ وہ اگر اسے چھو نہیں سکتا تھا تو اتنا دُور بھی نہیں لگ رہا تھا۔

کتنی دیر وہ بنا کسی سوچ کے ستاروں کی بھول بھلیوں میں یونہی ایک راستہ بنانے میں لگا رہا۔ وہ راستہ جس کی کوئی منزل نہیں تھی یا شاید اسے نہیں مل رہی تھی۔ یہاں سے وہاں تک اس کی نظروں نے جو راستہ بنایا تھا واپس اسی راستے پلٹنا چاہتا تھا لیکن وہ بھٹکتا

چلا گیا۔

آگے منزل بھی نہیں ملی اور واپسی کا راستہ بھی کھو گیا تھا۔

''شاید میری قسمت میں یونہی بھٹکنا لکھا ہے۔'' اس نے دُکھ سے سوچا پھر تکیہ کھینچ کر منہ پر رکھ لیا تھا۔

○○○

شام گہری ہو کر اب اندھیروں میں چھپنے لگی تھی اور فارینہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ ایک تو بتا کر بھی نہیں جاتی تھی کہ کہاں جا رہی ہے۔ بس یہی کہتی میں ذرا باہر جا رہی ہوں اور چلی جاتی۔

مما کب سے اس کی راہ دیکھ رہی تھیں اور اب تو متوحش بھی ہو گئی تھیں۔ کتنی بار ٹیلی فون کے پاس گئیں لیکن پھر سمجھ میں نہیں آیا کہ کسے فون کریں اور کس سے اس کے بارے میں پوچھیں۔ اس وقت وہ اس کی دوست شائلہ کو فون کرنے کے لیے اُٹھی تھیں کہ ڈیڈی کو آتے دیکھ کر دوبارہ وہیں بیٹھ گئیں۔

''السلام علیکم......!'' ڈیڈی نے سلام کیا تو ان کا سارا دھیان کیونکہ فارینہ کی طرف تھا اس لئے شاید انہوں نے سنا ہی نہیں اور یونہی چپ چاپ دیکھے گئیں۔

''کیا بات ہے......؟'' ڈیڈی نے ٹوکا تو وہ چونکیں۔

''ہاں......!''

''کچھ پریشان لگ رہی ہیں......؟'' انہوں نے کہا تو وہ دُکھ سے بولیں۔

''فارینہ کی پریشانی ہے۔ شام سے پہلے گھر سے نکلی ہے اور ابھی تک نہیں آئی۔''

''کیا کہہ کر گئی تھی کہاں جا رہی ہے......؟'' ڈیڈی نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کب بتاتی ہے......؟''

''ہاں......! یہ لڑکی بہت بااختیار ہو گئی ہے۔'' ڈیڈی کا لہجہ کمزور تھا۔

''کیا کریں اس کا......؟''

''ہم کیا کر سکتے ہیں......؟ وہ ہمیں کسی قابل سمجھتی ہی نہیں۔ سارے فیصلے خود کر لیتی ہے۔ میرا خیال ہے مجھے اب سختی کرنی پڑے گی۔'' ڈیڈی نے کہا تب ہی فارینہ آ گئی اور سلام کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تھی کہ ڈیڈی نے پکار لیا۔

''فارینہ......!''

''جی ڈیڈی......!'' وہ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

''کہاں سے آ رہی ہو......؟'' انہوں نے قدرے رُعب سے پوچھا لیکن اس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ بڑے آرام سے بولی تھی۔

''باہر سے......!''

''باہر کہاں......؟'' ڈیڈی کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

''سنی...... میں سنی سے ملنے گئی تھی۔'' اس کے جواب پر ڈیڈی نے پہلے ممی کو دیکھا پھر اس سے کہنے لگے۔

''کیوں......؟ جب میں نے تم سے کہا تھا کہ میں سنی کو یہیں بلوالوں گا تو پھر تم کیوں گئیں......؟''

''آخر مجھے وہیں جانا ہے ڈیڈی......!'' اس کی ڈھٹائی پر ڈیڈی بمشکل خود پر ضبط کر کے کہنے لگے۔''

''تم نے اپنے طور پر فیصلہ کر لیا اور اسے بہت آسان بھی سمجھ لیا کہ واقعی تمہارے نزدیک یہ بہت آسان ہے......؟''

''مشکل بھی نہیں ہے۔''

''صرف مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔'' بہت ضبط کے باوجود ڈیڈی کی آواز اُونچی ہو گئی تھی اور وہ کھڑے بھی ہو گئے تو گھبرا کر ممی درمیان میں آ گئیں۔

"آرام سے......! آپ کی طبیعت......"

"کچھ نہیں ہوتا مجھے......! اس وقت کچھ نہیں ہوا جب یہ طلاق لے کر گھر آئی تھی اور جب اس نے دوبارہ خاور سے شادی کی بات کی تب بھی میں زندہ رہا......اور جانے اور کتنی آزمائشوں کے لیے مجھے زندہ رہنا ہے۔"

آخر میں ڈیڈی کا لہجہ ٹوٹ گیا تھا۔

"ڈیڈی......! آپ کیوں ایک بات کو خود پر طاری کر رہے ہیں......؟ میں کوئی گناہ تو نہیں کر رہی۔ ایک غلطی ہو گئی سو ہو گئی۔ اب کیا ساری زندگی میں بیٹھ کر اس پر پچھتاتی رہوں۔" وہ اب بولنے سے باز نہیں آئی تھی۔

"بے شک گناہ نہیں ہے لیکن تم دوبارہ وہی غلطی کرنے کا سوچ رہی ہو اور اس پر یقیناً تم پچھتاؤ گی۔" ڈیڈی کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تو اس نے پہلے سر جھٹکا پھر ممی کو دیکھ کر بولی۔

"آپ لوگ اگر مجھے دُعا نہیں دے سکتے تو بددُعائیں تو نہ دیں۔"

"یہ بددُعا نہیں حقیقت ہے اور تم حقائق سے نظریں چرا رہی ہو۔" ممی کہہ کر ڈیڈی کے پیچھے چلی گئیں۔

"کیسے ماں باپ ہیں......؟ نہ میرا دُکھ سمجھتے ہیں نہ خوشی۔" وہ خود کو مظلوم سمجھنے لگی تھی۔

○○○

اس نے ڈیڈی سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ سنی سے ملنے گئی تھی سنی کے پاس تو خاور اسے جانے ہی نہیں دے رہا تھا کیونکہ وہ اس کی اسی کمزوری سے فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ جب بھی وہ اصرار کرتی یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ اس طرح سنی ڈسٹرب ہو جائے گا۔

بہرحال شام میں وہ خاور کے پاس گئی تھی۔ ریسٹورنٹ میں بس چائے پینے ہی

دونوں بیٹھے تھے۔ اس کے بعد خاور اسے لانگ ڈرائیو پر لے گیا تھا۔ ان ہی راستوں پر جہاں کبھی وہ اس کے سنگ سنگ چلی تھی اور ہر موڑ پر وہ اسے خوبصورت دنوں کی یاد دلاتا۔ پھر آنے والے دنوں کے لیے اس سے زیادہ حسین سپنے دکھانے لگتا۔ یعنی وہ اگر پہلے اس سے محبت کرتا تھا تو اب محبت کے جال میں پھانسنا چاہ رہا تھا۔

اور وہ نادان تھی جو پھر اس کا اعتبار کرنے لگی تھی۔ پہلے بھی اس نے اسی کی خاطر علی سے شادی سے منع کر دیا تھا اور اب بھی اُس کی وجہ سے وہ علی سے شادی پر مجبور ہوئی تھی۔ لیکن علی نے پتا نہیں کیا سوچا تھا۔ وہ شام میں خاور سے کتنی دیر تک اسی نہج پر اُلجھتی رہی تھی۔

"سنو......! اگر علی نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو میں بہت ہرٹ ہوں گی......؟" اس نے کہا تو خاور بہت لگاوٹ سے بولا تھا۔

"میری خاطر یار......! تم ابھی ان سب باتوں کو مت سوچو......آئی مین ہرٹ، بے عزتی، توہین۔"

"تمہارے نزدیک ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ ابھی ہم مجبور ہیں جب ہم ایک ہو جائیں گے پھر ہم مل کر اس توہین کا بدلہ لیں گے......ٹھیک......؟"

"ہاں......! میں تو باقاعدہ اس احمق پر ہنسوں گی۔" وہ اس تصور سے خوش ہوئی تھی اور اسے مزید خوش کرنے کے لیے خاور اسے اس جگہ لے گیا تھا جہاں پہلی بار وہ اس کے بازوؤں میں سمائی تھی۔ ان خوبصورت لمحوں کی یاد دلا کر وہ اس کے کان کے قریب دھیرے دھیرے بولنے لگا تھا۔

یہیں تو کہیں پر
تمہارے لبوں نے
میرے سرد ہونٹوں پر برفیلے ذرّے چنے تھے

اسی پیڑ کی چھال پر ہاتھ رکھ کر
ہم اِک دن کھڑے تھے
یہیں برفباری میں ہم لڑکھڑاتے ہوئے جا رہے تھے
مہک تازہ بوسوں کی سر میں سمائے
ہم آغوشی، جسم و جاں کے نشے میں
گئی برفباری کی رُت
اور پگھلتی ہوئی برف بھی بہہ گئی۔ سب
یہاں کچھ نہیں اب
کہ ہر شے نئی ہے
ہٹا کر ردا برف کی گھاس لہرا رہی ہے
ہری پتیوں کی گھنی ٹہنیوں میں
ہوا جب چلے تو
گئے موسموں سے گزرتی
ہماری ہنسی گونجتی ہے

⊖ ⊖ ⊖

اس نے بہت کوشش کی سونے کی لیکن نیند آ کے نہیں رہی۔ کتنی دیر کروٹیں بدلتا رہا پھر اُٹھ کر ٹہلنے لگا گو کہ ہوا ساکن نہیں تھی پھر بھی اسے گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ دل جیسے بند پنجرے میں بے قرار ہو رہا تھا اور جو بات وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا وہی ذہن پر دستک دے رہی تھی۔

’’تمہارا کیا جائے گا......؟ سوچا وہاں جاتا ہے جہاں سودوزیاں کا اندیشہ ہو۔ تمہارا کیا جائے گا......؟‘‘ اس کے ذہن کی دیواروں سے یہی ایک جملہ ٹکراتا رہا۔

’’تمہارا کیا جائے گا......؟‘‘ اور اس مسلسل تکرار میں اس نے بہت کچھ سوچ ڈالا تھا۔

صبح ابھی اُجالا پوری طرح نہیں اُترا تھا کہ وہ تکیہ اور چادر اُٹھا کر نیچے آ گیا۔ اماں نل پر غالباً وضو کر رہی تھیں اور اندر سے ابا کے کھانسنے کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔ وہ تکیہ چادر برآمدے میں رکھی ہوئی چارپائی پر پھینک کر کچن میں آ گیا اور ابھی چولہے پر چائے کا پانی رکھ رہا تھا کہ اماں دروازے پر آ کر بولیں۔

"یہ کیا کر رہے ہو......؟ چائے پیو گے......؟ بیدی کو اُٹھا دو وہ بنا دے گی یا میں نماز پڑھ لوں تو بنا دیتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں......! میں بنا لوں گا آپ نماز پڑھیں۔" اس نے چولہا جلاتے ہوئے کہا۔ پھر پتی چینی کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگا تو اماں نے بڑھ کر دونوں ڈبے اس کے سامنے رکھے پھر اندر چلی گئیں۔

اسے کچن کے کاموں کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ اماں کے انتقال کے بعد جتنا عرصہ یہاں رہا تھا تب چائے بنا لیتا تھا لیکن چچا جان کے ہاں تو شاید ہی کبھی اس نے کچن میں جھانکا ہو اور ظاہر ہے اتنا عرصہ ہو گیا تھا جبھی دو جگہ سے ہاتھ جلا۔ پھر مگوں میں چائے ڈال کر وہ ابا کے پاس آ گیا۔

"چائے پی لیں ابا......! گلے کو آرام ملے گا اور ذرا دن نکل آئے تو میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں گا۔" ابا اسے دُعائیں دیتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئے تو وہ چائے کا مگ ان کے ہاتھ میں تھما کر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"تو اتنی جلدی اُٹھ گیا......؟" ابا نے چائے کا گھونٹ لے کر پوچھا۔

"ہاں بس......! آنکھ کھل گئی۔" اب انہیں کیا بتاتا کہ وہ سویا ہی نہیں پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ بس ابا کے چائے پینے کی آواز تھی وہ وقفے وقفے سے ان پر نظر ڈال لیتا پھر اپنی سوچ میں گم ہو جاتا جب انہوں نے مگ خالی کر کے اس کی طرف بڑھایا اس وقت وہ گہری سوچ میں تھا۔

"لے بچہ......! مگ ادھر رکھ دے۔" انہوں نے کہا تو اس نے چونکنے کے ساتھ گہری سانس کھینچی پھر ان کے ہاتھ سے مگ لے کر پوچھنے لگا۔

"ابا......! چچا جان مجھے یہاں سے کیوں لے گئے تھے......؟"

"کب......؟" ابا سمجھے نہیں۔

"جب میں چھوٹا تھا تب کی بات کر رہا ہوں۔" اس نے کہا تو ابا اس وقت کو یاد

کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"اس سے پہلے بھی تیرا چاچا کئی بار مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تجھے اس کے پاس بھیج دوں۔ وہ تجھے پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنائے گا۔ اس وقت تیری ماں زندہ تھی وہ نہیں مانی اور اس کے مرنے کے بعد کچھ عرصہ میں ٹالتا رہا۔ مجھے احمد کا خیال تھا کہ تیرے جانے کے بعد وہ اکیلا ہو جائے گا پھر جب میں نے دوسری شادی کی تب تیرے چاچا نے بہت زور دیا اور میں نے بھی سوچا پتہ نہیں یہ دوسری عورت تجھے پڑھنے دے گی یا نہیں اس لیے بھیج دیا۔" وہ ابا کا تفصیلی جواب سن کر چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا تو وہ جانے کیا سمجھے۔ کہنے لگے۔

"اچھا ہی ہوا ناں بیٹا......! آج تو بڑا افسر بن گیا ہے۔ تجھے دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔"

"تو کیا یہ چچا جان کا مجھ پر احسان ہے۔" اس نے پُرسوچ انداز میں پوچھا تو ابا فوراً بولے۔

"احسان کیوں......؟ کیا وہ تجھ پر احسان جتاتا ہے......؟"

"نہیں ابا......! انہوں نے کبھی ایسا نہیں کہا۔" وہ بھی فوراً بولا۔

"بس......! مجھے یونہی خیال آیا تھا۔"

"نہ بچہ......! تو ایسا خیال نہ کر...... تجھے نہیں پتہ وہ بہت پریشان تھا۔ شادی کے چار سال بعد اس کے ہاں فارینہ پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ اس عورت کو اور بچہ نہیں ہو سکتا اور تیرا چاچا چاہتا تو بیٹے کے لئے دوسری شادی کر سکتا تھا لیکن تیری چچی بہت اچھی اور نیک عورت ہے۔ خود اپنے منہ سے کہتی تھی تیرے چاچا سے کہ دوسری شادی کر لے۔ تب وہ میرے پاس بھاگا کرتا کہ میں تجھے اس کی جھولی میں ڈال دوں تاکہ اسے دوسری شادی نہ کرنی پڑے۔ بھائی کی اولاد بھی اپنی ہی ہوتی ہے بیٹا......! کوئی زیادہ فرق تو نہیں ہوتا۔" ابا نے اپنے طور پر اسے سمجھا کر مطمئن کیا۔ پھر بھی وہ کچھ

اُلجھ کر بولا۔

''تو ابا میں ہی کیوں......؟ وہ احمد کو بھی لے جا سکتے تھے......؟''

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے وہ احمد کو بھی لینے آیا تھا اس وقت جب اسے پتہ چلا کہ احمد یہاں پڑھتا نہیں ہے۔ اسکول سے بھاگ جاتا ہے لیکن مجھے پتہ ہے احمد شروع ہی سے کچھ خود غرض ہے۔ چاچا کا لحاظ نہیں کیا۔ اس کے منہ پر اُلٹا سیدھا بول گیا تھا۔'' ابا نے بتایا تو اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یہ کب کی بات ہے......؟''

''جب تو نے احمد کو گیراج میں کھڑا کیا تھا اس سے کچھ پہلے کی بات ہے۔'' ابا نے یاد کرتے ہوئے بتایا۔

''لیکن چچا جان نے میرے سامنے ایسا کوئی ذکر نہیں کیا اور آپ بھی اب بتا رہے ہیں......؟''

''پہلے بتاتا تو تو کیا کرتا......؟'' ابا نے بڑے آرام سے پوچھا اور وہ چڑ کر بولا۔

''کچھ نہ کرتا۔'' تب ہی بیدی ناشتہ لے کر آ گئی تو وہ اسی تیز لہجے میں اس سے بولا

''تم اسکول کیوں نہیں گئیں......؟''

''کتابیں نہیں ہیں اور یونیفارم بھی۔'' وہ اس کے تیز لہجے سے ڈر کر بولی۔

''رات کو کیوں نہیں بتایا......؟''

''اس وقت آپ کیا کرتے......؟'' اب اسے کیا پتہ تھا کہ ابا کی اس بات پر اس کا موڈ بگڑا ہوا ہے اور وہ بھی غلط تو نہیں کہہ رہی تھی لیکن وہ مزید چڑ کر بولا۔

''انتہائی نکما ناکارہ ہوں میں تو کچھ نہیں کر سکتا۔'' اس کے ساتھ ہی اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ پیچھے ابا حیران دیکھتے رہ گئے تھے۔

○○○

تین دن نواب شاہ میں رہ کر وہ واپس آیا تو اتفاق سے سب سے پہلے فارینہ ہی سے سامنا ہو گیا۔ وہ کوریڈور میں جس انداز سے کھڑی تھی اسے لگا جیسے اسی کا انتظار کر رہی ہو پھر جس طرح اس نے چونک کر دیکھا اس سے یقین ہو گیا کہ اس کا انتظار کر رہی ہے اور وقت نے کیسی کروٹ بدلی تھی کس مقام پر لے آیا تھا کہ اسے اپنے انتظار میں دیکھنے کی آرزو پوری ہوئی بھی تو کیسے۔ اس سے تو اچھا تھا وہ تشنہ کام ہی رہتا آرزوئیں حسرت بن جائیں تو اتنا دُکھ نہیں ہوتا جتنا اسے اب ہوا تھا۔ بہرحال کیونکہ پہلے ہی سوچ کر آیا تھا اس لیے اس کے قدموں کی مضبوطی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسے نظر انداز کر کے گزر جانا چاہتا تھا کہ وہ بول پڑی۔

''کہاں چلے گئے تھے......؟'' اس کے لہجے میں بے قراری نہیں جھنجھلاہٹ تھی۔ وہ رُک گیا اور اسے دیکھ کر بولا۔

''نواب شاہ......!''

''کیوں......؟ میرا مطلب ہے اتنے دن لگا دیئے۔''

''صرف تین دن......!'' وہ اب اس کی جھنجھلاہٹ سے لطف لے کر بولا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''چچی جان کہاں ہیں......؟''

''اپنے کمرے میں ہوں گی۔'' وہ اب اس کے انجان بننے پر اندر ہی اندر تلملا رہی تھی۔

''او کے......! میں ان سے مل لوں۔'' اس نے قدم آگے بڑھا دیئے کہ وہ پکار کر بولی۔

''سنو......! مما کوئی بات کریں تو بس خاموشی سے سن لینا۔''

''مثلاً کیا بات......؟'' اس نے رُک کر پوچھا تو وہ جز بز ہو کر بولی۔

''کوئی بھی بات...... میرے اور تمہارے متعلق۔'' وہ سمجھا نہیں اور سمجھنے کے لئے

رُکا بھی نہیں۔ تیز قدموں سے چچی جان کے کمرے میں آیا اور سلام کر کے ان کے پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔

''جیتے رہو......! اچھے تو ہو نا......؟'' چچی جان نے دُعا دینے کے ساتھ پوچھا۔

''جی......!''

''اس رات تم اتنی اچانک چلے گئے کہ میں پریشان ہوتی رہی۔'' وہ اپنی روانگی کا سوچ کر نظریں چراتے ہوئے بولا۔

''بس چچی جان......! اچانک پروگرام بن گیا تھا۔''

''گھر میں سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔''

''جی......! اماں بہت سلام کہہ رہی تھیں اور بہنیں بھی۔''

''وعلیکم السلام......! چلو تم نہا لو میں تمہارے لیے چائے بنواتی ہوں یا کھانا کھاؤ گے......؟'' چچی جان نے بیڈ سے اُترتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں بس چائے......!'' وہ ان کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔

پھر نہانے کے بعد اس نے اپنے کمرے ہی میں چائے پی۔ اس کے بعد کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹ گیا تو فارینہ کی بات پر غور کرنے لگا۔ پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھی۔ چچی جان نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی جس پر اسے خاموشی اختیار کرنی پڑتی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ سر جھٹک کر اُٹھ کھڑا ہوا کیونکہ آنکھوں میں نیند اُترنے لگی تھی اور یہ سونے کا وقت نہیں تھا۔ کھڑے کھڑے بس اچانک اس نے ظفر کے پاس جانے کا پروگرام بنا لیا۔ گھر میں بیٹھ کر کیا کرتا۔ نئے سرے سے تیار ہو کر کمرے سے نکلا تو سہ پہر ڈھل رہی تھی۔ اس نے پہلے ظفر کو فون کر کے معلوم کیا کہ وہ کہاں مل سکتا ہے پھر چچی جان کو بتا کر باہر نکل گیا۔

ظفر نے اسے گھر آنے کو کہا تھا اور اب جب وہ اس کے گھر پہنچا تو اس وقت تک وہ خود نہیں آیا تھا۔ پتہ نہیں آفس سے نکل چکا تھا یا وہیں کسی کام میں اُلجھ گیا تھا۔ اسے بہرحال

خاصی کوفت ہوئی گو کہ اس کی بیوی نے ڈرائنگ روم کھول دیا تھا پھر بھی وہ باہر ہی انتظار کرتا رہا اور ظفر پورے ایک گھنٹے بعد آیا تو اسے باہر کھڑے دیکھ کر یہی سمجھا کہ وہ ابھی ابھی آیا ہے۔ جب ہی کہنے لگا۔

''دیکھ لو کیسے وقت پر آیا ہوں...... تمہیں انتظار نہیں کرنا پڑا۔''

''جناب......! ایک گھنٹے سے یہاں کھڑا ہوں۔'' اس نے جل کر کہا تو ظفر اُچھل پڑا۔

''کیا مطلب......؟ کیا میری زوجہ محترمہ نے نکال دیا......؟''

''نہیں......! انہیں بھابی نے تو کہا تھا بیٹھنے کو...... بس میں خود ہی......''

''کمال کرتے ہو۔ چلو آؤ......!'' ظفر اس کی غیریت برتنے پر کچھ غصے سے بولا تو اس نے خاموش رہنے ہی میں عافیت سمجھی اور اس کے ساتھ اندر آ کر بیٹھا تو فوراً اس کا دھیان ہٹانے کی خاطر پوچھنے لگا۔

''وہ اسد اور عابد کیسے ہیں......؟ بہت دنوں سے ان سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔''

''ابھی ملاقات ہو جائے گی۔ انہیں فون کرتا ہوا آیا ہوں پہنچنے والے ہوں گے۔''

ظفر نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے کہا پھر کچھ خاموشی محسوس کر کے اپنے آپ سے بولا۔

''لگتا ہے میرا ولی عہد گھر پر نہیں ہے جبھی سکون ہے۔''

''سکون نہیں سونا سونا ہے۔ کہاں گیا ہے......؟'' اس نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

''پڑوس میں گیا ہوگا۔ اچھا تم بیٹھو میں چینج کر کے آتا ہوں اور ہاں بغیر کسی تکلف کے بتا دو رات کے کھانے میں کیا کھاؤ گے......؟'' ظفر نے جاتے جاتے رُک کر پوچھا۔

''رات کا کھانا......؟ ارے نہیں یار......! اتنی دیر تک نہیں رُک سکتا۔'' وہ سوچ کر بوکھلا گیا۔

''تمہارے تو اچھے بھی رُکیں گے۔'' ظفر کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا تو وہ سمجھ گیا

اب اس کی ایک نہیں چلے گی۔ تب خود کو ڈھیلا چھوڑ کر وہ آرام سے بیٹھ گیا۔

پھر ظفر کے دوبارہ کمرے میں آنے سے پہلے ہی اسد اور عابد آ گئے اور دونوں نے آتے ہی اس کی کھنچائی شروع کر دی۔ ان کا کہنا بھی ٹھیک تھا کہ وہ بال بچوں والے ہو کر ایک دوسرے کے لئے وقت نکال لیتے ہیں اور اس اکیلے کو وقت نہیں ملتا۔

وہ بہت خاموشی سے اپنی ذات پر جملے برداشت کرتا رہا۔ اب انہیں کیا بتاتا کہ اس اکیلے کی جان کو کیا روگ لگے ہیں۔ پھر ظفر نے آ کر اس کی جان چھڑائی۔ ان دونوں سے کہنے لگا۔

''بھائی لوگ......! گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرو...... ہاں اگر کہیں باہر مل جائے تو بے شک......''

''ارے......! یہ باہر بھی کہاں ملتا ہے......؟''

''ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم......!'' وہ بڑے انداز سے گنگنایا۔ تب ہی ظفر کے چار سالہ بیٹے شانی نے آ کر توجہ کھینچ لی۔ وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر بولا تھا۔

''آپ اتنے بڑے ہو کر لڑتے ہو......؟''

''شرم کرو......!'' اسے موقع مل گیا۔ فوراً اسد اور عابد کو ٹوکتے ہوئے بولا۔

''دیکھو......! بچہ کیا کہہ رہا ہے۔''

''میں بچہ نہیں ہوں۔ میں کمانڈو ہوں۔ میرے پاس گن ہے۔ سب کو مار سکتا ہوں۔'' شانی نے بہت اکڑ کر کہا تو وہ اپنی بے ساختہ ہنسی روک کر بولا۔

''ارے......! کمانڈو ادھر آؤ......!''

''آپ کے پاس گن ہے......؟'' شانی نے وہیں کھڑے رہ کر یوں پوچھا جیسے اگر اس کے پاس گن ہوئی تو آئے گا ورنہ نہیں اور اس سے پہلے اسد بول پڑا۔

''یہ گڑیا سے کھیلتا ہے۔''

گڑیا سے بچے نے برا سا منہ بنایا اور جانے لگا کہ اس نے ایک ہی جست میں اس

تک پہنچ کر اسے گود میں اُٹھا لیا اور اس کا سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''جب میں تمہارے برابر ہو جاؤں گا تب میرے پاس بھی گن ہو گی۔''

''آپ میرے برابر ہوں گے......؟'' بچے نے حیران ہو کر کہا تو وہ بہت محظوظ ہوا۔

پھر رات گئے تک اسے وہاں بیٹھنا پڑا۔ کھانے کے بعد کئی بار اس نے اُٹھنے کا ارادہ کیا لیکن تینوں نے اسے آنے ہی نہیں دیا۔ بارہ بجے کے بعد کہیں جا کر اس کی جان چھوٹی وہ بھی اسد کی بیوی کا فون آ گیا تھا اور اس کے ساتھ باقی سب بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بہر حال ہمیشہ کی طرح دوستوں کی محفل میں وہ بہت کچھ بھول گیا تھا۔ طبیعت پر چھائے جمود اور بیزاری سے بھی کسی حد تک نجات مل گئی تھی۔ گھر میں داخل ہوا تو وہی خیال کہ کسی کی نیند خراب نہ ہو۔ بہت احتیاط سے ڈرائنگ روم کے راستے اندر آیا اور اسی احتیاط سے دروازہ بند کر کے پلٹا تو سامنے صوفے میں دھنسی فارینہ کو دیکھ کر ایک پل کو ٹھٹکا۔ پھر لاپرواہ سا انداز اختیار کیا۔

''ہیلو......!''

''اتنی رات تک باہر رہنے کا مطلب......؟'' وہ اس کا ''ہیلو'' نظر انداز کر کے بولی۔ بظاہر سیدھا سادا لہجہ لیکن آنکھوں سے حد درجہ ناگواری کا اظہار ہو رہا تھا۔

وہ ذرا سے کندھے اُچکا کر بولا۔

''آزاد پنچھی ہوں اُڑتا اُڑتا کہیں سے کہیں نکل جاتا ہوں۔ واپسی کا خیال یوں نہیں آتا کہ ابھی کوئی انتظار کرنے والا نہیں ہے۔''

''والا یا والی......؟'' فارینہ نے معنی خیز انداز میں ٹوکا۔

جبھی وہ دلکشی سے مسکرایا اور اس کے تپے ہوئے چہرے سے نظریں ہٹا کر پوچھنے لگا۔

''اور تم یہاں کیا کر رہی ہو......؟''

"تمہارا انتظار......!" فارینہ نے کہا تو دوسری سمت جاتی ہوئی اپنی نظروں کو اس نے فوراً واپس موڑ لیا اور اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"زہے نصیب......!"

اور شاید فارینہ کی برداشت کی حد ختم ہوگئی۔ تلملا کر اُٹھی اور دانت پیس کر بولی۔

"دیکھو علی......! اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارے سامنے گڑگڑاؤں گی، ہاتھ جوڑ کر تمہاری منتیں کروں گی تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ میں چاہتی تو تمہیں دھوکے میں رکھ سکتی تھی اور یہ میرے لیے بہت آسان تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میری سرشت میں نہیں ہے۔ تمہیں کیا میں کسی کو بھی دھوکا نہیں دے سکتی اس لیے میں نے تم سے صاف بات کی۔ تم بھی صاف جواب دو کیا سوچا ہے تم نے......؟"

اس کی ساری بے نیازی رُخصت ہو چکی تھی۔ گم سم کھڑا اسے دیکھ رہا تھا جو ابھی بھی خود کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کتنے دھڑلے سے بات کر رہی تھی۔ آخر میں اس نے سوال اُٹھایا تھا تو اس نے گہری سانس کھینچ کر ایک طرح سے خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔ پھر کہنے لگا۔

"ہاں یا ناں کہنے سے پہلے میں کچھ وضاحت چاہتا ہوں۔"

"کیسی وضاحت......؟" وہ سوالیہ نشان بن گئی۔

"بیٹھ جاؤ آرام سے......! بیٹھ کر بات کرو۔" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گیا اور قدرے توقف سے کچھ ہچکچا کر بولا۔

"حلالہ کی شرط پر جو شادی ہوگی کتنے عرصے کے لئے......؟"

"صرف ایک......" وہ فوراً بولی اور فوراً خاموش ہوگئی۔ غالباً کہنا چاہتی تھی "صرف ایک رات" لیکن "رات" کہنے سے پہلے ہی اس کا خیال مانع آ گیا اور وہ جو اس کے خاموش ہونے پر اسے دیکھنے لگا تھا۔ اس کے پلکیں جھکانے اور جزبز ہونے پر سمجھ کر افسردگی سے مسکرایا پھر اچانک کسی خیال کے تحت پوچھنے لگا۔

"کیا چچی جان کو معلوم ہے کہ ہم کس شرط کی بنیاد پر شادی کریں گے......؟"

"نہیں......! اور تم بتانا بھی نہیں۔" اس نے جانے کیوں منع کیا اور وہ فوراً بولا۔

"تو کیا یہ دھوکا نہیں ہوگا......؟"

"نہیں......! یہ صرف میرا اور تمہارا معاملہ ہے اور ہم صاف بات کر رہے ہیں۔ اس میں کسی تیسرے فرد کا شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔"

"تم ایسا سوچ سکتی ہو لیکن میرے لیے تو بہت مشکل ہوگی۔ چچا جان اور چچی جان کی نظروں میں کیا عزت رہے گی میری......؟" وہ سوچتے ہوئے انداز میں بولا۔ پھر سر جھکا کر بھی اس لہجے پر سوچنے لگا تو کچھ وقت خاموشی میں گزر گیا۔ تب وہ جیسے زچ ہو کر بولی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا تم اتنا کیوں اُلجھ رہے ہو......؟ حالانکہ تمہارا......"

"بس......!" اس نے ایک دم ہاتھ اُٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا اور اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"پلیز......! مجھے تنہا چھوڑ دو اور ہاں......! تم اطمینان سے سو سکتی ہو۔" وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر اس کا مطلب سمجھ کر واقعی اطمینان سے ہو گئی تھی۔ یہ خود غرضی کی انتہا تھی کہ وہ صرف اپنے بارے میں سوچ رہی تھی۔ پلٹ کر دیکھا ہی نہیں کہ اسے اطمینان دے کر وہ خود کتنا بے سکون ہو گیا ہے۔

○○○

وہ بہت مطمئن سی اپنے کمرے میں آئی تھی اور چاہتی تھی کہ اب لمبی تان کر سو جائے لیکن جانے کیا ہوا کہ تکیے پر سر رکھتے ہی اس کے اندر عجیب سی بے چینی سما گئی تھی۔ کبھی اِدھر کروٹ بدلی، کبھی اُدھر۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے......؟" وہ اپنے آپ سے بولی۔

"کیا واقعی تمہیں پتہ نہیں ہے......؟" ایک بار شائلہ نے اس سے کہا تھا اور اب اس کے اندر سے کوئی بول رہا تھا۔

"نہیں......! مجھے کچھ نہیں پتہ۔" وہ جھنجھلائی تھی۔

"تم انتہائی خود غرض ہو۔ صرف اپنے بارے میں سوچتی ہو۔" اس کے اندر جیسے اسے جھنجھوڑنے کی کوشش ہوئی تھی۔

"یہاں پر ہر شخص صرف اپنے بارے میں سوچتا ہے اور یہ کوئی گناہ تو نہیں ہے۔" وہ اعتراف کے ساتھ بولی تھی۔

"یہ گناہ نہیں ہے لیکن دوسرے کے نفع نقصان کی پرواہ کیے بغیر صرف اپنا مفاد سوچنا گناہ ہے۔"

"میں کسی کا نقصان نہیں سوچ رہی اور علی اپنی مرضی سے مجھ سے شادی پر آمادہ ہوا ہے۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کی اور نہ اسے دھوکے میں رکھا ہے۔" وہ اپنی صفائی پیش کر کے خود کو مطمئن کرنے لگی۔

"علی کا کیا ہے......؟ اس کے لیے لڑکیوں کی کمی تو نہیں ہے۔ میں خود اس کے لیے بہت اچھی لڑکی تلاش کروں گی اور پھر دھوم دھام سے اس کی شادی کرواؤں گی۔ ہاں......! میں ایسا ہی کروں گی۔"

وہ اس کے ساتھ جو کچھ کر رہا تھا بدلے میں وہ اس کے لیے بہت اچھا سوچ کر کافی حد تک خود کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہوگئی مزید ادھر سے دھیان ہٹانے کی خاطر پہلے آنے والے دنوں کو سوچا پھر آپ ہی آپ اس کا ذہن پیچھے بھٹک گیا تھا۔

جب خاور سے اس کی دوستی ہوئی تھی وہ اس وقت یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی۔ خاور وہاں اپنے کسی دوست سے ملنے آیا کرتا تھا۔ یہ بات اسے خود خاور نے بتائی تھی اور پتہ نہیں اس میں کتنی صداقت تھی۔ وہ بہر حال اس کا یقین کر گئی تھی اور پھر اکثر اپنی آخری کلاسز کے بعد وہ اس کے ساتھ کیفے ٹریا میں جا بیٹھتی تھی۔ دونوں گھنٹوں مختلف

موضوعات پر باتیں کرتے۔ پھر ایک دن اچانک خاور نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"فارینہ......! میں جتنا وقت تمہارے ساتھ ہوتا ہوں خود کو مکمل محسوس کرتا ہوں اور تمہارے پاس سے جاتے ہی مجھے اُدھورے پن کا احساس ہوتا ہے۔ کیوں......؟"

"کیوں......؟" وہ ذرا سا ہنسی تھی۔

"مجھے کیا پتہ......؟"

"کیا واقعی تمہیں نہیں پتہ......؟" خاور نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اسے اپنے رُخسار تپتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ مزید پلکیں بھی جھک گئی تھیں۔ جب اس نے کہا تھا۔

"مجھ سے شادی کرو گی......؟"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو......؟" وہ بے حد نروس تھی۔

"اصل بات تو یہی ہے۔ اس سے پہلے تو ہم فضول باتیں کرتے تھے۔" اس نے کہا تو اسے لگا جیسے وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔

"میری بات کا جواب دو۔" خاور نے اس کا ہاتھ ہلایا تو اب وہ خود پر قابو پا کر بولی تھی۔

"جواب تو ممی ڈیڈی دیں گے۔"

"تمہارا کیا جواب ہے......؟" اس کی شوخ نظروں سے وہ اُلجھی تھی۔

"تمہیں پتہ تو ہے۔"

"مجھے صرف یہ پتا ہے کہ میں تمہارے بن اُدھورا ہوں۔" اس نے کہا تو وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"تو خود کو مکمل کرنا چاہتے ہو......؟"

"ہاں......! اور بہت جلدی۔" اس نے کہا تو وہ ایک ادا سے بولی تھی۔

"جلدی تو ممکن نہیں ہے کیونکہ مجھے امتحان ضرور دینا ہے۔"

''امتحان دیتی رہنا۔ میں آج ہی اپنی ممی کو تمہارے گھر بھیجوں گا۔'' اس نے صرف کہا ہی نہیں تھا عمل بھی کر ڈالا۔ یعنی اسی شام خاور کی ممی اس کا پرپوزل لے کر آ گئی تھیں۔

اور ادھر اس کے ممی ڈیڈی حامی بھرنے کو تیار ہی نہیں تھے کیونکہ ان کی نظروں میں علی کے علاوہ اور کوئی جچتا ہی نہیں تھا اور انہیں یقین تھا کہ وہ صرف علی کے ساتھ ہی خوش رہ سکتی ہے اور ممی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی جس کے جواب میں اس نے کہا تھا کہ علی اس کے سامنے ہمیشہ احساسِ کمتری کا شکار رہے گا۔ بہرحال اس کی ضد سے ممی ڈیڈی بالآخر مجبور ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود اس کے دل میں علی کے لئے گرہ پڑ گئی تھی۔ اس کے خیال میں علی نے اس کے اور خاور کے درمیان رُکاوٹ بننے کی کوشش کی تھی گو کہ ایسا نہیں تھا لیکن وہ یہی سمجھی تھی اور اس کے لیے شاید اسے معاف کرنے کو بھی تیار نہیں تھی۔ خاور کی ہو جانے کے بعد بھی وہ اس کے سامنے یوں آتی تھی جیسے دیکھو تمہاری مخالفت کے باوجود ہم ایک ہو گئے۔

بہرحال شادی کے ابتدائی دنوں میں وہ بہت خوش تھی۔ روزانہ شام میں خاور اسے آؤٹنگ پر لے جاتا تو واپسی میں کچھ دیر کے لئے وہ ممی کے پاس بھی آتی تھی اور اسے خوش دیکھ کر ممی ڈیڈی کافی حد تک مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر جب وہ پریگنٹ ہوئی تو خاصی ڈل رہنے لگی تھی اور اس کا مزاج بھی کافی چڑچڑا ہو گیا تھا۔ ایسے میں خاور اسے کہیں چلنے کو کہتا تو وہ صاف منع کر دیتی تھی اور کچھ دن تو وہ بھی اس کا پابند بنا رہا۔ یعنی گھر میں ہی اس کی دِلجوئی میں لگا رہتا لیکن پھر بھی بہت جلدی وہ اُکتا گیا تھا اور آفس سے ہی دوستوں کی طرف نکل جاتا اور ان کیساتھ کلب، پارٹیز اٹینڈ کر کے رات گئے گھر لوٹتا۔ وہ شکایت کرتی تو پہلے کام کی زیادتی کا بہانہ بناتا پھر صاف لفظوں میں کہنے لگا تھا کہ وہ اس کے ساتھ بندھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔

خاور کے اس جواب پر پہلے اسے دُکھ ہوا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ ٹھیک تو ہے۔ وہ کیوں اس کے ساتھ بندا رہے......؟ وہ شروع سے کلب، پارٹیز کا دلدادہ ہے تو وہ کیوں

اسے روکے......؟ پھر کچھ ہی مہینوں کی تو بات ہے ڈیلیوری کے بعد وہ پھر سے اس کا ساتھ دینے لگے گی۔ یعنی یہاں اس نے خاصی کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا تھا اور یہ کشادہ دلی اسے بہت مہنگی پڑی تھی۔ پھر جب سنی کی پیدائش کے بعد وہ اس کا ساتھ دینے کے قابل ہوئی تب تک وہ بہت دُور نکل چکا تھا۔ نئی دوستیوں کے ساتھ ڈرنک بھی کرنے لگا تھا اور اس نے کیونکہ ممی ڈیڈی کی خواہش پر اپنے انتخاب کو ترجیح دی تھی اس لیے خاور کی بے راہ روی ان کے سامنے بیان کرنے سے گریز کرتی رہی اور اپنے طور پر ہی اسے سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرنے لگی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اپنی کوششوں میں وہ ضرور کامیاب ہو جائے گی لیکن اس کے برعکس ایک دن جب وہ بہت زیادہ نشے میں دھت گھر آیا تو اس کا ضبط جواب دے گیا۔ چیخ کر بولی۔

''اگر شراب نہیں چھوڑ سکتے تو مجھے چھوڑ دو۔'' اور وہ تو تھا ہی نشے میں تین طلاق کہہ کر بیڈ پر اُوندھے منہ جا گرا۔

اس کے بعد دونوں طرف پچھتاوا تھا۔

اور ابھی بھی وہ سوچتی تھی کہ غلطی اس کی اپنی تھی۔ اس نے کیوں منہ سے ایسی بات نکالی۔ اگر اس کا نشہ اُترنے کا انتظار کر لیتی تو وہ کبھی ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالتا بلکہ اس کی محبت میں ہار کر شراب سے توبہ کر لیتا۔ جیسا کہ اب وہ اس سے کہتا تھا کہ میں نے تمہاری خاطر ہر برائی سے توبہ کر لی ہے۔ اب پتہ نہیں یہ سچ تھا یا نہیں۔ وہ بہرحال اب بھی اس کا یقین کر گئی تھی۔



رات وہ اپنے کمرے میں گیا ہی نہیں۔ وہیں صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا اور جانے کب سویا تھا کہ صبح آنکھ ہی نہیں کھلی۔ اِدھر چچی جان یہ سمجھتی رہیں کہ شاید وہ رات آیا ہی نہیں۔ کیونکہ کمرے میں اس کی آمد کے کوئی آثار نہیں تھے اور ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ

بغیر بتائے کہیں رُکا ہو۔ اس لیے ان کی پریشانی فطری تھی۔ چچا جان بھی آفس جاتے ہوئے تاکید کر گئے تھے کہ جیسے ہی وہ آئے انہیں اطلاع دی جائے ورنہ وہ پریشان رہیں گے اور یہ ساری باتیں فارینہ کے سامنے ہوئی تھیں لیکن اس کا ذہن پتہ نہیں کہاں تھا۔ بتایا ہی نہیں کہ رات وہ آیا تھا۔ وہ تو جب پروین جھاڑ پونچھ کرنے ڈرائنگ روم میں گئی تو اسے صوفے پر سویا دیکھ کر فوراً واپس آکر چچی جان کو بتایا۔

چچی جان نے پروین کو اس کے لیے چائے لانے کو کہا اور خود آکر اسے اُٹھایا تو پہلے اس کی اپنی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ یہاں کیسے آگیا۔

”کیوں بیٹا......! یہ تم یہاں کیوں سوئے......؟ کپڑے بھی نہیں بدلے۔ کیا بہت تھک گئے تھے......؟“ چچی جان نے پریشانی ظاہر نہیں کی۔ وہ رُک کر بولا۔

”پتہ نہیں چچی جان......! کیسے نیند آگئی......؟“ تب ہی فارینہ دروازے میں آکر بولی۔

”مما......! میں ذرا باہر جا رہی ہوں۔“ اور اس کا ذہن یک لخت پوری طرح بیدار ہوگیا۔ سمجھ گیا کہ وہ خود اطمینان سے ہو کر اب یقیناً خاور کو اطمینان دینے جا رہی ہے۔ چچی جان نے پتا نہیں اس سے کیا کہا وہ وہیں سے پلٹ گئی۔ تب وہ سر جھٹک کر ٹائم دیکھتے ہوئے بولا۔

”میں اتنی دیر تک سویا رہا۔ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں اُٹھایا......؟“

”کیسے اُٹھاتی......؟ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ تم یہاں ہو بلکہ میں تو یہ سمجھی تھی کہ رات تم آئے ہی نہیں۔ تمہارے چچا جان بھی پریشان گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں پہلے انہیں فون کر دوں کہ تم گھر پر ہو۔“ چچی جان کہتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئیں تو ان کے پیچھے وہ بھی ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔

پروین چائے لے کر آئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ کوریڈور ہی میں رُک گیا۔ پھر وہیں کھڑے کھڑے چائے پی۔ ساتھ ساتھ آفس جانے اور نہ جانے کے بارے میں سوچتا

رہا اور ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ چچی جان آکر کہنے لگیں۔

”بیٹا......! تمہارے چچا جان کہہ رہے ہیں آج تم مکمل آرام کرو۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”میں آفس جانے کا سوچ رہا تھا۔“

”کل سے جانا۔ جاؤ......! اب منہ ہاتھ دھو لو میں ناشتے کا کہتی ہوں۔“ چچی جان نے اس کے ہاتھ سے خالی کپ لیتے ہوئے کہا تو وہ قدرے سست روی سے اپنے کمرے میں آگیا۔ ظاہر ہے اب آفس تو جانا نہیں تھا۔ اس لیے کوئی جلدی نہیں تھی۔ اطمینان سے منہ ہاتھ دھویا، کپڑے بدلے پھر ڈرائنگ روم میں آیا تو چچی جان جانے کس سوچ میں تھیں۔ اس نے آکر کرسی گھسیٹ کر انہیں متوجہ کیا۔ پھر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”آپ نے بھی ناشتہ نہیں کیا......؟“

”نہیں......! میں کر چکی ہوں۔ البتہ تمہارے ساتھ چائے پی لوں گی۔“ انہوں نے ناشتے کے لوازمات اس کے سامنے کیے پھر چائے بناتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

”بیدی کا رشتہ پکا کر آئے ہو......؟“

”نہیں......! منع کر آیا ہوں۔ ابھی بہت چھوٹی ہے۔“ اس نے کہا تو چچی جان تاکید کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

”یہ تم نے اچھا کیا۔ تمہارے ابا کو میں نے بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں مانے۔“

”اماں کو پتہ نہیں کیا جلدی ہے......؟“

”ماؤں کو جلدی ہوتی ہے بیٹا......! لڑکی ذرا بڑی ہوئی اپنے گھر کی ہو جائے لیکن آج وہ دور نہیں ہے۔ آگے سسرال میں سو جھمیلے ہوتے ہیں۔ کوئی تعاون نہیں کرتا۔ اُلٹا سارا الزام لڑکی کے سر کہ اسے کچھ آتا نہیں۔“ چچی جان اپنے آپ بول رہی تھیں اور وہ بس سن رہا تھا۔ پھر رُک کر وہ کہنے لگیں۔

''فارینہ کے لیے ایک اچھا رشتہ آیا ہے۔ ہاشمی صاحب کا نام سنا ہوگا تم نے بلکہ شاید مل بھی چکے ہو۔ وہ اپنے بیٹے کے لئے آئے تھے۔'' وہ ناشتے سے ہاتھ روک کر کچھ گم سم سے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

''تمہارے چچا جان کو تو کوئی اعتراض نہیں۔ بتا رہے تھے جب فارینہ کی شادی نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی ہاشمی صاحب نے کہا تھا اور اب تو باقاعدہ پیغام لے کر آئے ہیں۔ لیکن......!'' چچی جان نے خاموش ہو کر اسے دیکھا تو وہ کچھ چونک کر بولا۔

''لیکن کیا......؟''

''فارینہ منع کر رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا میں تم سے کیسے کہوں......؟'' چچی جان کچھ اُلجھ گئیں تو وہ ان کے ہاتھ تھام کر انہیں اپنائیت کا احساس دے کر بولا۔

''ایسی کیا بات ہے چچی جان......! جو آپ مجھ سے نہیں کہہ پا رہیں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں، اس گھر کے سارے دُکھ سکھ میرے اپنے ہیں، کبھی میں نے آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی نا......! ابھی بھی کہہ دیجئے جو بھی بات ہے۔''

''میں فارینہ کی بات کر رہی ہوں۔ وہ تمہارا نام لے رہی ہے۔ کہتی ہے تم سے شادی کرے گی۔'' چچی جان اس سے نظریں چرا کر بول رہی تھیں۔

''سچی بات تو یہ ہے بیٹا......! کہ میری اور تمہارے چچا جان کی بھی دلی خواہش تھی کہ فارینہ کی شادی تمہارے ساتھ ہو لیکن اس وقت وہ نہیں مانی تھی اور اب شاید تم......''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' اس سے پہلے کہ وہ کہتیں ''تم نہ مانو'' وہ بول پڑا تھا۔

چچی جان نے چونک کر دیکھا تو مسکرا کر اثبات میں سر ہلانے لگا۔ پھر اس طرح ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں وہاں سے اُٹھا کر ان کے کمرے میں لے گیا اور دوپہر تک ان کے ساتھ جانے کیا راز و نیاز کرتا رہا تھا۔



اس وقت وہ نکلی تو خاور کے پاس جانے کے لئے تھی لیکن پھر راستے ہی میں اس کا فون آ گیا کہ ابھی وہ آفس میں بے حد مصروف ہے۔ اس لئے شام میں اس سے ملے گا اور اس ریسٹورنٹ میں یوں وہ واپس گھر جانے کی بجائے اپنی دوست شمائلہ کے پاس آ گئی۔ گزشتہ دنوں کی نسبت اس وقت وہ بہت فریش نظر آ رہی تھی اور یہ یقیناً علی کا دیا ہوا اطمینان تھا جو وہ بات بے بات کھکھلا رہی تھی۔

''لگتا ہے سنی تمہارے پاس آ گیا ہے۔'' شمائلہ نے بہت دیر بعد اس کی کھلکھلاہٹ سے اپنے طور پر ہی سمجھتے ہوئے کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

''نہیں......! میں سنی کے پاس جانے والی ہوں۔''

''کیا مطلب......؟'' شمائلہ بالکل نہیں سمجھی۔

''مطلب یہ کہ میں اور خاور پھر سے ایک ہونے والے ہیں۔'' وہ اس تصور سے ہی خوش تھی جبکہ شمائلہ اُچھل پڑی۔

''کیا دماغ ٹھیک ہے تمہارا......؟ پتہ بھی ہے کیا کہہ رہی ہو......؟''

''بالکل ہوش و حواس میں بات کر رہی ہوں اور تم کیوں حواس کھو رہی ہو......؟ میں نے کوئی انہونی بات تو نہیں کی۔'' اس نے کہہ کر شمائلہ کو ٹوکا بھی تو وہ کتنی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر افسوس سے بولی۔

''میرا خیال تھا تمہیں کچھ عقل آ گئی ہو گی لیکن تم تو...... خیر چھوڑو......! یہ بتاؤ کیا تمہیں یقین ہے کہ اب تم اس کے ساتھ خوش رہو گی......؟''

''میں پہلے بھی اس کے ساتھ خوش تھی۔ اس کی ہٹ دھری کی انتہا تھی اور اب پلیز......! تم مجھے کوئی لیکچر دینے نہ بیٹھ جانا......؟''

''نہیں......! مجھے اپنی انرجی ویسٹ کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور پوچھوں گی کہ خاور تک پہنچنے سے پہلے حلالہ کی جو شرط ہے اس کا کیا کرو گی......؟'' شمائلہ نے پوچھا تو وہ بڑے آرام سے بولی تھی۔

''اس کا انتظام ہو گیا ہے۔''

''کیسا انتظام......؟''

''بھئی......! ایک شخص مجھ سے شادی اور پھر طلاق دینے پر بھی تیار ہو گیا ہے۔ اس کے بعد میں آرام سے خاور کی ہو جاؤں گی۔'' اس نے اتنے آرام سے بتایا کہ شائلہ اُلجھ کر بولی۔

''یا اللہ......! تم بہت عجیب لڑکی ہو۔'' پھر پوچھنے لگی۔

''ویسے کون احمق شادی اور طلاق پر تیار ہوا ہے......؟''

''علی......!'' وہ ہنس رہی تھی۔

''علی......؟ تمہارا کزن......؟'' شائلہ کے منہ سے چیخ نما آواز نکلی تھی۔

''نہیں یار......! وہ تو اچھا خاصا معقول لڑکا ہے۔''

''جو بھی ہے بس......! میں نے اس کے ساتھ طے کر لیا ہے۔'' اس نے بے نیازی سے کندھے اُچکا کر کہا تو شائلہ پوچھنے لگی۔

''انکل آنٹی کو معلوم ہے......؟''

''نہیں......! اور تم بتانے کی کوشش بھی مت کرنا۔ میں نے علی کو بھی منع کیا ہے۔'' وہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر ٹائم دیکھ کر بولی۔

''میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔''

''بے چارہ علی......!'' شائلہ کا ذہن علی میں اُلجھا تھا۔

''کیوں......؟ تمہیں اس سے کیوں ہمدردی ہو رہی ہے......؟'' اس نے جاتے جاتے رُک کر ٹوکا۔

''بس یونہی......! تم جاؤ خاور تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔'' شائلہ نے کسی بحث سے بچنے کی خاطر اسے جانے کا کہہ دیا تو وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

آج بڑے دنوں بعد اس کا موڈ کافی خوشگوار تھا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے

دھیرے دھیرے گنگنا بھی رہی تھی اور کیونکہ مقررہ وقت سے کافی پہلے نکل آئی تھی اس لئے ریسٹورنٹ جانے کے لئے اس نے لمبا روٹ اختیار کیا کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے خاور کے انتظار میں بیٹھنا پڑے۔ وہ بھی اکیلے بہت عجیب سا لگتا تھا۔ اس لیے اس نے گاڑی کی اسپیڈ بھی کم رکھی تھی۔

پانچ بج چکے تھے اور وہ ابھی کلفٹن روڈ پر تھی۔ پھر ایک جگہ سگنل پر گاڑی روک کر اس نے پہلے آئینے میں خود کو دیکھا پھر یونہی دائیں طرف گردن موڑی تھی کہ برابر خاور کی گاڑی دیکھ کر بے اختیار اسے پکارنا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر اس نے فوراً نچلا ہونٹ دانتوں میں لے لیا۔ خود کو اسے پکارنے سے باز رکھا جبکہ اس کے اندر اچانک ابال اُٹھنے لگا تھا۔

''کون ہے یہ......؟'' اس نے سوچا اور ذرا آگے ہو کر اس لڑکی کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی لیکن سگنل کھلنے پر خاور کی گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی تو کتنی دیر تک اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ اس کے تعاقب میں جا رہی ہے۔ پھر احساس ہونے پر راؤنڈ اباؤٹ سے گاڑی موڑ کر وہ اسی ریسٹورنٹ میں آ گئی جہاں خاور نے آنے کا کہا تھا اور خاور ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ وہ بہت بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد خاور آیا تو اس وقت تک اس کا پارہ ہائی ہو چکا تھا لیکن پبلک پلیس ہونے کی وجہ سے وہ چیخ چلا نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اسے دیکھ کر منہ موڑ لیا۔

''کیا میں بہت لیٹ آیا ہوں......؟'' خاور نے اس کے منہ موڑنے سے ہی سمجھا کہ اس کے لیٹ آنے پر وہ ناراض ہے۔

''جی نہیں......! میں کچھ پہلے آ گئی ہوں۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''تو ناراض کیوں ہوتی ہو......؟ اس میں میرا کیا قصور ہے......؟'' خاور نے کہا تو اب وہ براہِ راست اسے دیکھ کر بولی۔

''تمہارے ساتھ کون تھی......؟''

''میرے ساتھ......؟'' وہ حیران ہوا۔

''جھٹلانا مت......! میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کلفٹن روڈ پر تمہاری گاڑی میری گاڑی کیساتھ رُکی تھی اور تمہارے ساتھ کوئی لڑکی تھی۔'' دانت پیس کر بولتے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''اچھا وہ......؟'' خاور ہنسا۔

''کم آن یار......! تم اتنی شکی کیسے ہوگئیں......؟''

''مجھے اس لڑکی کے بارے میں بتاؤ......!'' وہ اور کچھ نہیں سننا چاہتی تھی۔

''وہ زویا تھی۔ میرے آفس میں کام کرتی ہے۔ آج اس کے ساتھ کچھ پرابلم ہوگئی تھی تو میں نے اسے گھر ڈراپ کر دیا۔'' خاور نے ایک دم سنجیدہ ہو کر بتایا تو وہ ہنوز انداز میں پوچھنے لگی۔

''کیا پرابلم تھی اسے......؟''

''اس کے گھر سے فون آیا تھا کہ اس کے خاوند کی طبیعت بہت خراب ہے۔ یہ سن کر وہ رونے لگی تو میں نے اسے گھر چھوڑ دیا۔ اگر یقین نہیں آ رہا تو چلو تمہیں اس کے گھر لے چلوں۔'' خاور نے کہا تو وہ ناگواری سے بولی۔

''مجھے کیا ضرورت ہے کسی کے گھر جانے کی......؟''

''تو پھر میرا یقین کرو......!''

''کر لیا......!'' وہ کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگی تو خاور نے پہلے ویٹر کو بلا کر چائے کے ساتھ سینڈوچز کا آرڈر دیا پھر اس کے سامنے ٹیبل پر اُنگلی بجا کر بولا۔

''اے......! ادھر میری طرف دیکھو......!''

وہ خاموشی سے دیکھنے لگی۔

''ناراض ہو......؟''

''نہیں......! لیکن تم سن لو......! اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو میں تمہاری اور اپنی جان

ایک کر دوں گی۔'' وہ پھر بھی دھمکی دینے سے باز نہیں آئی تو وہ ہنس کر بولا۔

''ہم ایک جان ہیں۔''

''سنی کیسا ہے......؟'' اس نے پوچھا۔

''بالکل ٹھیک......! اور ہاں تم کوئی خوشخبری سنانے والی تھیں۔'' خاور نے فوراً سنی کی طرف سے اس کا دھیان ہٹا دیا۔

''ہاں......!'' وہ ایک دم اپنے پہلے والے موڈ میں آ گئی۔

''خوشخبری یہ ہے کہ میرا کزن راضی ہو گیا ہے۔''

''واقعی......؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' خاور نے خوشی کا اظہار کیا پھر پوچھنے لگا۔

''پھر کب کر رہی ہو شادی......؟''

''یہ تو میرا خیال ہے وہ طے کرے گا۔ ویسے تم فکر مت کرو۔ سب کام جلدی ہی ہوں گے۔'' اس نے کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

''ہاں فارینہ......! جلدی ہی ہونا چاہیے۔ تمہارے بغیر اب مجھے گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ سنی بھی تمہیں بہت مس کرتا ہے۔''

''بس......! تھوڑے دنوں کی بات ہے۔'' اس نے کہا اور چائے کا کپ اُٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا اور ابھی ایک سپ لیا تھا کہ گلاس ڈور سے داخل ہوتے علی کو دیکھ کر اس نے بلا ارادہ ہی کپ واپس ٹیبل پر رکھ دیا اور خاور کو بتانا ہی چاہتی تھی کہ علی تیز قدموں سے اس کی ٹیبل تک پہنچ گیا اور قدرے غصے سے بولا۔

''فارینہ......! تم یہاں کیوں آئیں......؟''

''اپنی مرضی سے آئی ہوں اور تم پوچھنے والے......''

''شٹ اَپ......!'' علی اسے کلائی سے تھام کر تقریباً کھینچتا ہوا لے گیا۔

خاور نے گلاس وال سے سارا منظر دیکھا کہ کس طرح اسے گاڑی میں دھکیل کر علی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا اور پھر سپیڈ سے گاڑی لے گیا۔

''بس......! تھوڑے دنوں کی بات ہے۔'' خاور نے زیر منہ فارینہ کی بات دہرائی۔

○○○

چھٹی کا دن تھا۔ سارا دن اس نے آرام ہی کیا تھا۔ شام میں دوستوں کے پاس جانے کا سوچ کر وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلا تو چچا جان کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر وہ ان کے پاس رُک گیا۔

''آؤ میاں......! کہاں رہے سارا دن......؟'' چچا جان نے اسے دیکھ کر کہا تو وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

''گھر ہی میں تھا چچا جان......!''

''اچھا......! میں سمجھا کہیں باہر گئے ہو۔ ابھی کہیں جا رہے ہو کیا......؟'' انہوں نے اس کی تیاری دیکھ کر پوچھا۔

''اب نہیں جا رہا۔'' وہ مسکرایا پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''چچی جان کہاں ہیں......؟''

''وہ اپنے بھائی کے گھر گئی ہیں فارینہ کے ساتھ۔ جانے سے پہلے تمہارے کمرے میں گئی تھیں لیکن تم سو رہے تھے۔'' انہوں نے کہا تو وہ خاموش رہا۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

''وہ چچا جان......! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''ہاں کہو......! لیکن پہلے میری ایک بات کا جواب دو۔'' انہوں نے کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''جی......!''

''کیا تم خوشی سے فارینہ سے شادی پر تیار ہو یا ہماری خاطر مجبوراً تیار ہوئے

ہو......؟'' انہوں نے پوچھا تو وہ قدرے رُک کر بولا۔

''اس بات کا جواب میری بات میں موجود ہے اور آپ میری بات سن لیں۔''

''ہاں کہو......!'' چچا جان پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اسے بولنے میں کچھ دقت ہوئی۔ بمشکل خود پر قابو پا کر کہنے لگا۔

''جیسا کہ آپ جانتے ہیں کچھ دن پہلے فارینہ دوبارہ خاور سے شادی کی بات کر رہی تھی تو وہ ابھی بھی یہی چاہتی ہے اور حلالہ کے لئے اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔''

چچا جان کتنی دیر سناٹے میں آ کر اسے دیکھتے رہے۔ پھر سر جھکا کر کمزور سی آواز میں بولے تھے۔

''تو تم صرف حلالہ کے لئے......''

''فارینہ یہی چاہتی ہے۔ آپ بتائیں میں کیا کروں......؟'' اس نے ایک طرح سے اپنی بے بسی ظاہر کی تو چچا جان یونہی سر جھکائے کتنی دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے۔

''دیکھو بیٹا......! مجھے جتنی عزیز فارینہ ہے اسی قدر تم......! یہ میں پوری ایمانداری سے کہہ رہا ہوں کہ میں نہ فارینہ کی خوشی پر تمہیں قربان کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری خوشی پر اسے...... اس لیے اگر تم خود فیصلہ کرو تو زیادہ بہتر ہوگا۔''

''میں نے فارینہ سے حامی بھر لی ہے چچا جان......! صرف اس لئے کہ اگر میں منع کر دوں گا تو خاور کوئی اور شخص ڈھونڈ دے گا۔'' اس نے کہا تو چچا جان کے چہرے پر تفکرات کی لکیر بھر آئی تھی لیکن وہ بولے کچھ نہیں۔

''آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں چچا جان......! کیا آپ چاہتے ہیں کہ فارینہ دوبارہ خاور سے شادی کرے......؟'' اس نے پوچھا تو وہ فوراً بولے تھے۔

''نہیں......! کبھی نہیں......!''

''پھر آپ بے فکر ہو جائیں اور اطمینان سے بھی کہ میں فارینہ سے شادی خوشی سے

کر رہا ہوں کسی مجبوری کے تحت نہیں۔'' انہیں اطمینان دیتے ہوئے اس کا اپنا دل بھی ہلکا ہو گیا تھا۔

''خوش رہو بیٹا......! تم نے تو میرا مان بڑھا دیا ہے۔'' چچا جان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''چچا جان......! پلیز......!'' اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔ پھر کہنے لگا۔

''فارینہ نہیں چاہتی تھی کہ اس بات کا علم اور کسی کو ہو لیکن میں نے آپ کو بتانا ضروری سمجھا لیکن آپ اس پر ظاہر نہیں کیجئے گا۔''

''نہیں بیٹا......!''

''اور ایک وعدہ کریں چچا جان......! آپ کبھی مجھ سے بدگمان نہیں ہوں گے۔ میں کوئی بھی قدم اُٹھاؤں گا تو فارینہ کی بہتری کے لئے اس سے ہٹ کر میرا کوئی مقصد نہیں ہوگا۔'' اس نے کہا تو چچا جان اس کا ہاتھ دبا کر بولے۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا......! میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''تھینک یو......!'' وہ مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''صبح میں نواب شاہ جاؤں گا اور ابا کو بھیج دوں گا۔ آپ ان کے ساتھ طے کر لیجئے گا۔''

''ٹھیک ہے......!'' چچا جان بھی اب اطمینان سے مسکرا رہے تھے۔



''سنو......!'' صبح وہ بہت عجلت سے نکلتے ہوئے فارینہ کے پاس رُک کر بولا۔

''میں ابا کو لینے جا رہا ہوں۔ وہ آ کر چچا جان سے بات کریں گے۔ میرا مطلب ہے ہماری شادی کی۔''

''اس کی کیا ضرورت ہے......؟'' وہ تنک کر بولی تو اس کی پیشانی پر بے شمار سلوٹیں پڑ گئیں۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟ یعنی میں بالا ہی بالا اپنے سر پر سہرا سجا لوں......؟ تم شاید بھول رہی ہو کہ ہمارے درمیان جو طے ہوا ہے اس میں کوئی تیسرا فرد شریک نہیں ہے۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو تم......؟''

''اس سلسلے میں مجھے مزید کچھ نہیں کہنا اور اصل بات جو کہنی ہے وہ یہ کہ جب تک میں صرف ایک رات تمہاری جھولی میں ڈال کر تمہیں آزاد نہ کر دوں تم خاور سے نہیں ملو گی۔'' اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں ایسی تنبیہ تھی کہ وہ اپنی جگہ سن ہو گئی تھی۔

اور وہ رُکا نہیں۔ تیز قدموں سے باہر نکل گیا تھا۔



ابا ٹھیک پندرہ دن بعد کی تاریخ طے کر کے چلے گئے اور تھوڑے سے دنوں کو غنیمت جان کر علی نے اپنی تمام آرزوؤں کو بے لگام چھوڑ دیا۔ فارینہ کی بے زاریوں، بے نیازیوں اور جھنجھلاہٹوں کو شدت سے محسوس کرنے کے باوجود اس نے اپنی کسی خواہش کو نہیں دبایا۔

''چلو فارینہ......! جیولری تم خود پسند کر لو۔'' چچی جان کی موجودگی میں وہ اسے مخاطب کر کے بولا تھا۔

فارینہ ہونٹ بھینچ کر تیکھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''ٹھیک تو کہہ رہا ہے۔ پہننی تمہیں ہے اپنی پسند سے لے لو۔'' چچی جان نے علی کی طرفداری میں کہا تو وہ سلگ کر بولی۔

''پہلے بھی میں نے اپنی پسند سے ہی لی تھی۔ کتنا عرصہ پہنی......؟''

چچی جان نے سٹپٹا کر علی کو دیکھا تو وہ قصداً کی چین گرا کر اسے اُٹھانے کے بہانے فوراً نیچے جھک گیا کیونکہ اس جواب کی اسے بھی توقع نہیں تھی اور سنبھلنے میں کچھ وقت لگا

تھا۔ پھر صرف اسے سنا کر دھیمی آواز میں بولا۔

''خواہ ایک رات کے لئے سہی...... پہننی تو ہے۔'' پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کے حلیے پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

''میں باہر انتظار کر رہا ہوں۔ تم چینج کر کے آؤ۔''

''تم......!'' وہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ اس نے بس ایک اُنگلی اُٹھانے پر اکتفا کیا اور باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد وہ اسی حلیے میں آئی اور بیٹھی تو گاڑی کا دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے بولی۔

''تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو علی......!''

''نہیں......! ایسا گمان بھی نہیں کرنا۔'' وہ اس کا تیز لہجہ نظرانداز کر کے دھیرج سے بولا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

''پھر اور کیا مقصد ہے تمہارا......؟'' وہ بہت تلملاتی ہوئی تھی۔

''انجام سے نظریں چرا کر اس وقت مجھے صرف یہ خیال ہے کہ میں شادی کر رہا ہوں اور بہت خوش ہوں۔'' وہ ایک نظر اس پر ڈال کر کہنے لگا۔

''تمہیں اتنا خودغرض نہیں ہونا چاہیے۔ جب میں نے تمہاری بات مان لی تو تمہیں بھی کچھ خیال کرنا چاہیے۔ یہ چند دن میرے ساتھ ہنسی خوشی گزارنے میں تمہارا کیا جائے گا......؟''

''تم خوش ہو......؟'' وہ اس کی ساری باتیں نظرانداز کر کے ایک ہی بات میں اُلجھ کر بولی تھی۔

''ہاں......!'' اس نے مختصر جواب پر اکتفا کیا۔

''کیوں......؟ میرا مطلب ہے یہ خوشی کی بات تو نہیں ہے......؟''

''شادی کا دوسرا نام ہی خوشی ہے اور تم نہ چاہو تب بھی اس خوشی میں میری خوشی

شریک ہے۔'' علی نے اپنی توجہ ایک موڑ کاٹنے پر مرکوز رکھ کر کہا تو وہ کچھ رُک کر بولی۔

''سنو......! تم مجھے دھوکا تو نہیں دو گے......؟''

''دے بھی سکتا ہوں۔'' وہ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا اور وہ چیخ پڑی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟''

''چلاؤ مت......! میں نے ہمیشہ تمہاری خوشی کو اہم جانا اور ابھی بھی میرے پیش نظر صرف اور صرف تمہاری خوشی ہے۔'' وہ اسے ٹوک کر ایک دم سنجیدہ ہو گیا تو وہ جز بز سی ہو کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر راستے پر دھیان دیا تو پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

''یہ تم کہاں جا رہے ہو......؟''

علی نے فوراً جواب نہیں دیا۔ جب مطلوبہ جگہ گاڑی روکی تب اسے دیکھ کر بولا۔

''چچا جان کا خیال ہے ہمیں شادی کے بعد کچھ عرصہ یہاں رہنا چاہیے اس اپارٹمنٹ میں۔ چلو تمہیں میں دکھا دوں بلکہ......'' وہ بات اُدھوری چھوڑ کر نیچے اُتر گیا اور اس کے آنے تک خود کو خاصا لاپرواہ ظاہر کیا حالانکہ جانتا تھا کہ وہ بری طرح تلملا گئی ہے لیکن خلافِ توقع وہ کچھ نہیں بولی اور اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر بھی خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

دو کمرے بالکل خالی تھے اور تیسرا سامان سے بھرا ہوا تھا۔ یعنی بقیہ دو کمروں کا سامان بھی یہیں موجود تھا۔ اس نے پوچھا نہیں اور وہ خود ہی بتانے لگا۔

''یہ سب ابھی خریدا ہے۔ کل دن میں آ کر تم اپنی مرضی سے سیٹ کر لینا بلکہ ہم مل کر سجائیں گے۔ کیا خیال ہے......؟ یہ بیڈ روم ٹھیک رہے گا یا......'' علی نے ترنگ میں بولتے ہوئے اسے دیکھا لیکن وہ موجود نہیں تھی۔

وہ حیران ہو کے فوراً اس کے پیچھے نہیں لپکا۔ اطمینان سے سگریٹ سلگا کر دو تین کش لیے پھر خالی کمروں میں جھانکتے ہوئے ٹیرس پر آیا تو وہ ریلنگ کے پاس کھڑی نظر آئی تو غالباً خود پر قابو پانے کی کوشش میں مصروف تھی۔

وہ اس کے قریب آ کر انجان بن کر پوچھنے لگا۔

''کیا بات ہے......؟ تم یہاں کیوں چلی آئیں......؟''

''علی......! تم میری مجبوری سے......''

''نہیں......!'' وہ فوراً بول پڑا۔

''یہ سب کرنا میری مجبوری ہے۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ شادی کن شرائط پر ہو رہی ہے۔ تم بار بار مجھے الزام مت دو۔ تم نے خود کسی کو بھی بتانے سے منع کیا ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں......؟ تمہیں دیکھوں یا چچی جان اور چچا جان کو......؟''

''تم اتنے بے بس نہیں ہو علی......! جتنا خود کو ظاہر کر رہے ہو۔'' وہ سخت شاکی نظر آ رہی تھی۔

وہ کچھ دیر اُسے دیکھتا رہا۔ پھر سگریٹ کا آخری کش لے کر اسے دُور پھینکتے ہوئے بولا۔

''ہمیں ایک دوسرے سے شاکی نہیں ہونا چاہیے فارینہ......! چلو میں چچا جان کو منع کر دوں گا کہ ہم یہاں اپارٹمنٹ میں نہیں رہیں گے۔''

اس نے چونک کر دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔ تب وہ اسے چلنے کا اشارہ کر کے آگے چل پڑا۔

گھر سے وہ جانے کیا سوچ کر نکلا تھا لیکن اب اس کا اپنا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ اسے جیولر کے پاس بھی نہیں لے گیا اور سیدھا گھر چلا آیا۔ تمام راستہ وہ خاموش رہی تھی لیکن جب گھر کے سامنے اُترنے لگی تب اسے دیکھ کر بولی۔

''سنو......! تم بابا سے کچھ نہیں کہو گے۔ اپارٹمنٹ کی چابی مجھے دے دو۔ میں کل دن میں جا کر سیٹنگ کر دوں گی۔''

اس نے جیب سے چابی نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''تم اکیلی کچھ نہیں کر سکتی۔ میرا مطلب ہے اتنا بھاری سامان......''

''میں پروین کو ساتھ لے جاؤں گی۔'' وہ فوراً بولی۔

''جیسے تمہاری مرضی......!'' وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس سے پہلے ہی اندر چلا گیا۔

○ ○ ○

اس کے اندر عجیب ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی۔ ذہن خالی نہیں تھا۔ مختلف سوچیں تھیں لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ سوچنا کیا چاہ رہی ہے۔ کبھی سنی کا خیال آتا، کبھی خاور اور پھر علی۔

''علی......!'' وہ دھیرے سے بڑبڑائی۔

''شاید اس کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا تھا بلکہ شاید میں اس کے ساتھ......''

فون کی بیل نے اس کی توجہ کھینچ لی تو گہری سانس کے ساتھ اس نے ریسیور اُٹھا لیا۔

''کیسی ہو فارینہ......!'' دوسری طرف سے خاور تھا اور اس کی آواز سن کر جانے کیوں وہ خاموش سی ہو گئی۔

''فارینہ......! کیا ہوا ہے......؟ بولو ناں......!'' خاور نے ٹوکا تو وہ آہستہ سے بولی۔

''کیا بولوں......؟''

''کیا ہوا ہے یار......! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے......؟'' خاور نے پوچھا۔

''پتا نہیں خاور......! مجھے کیا ہو رہا ہے......؟ میں کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہی......میں شاید گلٹی فیل کر رہی ہوں۔'' اس نے کہا تو خاور بے صبری سے بولا۔

''کیوں......؟ کیوں گلٹی فیل کر رہی ہو......؟''

''وہ...... وہ علی ہے ناں......! وہ بہت خوش ہے...... آئی مین اس شادی سے......'' وہ خود نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

''پھر......؟'' خاور اب ٹھٹکا تھا۔

''پھر یہ کہ مجھے لگ رہا ہے جیسے میں اس کے ساتھ اچھا نہیں کر رہی۔'' وہ رُک رُک کر بولی تھی۔

''ایسا مت سوچو جان......!'' وہ بمشکل خود پر قابو پا کر بولنے لگا تھا۔

''تم نے اسے مجبور تو نہیں کیا اور نہ ہی تم اسے دھوکا دے رہی ہو۔ ہر بات اس پر پہلے سے واضح ہے اور وہ اپنی مرضی سے آمادہ ہوا ہے۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں......!''

''ہوں......!'' اس کا انداز کھویا کھویا تھا۔

''تم دل پر بوجھ مت ڈالو......بس کچھ دنوں کی تو بات ہے۔''

''ہاں......!'' اس کے ہونٹوں سے ''ہاں'' کی صورت میں گہری سانس خارج ہوئی تھی۔

''مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی فارینہ......! ایسا کرو میرے پاس آ جاؤ۔'' اس نے کہا تو وہ فوراً بولی تھی۔

''نہیں خاور......! اب نہیں۔''

''کیا مطلب......؟'' وہ پھر ٹھٹکا تھا۔

''میرا مطلب ہے جب تک یہ مراحل طے نہیں ہو جاتے ہمیں نہیں ملنا چاہیے اور ہاں......! اب تم مجھے فون بھی مت کرنا۔'' اس نے کہا۔

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو......؟'' خاور کا ضبط جواب دے رہا تھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں خاور......! مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا۔'' وہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگی تھی۔

''تمہیں یا علی کو......؟'' اُدھر وہ طنز سے باز نہیں آیا۔

وہ خاموش رہی تھی۔

''دیکھو فارینہ......! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اگر ایک دن تمہیں نہ دیکھوں تو ......'' خاور پھر ہمیشہ کی طرح گرفت میں لے رہا تھا لیکن اس نے بہت آہستگی سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

جانے کیوں دل بوجھل ہو رہا تھا۔ وہ کھڑکی کے پردے سمیٹ کر اُجالوں کو اندھیروں میں چھپتے دیکھنے لگی۔ یکلخت اس کا ذہن بالکل خالی ہو گیا تھا۔ یعنی کوئی سوچ نہیں تھی۔

''فارینہ......!'' اس کی مما پکارتی ہوئی اندر آئیں تو وہ یونہی گردن موڑ کر انہیں دیکھنے لگی۔

''اندھیرے میں کیوں کھڑی ہو بیٹا......!'' مما نے لائٹ آن کی پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

''کیا بات ہے......؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری......؟''

''جی......!''

''کیا سوچ رہی تھیں......؟'' مما نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر کہنے لگیں۔

''علی بتا رہا تھا وہ تمہیں اپارٹمنٹ دکھانے لے گیا تھا......؟''

''جی......!'' اس کا ''جی'' اثبات میں تھا نہ سوالیہ بس یونہی انہیں دیکھنے لگی تھی۔

''کیسا لگا تمہیں......؟'' مما نے قدرے شوق سے پوچھا تھا اور اب وہ ذرا سا چونکی پھر کہنے لگی۔

''ٹھیک ہے......! لیکن مما......! اس کی کیا ضرورت تھی......؟ آئی مین اپارٹمنٹ لینے کی۔''

''تو تم ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو......؟'' مما نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھو کر کہا۔

''نہیں......! میرا مطلب ہے ایک ہی......'' وہ ایک دم احساس ہونے پر خاموش ہو گئی۔ ورنہ کہنے جا رہی تھی کہ ''ایک ہی رات کی تو بات ہے۔''

''کیا ایک ہی......؟'' مما نے ٹوکا تو وہ جزبز ہو کر بولی۔

''کچھ نہیں......!''

''پھر تم اپارٹمنٹ کی سیٹنگ کرنے کب جاؤ گی......؟'' مما نے پوچھا تو وہ جھنجھلا گئی۔

''چلی جاؤں گی کسی بھی دن...... چلی جاؤں گی۔'' اس کے ساتھ وہ اُٹھ کر واش روم میں بند ہو گئی۔

○○○

وہ جب گھر میں داخل ہوا تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ چچی جان کو نماز کے لئے اپنے کمرے میں جاتے دیکھ کر اس نے خود ہی پروین کو پکار کر چائے کا کہا۔ پھر اپنے کمرے میں آ رہا تھا کہ فون کی بیل پر مڑ گیا اور ریسیور اُٹھا کر ''ہیلو'' کہا تو دوسری طرف خاور اس کی آواز پہچان کر بولا۔

''علی......! پلیز ذرا فارینہ کو بلا دیں۔''

''کیوں......؟'' علی کی پیشانی یک لخت شکن آلود ہو گئی اور کسی طرح اپنی ناگواری چھپا نہیں سکا تھا۔

''مجھے اس سے کچھ بات کرنی ہے۔'' خاور نے کہا تو وہ چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔

''آپ کو جو کچھ بھی کہنا ہے مجھ سے کہیں یا چچا جان سے...... فارینہ سے آپ کی

بات نہیں ہوسکتی۔''

''کب تک......؟''دوسری طرف تمسخر اُڑایا گیا۔

''جب تک میں نہ چاہوں اور میں کبھی نہیں چاہوں گا۔''اس نے ریسیور پٹخا اور اپنے کمرے میں آ گیا لیکن ایک پل چین سے نہیں بیٹھ سکا۔خاور کے تمسخرانہ لہجے نے اس کے اندر انگارے بھر دیئے۔بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالے۔معاً کسی خیال کے تحت چونکا۔فوراً اپنے کمرے سے نکل کر فارینہ کے کمرے میں بنا دستک دیئے داخل ہوا۔خاصا جارحانہ انداز تھا۔اسے جانماز پر کھڑے دیکھ کر بس ایک پل کو ٹھٹکا پھر اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے اِدھر سے اُدھر ٹہل کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال لیتا اور جب اس نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تب تیزی سے آ کر اس کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر بیٹھا اور اس کے دونوں ہاتھ کلائیوں سے تھام کر بولا۔

''جس ربّ سے مانگ رہی ہو اسی کی قسم کھا کر کہو مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گی۔''

فارینہ اس کے اس طرح سامنے آنے سے حیران تھی۔مزید اس کی آنکھوں سے نکلتے شرارے دیکھ کر قدرے سہم گئی پھر بھی بظاہر سکون سے ٹوکتے ہوئے بولی۔

''جاء نماز سے ہٹو......!بے ادبی ہو رہی ہے۔''

اس نے ایک نظر جاء نماز پر ڈالی پھر ایک طرف ہٹ گیا لیکن اس کی کلائیاں نہیں چھوڑیں۔

''میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی...... کیا تم کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے......؟''وہ تاسف سے بولی تھی۔

وہ اس کی کلائیاں چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور پھر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔فارینہ دُعا کے بعد جاء نماز لیے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی اور اُسے لپیٹتے ہوئے اسے دیکھ کر بولی۔

''نماز پڑھا کرو......!دل کو سکون ملتا ہے۔''

''تم کیوں اتنی بے سکون رہتی ہو......؟''وہ سلگ کر بولا۔

''رہتی تھی...... جب سے نماز پڑھنے لگی ہوں سکون ہی سکون ہے۔''

''واقعی......؟''وہ کھوجتی ہوئی نظریں اس کے چہرے پر جما کر قریب چلا آیا اور چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگا۔

''یہ سکون نماز کا مرہونِ منت ہے یا کوئی اور بات ہے......؟''

''دیکھو علی......!جو بھی بات ہے صاف کہہ دو......تم جانتے ہو میں ایسے لہجوں کی عادی نہیں ہوں۔''وہ سمجھ گئی تھی کہ ابھی کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو اسے پریشان کر رہی ہے لیکن وہ کسی طرح اپنے غصہ پر قابو نہیں پا سکا۔اسی طرح چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک میں تمہیں آزاد نہ کر دوں تم خاور سے کوئی رابطہ نہیں رکھو گی پھر تم نے میری بات کیوں نہیں مانی......؟''

''یہ سچ ہے کہ میں نے تمہاری بات نہیں مانی لیکن اس سے بڑا سچ یہ ہے کہ میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں۔''فارینہ نے مضبوط لہجے اور بڑے یقین سے کہا۔وہ فوراً جھٹلا نہیں سکا تو کچھ اُلجھ کر بولا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟''

''میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی اپنے آپ پر پابندی لگا چکی ہوں۔''وہ کہتے ہوئے جاء نماز رکھنے کے بہانے کارنر تک چلی گئی پھر وہیں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

''تمہیں یہ خیال کیوں آیا کہ میرا اس سے رابطہ ہو گا......؟''

''ابھی اس کا فون آیا تھا۔''علی نے اپنے طور پر اس کا اطمینان چھین لینے کی کوشش کی لیکن اُدھر سے سرمنہ فرق نہیں پڑا بلکہ بے نیازی بھی شامل ہو گئی۔

''سنا ہے......!روز آتا ہے۔''

''سنا ہے......؟''علی کے لہجے میں آپ ہی طنز سمٹ آیا جسے محسوس کر کے اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں اور ناگواری سے جتا کر بولی۔

''دیکھو علی......!تم ابھی مجھ پر حق جتانے والے ہو نہ پابندی لگانے والے......

تمہارے نکاح میں آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کی میں خود ذمہ دار ہوں اور تمہارے سامنے جواب دہ بھی نہیں ہوں۔ کسی شرط کی بنیاد پر مجھ سے شادی پر آمادگی ظاہر کر کے تم نے مجھے خرید نہیں لیا۔ میں اگر چاہوں تو اس وقت خاور سے رابطہ کر سکتی ہوں۔ کیا کر لو گے تم......! زیادہ سے زیادہ شادی سے انکار کر دو گے......؟ جاؤ اسی وقت انکار کر دو۔''

''اُف یہ لڑکی......!'' جب وہ سمجھتا تھا کہ اس پر حاوی ہونے جا رہا ہے وہیں منہ کی کھاتا تھا۔ حقیقتاً دل چاہ رہا تھا کہ اس کی گردن دبوچ لے۔ بمشکل ضبط سے بولا۔

''بے شک تم میرے سامنے جوابدہ نہیں ہو لیکن کبھی اپنے ضمیر کی عدالت میں تمہیں ضرور جواب دینا ہوگا۔'' اس کے ساتھ ہی پلٹ کر جانے لگا کہ وہ پکار کر بولی۔

''سنو علی......! مجھے یقین ہے تم مجھے دھوکا نہیں دو گے۔''

وہ رُکا تھا۔ اس کی بات سن کر ذرا سی گردن موڑی لیکن پھر اسے دیکھے بغیر باہر نکل گیا تھا۔



خاور علی کی بات سے بے حد تلملایا ہوا تھا اور اسی حالت میں مسلسل فارینہ کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دوسری طرف بیل جاتی تھی لیکن کوئی ریسیور نہیں اُٹھاتا تھا اور فارینہ کا موبائل جانے خراب تھا یا اس نے خود ہی بند کر رکھا تھا۔ بہر حال اس کا کسی طرح بھی فارینہ سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا اور اس کا ذمہ دار وہ علی کو ٹھہرا رہا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ فارینہ سے تمہاری بات نہیں ہو سکتی جب تک میں نہ چاہوں اور میں کبھی نہیں چاہوں گا۔

''ہونہہ......! جب تک میں نہیں چاہوں گا۔'' وہ ریسیور پٹخ کر دانت پیسنے لگا تھا۔

''علی اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے......؟ اسے تو میں ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ساری زندگی روتا رہے گا۔''

وہ غصے میں انتہائی خونخوار ہو رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کیسے علی کو گھسیٹ کر لے

آئے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اس وقت اس تک رسائی تو ہو نہیں سکتی تھی۔ سامنے رکھے کانچ کے خوبصورت گلدان کی شامت آ گئی۔ اسے اُٹھا کر دیوار پر دے مارا تو ننھے ننھے کانچ کے ٹکڑے سارے کمرے میں پھیل گئے۔

''یہی حشر کروں گا میں اس کا۔'' وہ زیر خند سے بولا تب ہی زویا دروازہ دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی۔

''ہیلو......!'' زویا کی زوردار آواز پر وہ جس طرح غصے میں بیٹھا تھا اسی انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

''ارے......! تمہیں کیا ہوا......؟'' زویا نے آگے آ کر اس کی خونخوار آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹوکا۔

''میں اس کا خون کر دوں گا۔'' خاور ہتھیلی پر زور سے مکا مار کر دھاڑا تھا۔

''کس کا......؟ فارینہ کا......؟'' زویا نے بے ساختہ کہہ کر ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا۔

''نہیں......! اس کے کزن کا۔'' وہ اس وقت اپنے آپ میں نہیں تھا۔ جب ہی اس کی بات پر توجہ دی نہ حرکت کی۔

''کیوں......؟ اس کے کزن نے تمہارا کیا بگاڑا ہے......؟'' زویا نے اب سنبھل کر پوچھا۔

''بہت کچھ......! میری توہین کی ہے اس نے اور میں اپنی توہین کا بدلہ ضرور لوں گا۔'' اس نے کہا تو اب زویا قدرے اُکتا کر بولی۔

''اچھا پلیز......! ابھی تو تم ریلیکس ہو جاؤ ورنہ میں چلی جاؤں گی۔''

''دھمکی......!'' وہ اب کوشش سے چیخا تھا۔

''دیکھا کیسے میری دھمکی کام کر گئی۔ فوراً موڈ ٹھیک ہو گیا تمہارا......!'' زویا نے کہا۔

''ارے......! میرا موڈ تو تمہیں دیکھتے ہی ٹھیک ہو گیا تھا۔'' خاور نے گہری سانس

کھینچتے ہوئے مخمور لہجے میں کہا پھر اس کا ہاتھ کھینچ کر بٹھانا چاہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

''میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی۔''

''پھر......؟''

''چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔'' زویا نے کہا تو وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔

''میں چینج کر کے آتا ہوں۔''

''فوراً آنا......!''

''بس پانچ منٹ میں......!'' وہ کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا اور واقعی پانچ منٹ میں تیار ہو کر آیا تو سنی کی گورنس سامنے آ گئی۔

''صاحب......! سنی کا بخار نہیں اُتر رہا۔'' گورنس نے کہا تو وہ پوچھنے لگا۔

''دوا دی تھی......؟''

''جی صاحب......!''

''تو پریشان کیوں ہوتی ہو......؟ بخار اُتر جائے گا۔'' وہ کہہ کر زویا کے ساتھ باہر نکل گیا۔

''تم سنی کو فارینہ کے پاس کیوں نہیں بھیج دیتے......؟'' زویا نے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ابھی نہیں......!'' وہ شاید بے دھیانی میں کہہ گیا تھا۔

''کیا مطلب......؟'' زویا نے ٹوکا تو وہ پہلے چونکا پھر مسکرا کر بولا تھا۔

''بھیج دوں گا...... ذرا سنی کی طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر اسے فارینہ کے پاس بھیج دوں گا۔''

''میرا خیال ہے وہ ماں کو مس کر رہا ہے......؟''

''ہوں......!'' خاور نے اس موضوع سے ہٹنے کی خاطر کیسٹ آن کر دیا تھا۔

○○○

''کیوں......؟ میں اسے دھوکہ کیوں نہیں دے سکتا......؟'' بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے ہوئے علی کا سلگتا ہوا ذہن بس اسی نہج پر سوچے جا رہا تھا۔

''جب وہ میری تذلیل کر سکتی ہے، میرے جذبوں سے کھیل سکتی ہے، مجھے فالتو مہرے کی طرح استعمال کر سکتی ہے پھر میں کیوں نہیں اس کے ساتھ کھیل سکتا......؟ کیوں اسے دھوکہ نہیں دے سکتا......؟''

''مجھے چچا جان اور چچی جان کا خیال آتا ہے۔ کتنی محبت کرتے ہیں وہ مجھ سے، کتنا مان ہے انہیں مجھ پر۔'' اندر کہیں جواز بھی موجود تھے۔

''اور وہ فارینہ...... اسے اتنا یقین کیوں ہے کہ میں اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ شاید اس کے خیال میں چچا جان کے احسانوں کے بوجھ تلے دب کر میں اپنی آزادی کھو چکا ہوں۔''

اور وہ خواہ کچھ بھی سمجھے اس کی ضد میں بھی وہ چچا جان اور چچی جان کی محبتوں اور شفقتوں سے نہیں نکل سکا۔ اگر واقعی احسان ہوتا تو احسان کا بدلہ چکایا جا سکتا تھا لیکن محبتوں کا قرض اپنی ہستی مٹا کر بھی نہیں اُتارا جا سکتا اور اس کا رواں رواں مقروض تھا۔ وہ کیسے انہیں رنج دے سکتا تھا جنہوں نے کبھی ایک پل اسے رنجیدہ نہیں ہونے دیا تھا۔ پھر بھی وہ اس لڑکی کو ضرور سبق سکھائے گا۔ آخر میں اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا تھا۔

پھر اچانک اسے خیال آیا کہ پتا نہیں فارینہ نے اپارٹمنٹ کی سیٹنگ کی ہے یا نہیں اور یہی دیکھنے کے لئے اس نے وہیں سے گاڑی موڑ دی۔

اسے کوئی تجسس تھا نہ فارینہ سے کوئی اُمید۔ بس یہ خیال کہ اگر اس نے سیٹنگ نہیں کی تو وہ خود آج کی تاریخ میں یہ کام نمٹا دے گا کیونکہ اب گنتی کے چند دن ہی رہ گئے تھے اور اسے اور بھی بہت کام تھے۔ پھر ابا بھی آج کل میں اماں اور بہنوں کو لے کر آنے والے تھے۔ اس کا خیال تھا وہ انہیں اپارٹمنٹ میں ٹھہرائے گا۔

بہر حال وہ سوچتا ہوا اپارٹمنٹ کی سیڑھیاں چڑھ آیا اور ابھی جیب میں دوسری چابی

تلاش کر رہا تھا کہ اندر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ غالباً کوئی چیز گھسیٹی گئی تھی۔ چابی کی تلاش چھوڑ کر اس نے ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔

وہ آرام سے اندر آ گیا اور لاؤنج ہی میں رُک کر دیکھنے لگا۔ پہلا کمرہ ڈرائنگ ڈائننگ، دوسرا کمرہ بیڈروم اور تیسرے میں بھی بیڈ نظر آیا اور فارینہ پتا نہیں کہاں تھی۔ شاید ٹیرس پر۔

وہ قصداً اس کی طرف سے دھیان ہٹا کر وہیں لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ہی تھا کہ وہ سامنے کچن میں نظر آ گئی۔ اسٹول پر کھڑی اُوپر بنے کیبنٹ میں برتن رکھ رہی تھی۔ اس نے ذرا سا کھانس کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو فارینہ نے بس یونہی سرسری انداز میں دیکھ لیا۔ پھر جھک کر ریک پر سے ایک بند ڈبہ اُٹھا کر آہستہ آہستہ کھڑی ہوئی اور احتیاط سے ڈبہ کیبنٹ میں ڈال دیا۔ اسی طرح دوسرا پھر تیسرا۔ آخر میں شاید کوئی بھاری چیز تھی جب ہی اسے پکار کر بولی۔

''علی......! ذرا یہ اُٹھا دو۔''

وہ اس کی مصروفیت دیکھتے ہوئے جانے کہاں تک سوچ رہا تھا۔ اس کی آواز پر چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کچن میں آ کر بولا۔

''تم رہنے دو......! میں رکھ لوں گا۔''

فارینہ نے مزید کسی چیز کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھا اور غالباً مطمئن ہو کر کیبنٹ بند کر دیا۔ پھر جس طرح سٹول سے کودتے ہوئے بے اختیار علی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اسی طرح علی بے احتیاط اس کی کمر میں ہاتھ ڈال گیا اور یہ پہلی حرکت بے اختیاری تھی اس کے بعد اسے اپنے ساتھ لگانے میں سراسر اس کے ارادے کو دخل تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے......؟'' وہ تڑپ کر اس کے بازوؤں سے نکل گئی۔ علی فوراً اس کے پیچھے نہیں گیا۔ اندر اس کے روّیوں نے جو آگ لگا رکھی تھی ابھی اسے چھو کر اس کے شعلوں میں افسانہ ہو گیا تھا۔ کتنی دیر وہ خالی خالی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر وہیں

سے باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو ہاتھ میں پکڑا شاپر اس کے سامنے کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''تمہیں چائے بنانے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا......؟''

''ہو بھی تو مجبوری ہے کیونکہ میں خود بھی چائے پینا چاہتی ہوں۔'' فارینہ نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے شاپر لیا اور کچن میں چلی گئی۔

وہ ایک ایک کمرے میں جا کر اس کی سیٹنگ دیکھنے لگا۔ اچانک خیال آیا کہ یہ سب وہ اکیلی تو نہیں کر سکتی۔ فوراً آ کر پوچھنے لگا۔

''سنو......! یہ سب تم نے اکیلے کیسے کیا......؟''

''پروین میرے ساتھ تھی۔'' وہ اس کے لائے ہوئے بسکٹ پلیٹ میں نکال رہی تھی۔ اس کام میں مصروف رہ کر بولی تھی۔

''سامان پروین نے رکھوایا ہے۔ بس جب یہ تھوڑا سا کام رہ گیا تو میں نے اسے گھر بھیج دیا۔ وہاں ماما کو اس کی ضرورت ہوگی۔ تمہیں کیسا لگا......؟ آئی مین سیٹنگ پسند آئی......؟''

''ہا......ہاں......! تمہاری پسند......؟''

''میری پسند کو چھوڑو......! مجھے کون سا زیادہ عرصہ یہاں رہنا ہے......؟'' وہ فوراً بولی، اسی مصروف انداز میں۔

اور وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

فارینہ نے پہلے بسکٹ اور کیک کی پلیٹیں لا کر ٹیبل پر رکھیں پھر چائے لے کر آئی اور بیٹھتے ہی ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ مجھے بھوک لگ رہی تھی......؟''

وہ کچھ نہیں بولا۔ بس ذرا سے کندھے اُچکا کر چائے کا کپ اُٹھا کر ہونٹوں سے لگا

لیا۔

فارینہ بڑے آرام سے کھانے میں لگ گئی۔ پتا نہیں واقعی اتنی بے حس تھی یا پوز کرتی تھی۔ وہ چائے پینے تک اس کی بے نیازی پر اندر ہی اندر کڑھتا رہا۔ پھر سگریٹ سلگاتے ہوئے اسے متوجہ کر کے پوچھنے لگا۔

''فرض کرو......! اگر میرا ارادہ بدل گیا یعنی میں نے تمہیں آزاد نہیں کیا تو کیا ساری زندگی تم مجھے بے ایمان اور دھوکے باز جیسے القاب سے نوازتی رہو گی......؟''

''نہیں علی......! تمہارا ارادہ بدلنے سے میرے ارادے کی مضبوطی میں تو فرق نہیں آئے گا۔'' وہ ہنوز اطمینان سے تھی۔

''کیا مطلب......؟'' وہ واقعی نہیں سمجھا اور ٹھٹکا بھی تھا۔

''مطلب یہ کہ میں تمہیں بے ایمان اور دھوکے باز کہنے میں وقت برباد کرنے کی بجائے کورٹ پہنچ جاؤں گی۔'' وہ اتنے آرام سے بولی جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

اور وہ چکرا گیا۔ یعنی یہ لڑکی تمام پہلوؤں پر غور اور خوض کے بعد اس کے پاس آئی تھی اور اچھا ہوا اپنی بات کا ردعمل دیکھنے کے لئے بیٹھی نہیں رہی۔ چائے کے برتن اُٹھا کر کچن میں چلی گئی۔ شاید کپ دھو کر رکھ رہی تھی۔ اس دوران وہ خود پر قابو پانے میں لگا رہا اور ابھی پوری طرح نہیں سنبھلا تھا کہ وہ دوپٹے کے پہلو سے ہاتھ پونچھتی ہوئی آ گئی۔

''میرا خیال ہے چلنا چاہیے......؟''

''ہاں......!'' وہ بلا ارادہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنی ایک ایک جیب میں ہاتھ ڈال کر جانے کیا تلاش کرنے لگا۔

وہ چپ چاپ دیکھے گئی اور جب وہ چلنے لگا تب اس کے پیچھے چل پڑی۔



اس رات کتنی دیر تک وہ بس یہی سوچتا رہا کہ فارینہ سے وہ کبھی نہیں جیت سکے گا۔

وہ ہمیشہ اسے مات دیتی رہے گی۔

گزشتہ دنوں وہ کتنے اطمینان سے تھا کیونکہ شادی پر آمادگی ظاہر کرتے ہی اس نے چچا جان کو فارینہ کے ارادوں سے آگاہ کر دیا تھا کہ وہ اس سے صرف حلالہ کی شرط پر شادی کرنا چاہتی ہے جبکہ وہ پوری ایمانداری سے اسے اور اس کے بچے کو قبول کرنے کو تیار ہے اور چچا جان ظاہر ہے خود یہی چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اور چچی جان نے بھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے اس سے کہا تھا کہ وہ فارینہ کی بات کو کوئی اہمیت نہ دے اور یہ سراسر اس کے اپنے اختیار میں ہے۔

''فارینہ کچھ نہیں کر سکتی۔'' چچا جان نے یہاں تک کہا تھا کہ اگر فارینہ نے طلاق کا مطالبہ کیا تو وہ اس کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے اور اسے بھی اجازت دی تھی کہ نرمی سے نہیں تو وہ سختی سے سمجھا سکتا ہے۔ یوں وہ اطمینان سے تھا کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ چچا جان اور چچی جان اس کے ساتھ ہیں اور خواہ سارے زمانے کو ساتھ لے کر چلے تب بھی اس اکیلی لڑکی کو نہیں جیت سکتا۔ کس دھڑلے سے کہہ رہی تھی کہ تمہارا ارادہ بدلنے سے میرے ارادے کی مضبوطی میں تو فرق نہیں آئے گا۔

''اور محمد علی تم ہار گئے۔ تمہیں پھر منہ کی کھانی پڑے گی۔'' اس نے سوچا لیکن پھر فوراً اپنی سوچ کی سختی سے نفی کر دی۔

''ہرگز نہیں......! ہرگز نہیں......! میں پہلے بھی کبھی نہیں ہارا۔ صرف اس کی خوشی کی خاطر خود اس کے راستے صاف کرتا چلا گیا اور اب وہ اپنے ہر راستے پر مجھے کھڑا دیکھے گی۔'' وہ ایک نئی سوچ کے ساتھ مسکرایا تھا اور نئے حسین دنوں کا تصور لیے سو گیا۔

صبح معمول کے مطابق اس کی آنکھ کھلی تھی اور حسبِ سابق پہلے کمرے میں ہی کچھ ایکسر سائز کی۔ پھر لان میں نکل آیا۔ اوائل مارچ کی خوشگوار صبح تھی۔ مخملیں گھاس پر چہل قدمی کرتے ہوئے وہ آج کے پروگرام سوچنے لگا تھا کہ اسے کیا کیا کرنا ہے۔

آج اماں ابا اور اس کی بہنیں بھی آنے والی تھیں۔ وہ سوچنے لگا کہ وہ آج ہی انہیں

لے کر اپارٹمنٹ میں چلا جائے گا۔ اس سلسلے میں اس نے چچا جان اور چچی جان سے بات نہیں کی تھی۔ پتا نہیں انہوں نے کیا طے کر رکھا تھا۔

’’میرا خیال ہے مجھے اس وقت انہیں بتا دینا چاہیے۔‘‘ اس نے سوچا اور جیسے ہی پلٹا اپنے پیچھے فارینہ کو دیکھ کر وہیں رُک گیا۔

’’ہیلو......!‘‘ وہ بڑے دنوں بعد دوستانہ انداز میں مسکرائی۔

’’تم کب آئیں......؟‘‘ وہ بلا ارادہ پوچھ گیا۔

’’یہاں تو ابھی آئی ہوں۔ اس سے پہلے اپنے کمرے کی کھڑکی سے تمہیں سوچتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ کیا سوچ رہے تھے......؟‘‘ فارینہ نے اس کی بات کے جواب کے ساتھ پوچھا۔

’’اگر میں کہوں تمہیں......!‘‘

’’تو مجھے حیرت نہیں ہوگی۔‘‘ وہ فوراً بولی۔

’’اچھا......!‘‘ وہ یونہی ذرا سا ہنسا تھا۔ پھر سر اُونچا کر کے آسمان دیکھنے لگا۔ دُور تک پھیلے آسمان پر کہیں کہیں سفید بادل منڈلا رہے تھے۔

’’علی......!‘‘ فارینہ نے دھیرے سے پکارا تو وہ فوراً اسے دیکھنے لگا۔ جانے کیا بات تھی کہ وہ پکار کر سر جھکا گئی تھی۔

’’کیا بات ہے......؟‘‘ اس نے ٹوکا تو وہ یونہی سر جھکائے ہوئے بولی۔

’’پتا نہیں علی......! مجھے لگ رہا ہے جیسے......‘‘ وہ پھر خاموش ہوگئی۔

’’تم کچھ کہہ رہی تھیں......؟‘‘ اس نے کچھ انتظار کے بعد پھر ٹوکا تو وہ اپنے آپ میں اُلجھنے لگی۔

’’میں کچھ عجیب سا محسوس کر رہی ہوں۔ آئی مین تمہارے لیے......! تم نے کہا تھا کہ تم اس شادی سے خوش ہو۔ لیکن علی......! یہ شادی تو نہیں ہے۔‘‘

’’پھر......؟ پھر کیا ہے......؟‘‘ وہ پوری جان سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

’’جو بھی ہے تم بہرحال اسے خود پر طاری مت کرو۔ ایک دن کی تو بات ہے اور میں چاہتی ہوں اس ایک دن کو تم کبھی سوچنا بھی مت۔‘‘ وہ اسی طرح اُلجھ اُلجھ کر بول رہی تھی۔

’’تم ایسا کیوں چاہتی ہو......؟‘‘ اس کے اُلجھنے سے وہ بھی قدرے اُلجھ گیا تھا۔

’’تمہارے لیے کہ تم جب بھی نئی زندگی شروع کرو تو اس میں کوئی کسک نہ ہو، کوئی ملال نہ ہو، بس تم خوش رہنا۔‘‘ فارینہ اس وقت جانے کس موڈ میں تھی۔ وہ بہرحال حیران تھا۔

’’تم چاہتی ہو میں خوش رہوں......؟‘‘

’’ہاں......! اور تمہاری خوشیوں کے لئے میں دل سے دُعا کرتی رہوں گی۔‘‘ وہ بڑے خلوص سے بولی۔

علی کے لئے اس کا یہ رُوپ نیا نہیں تھا۔ کچھ ہی سال پہلے جب خاور اس کی زندگی میں نہیں آیا تھا تب وہ ایسی ہی ہوا کرتی تھی۔ بہت مخلص اور اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھنے والی۔ ان دنوں میں کھو کر وہ کتنی دیر اسے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

’’دُعا تو کرتی رہنا اگر ابھی تم میری ایک خوشی کا خیال کر لو تو......‘‘

’’کیا مطلب......؟‘‘ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

’’میں تمہاری ہی بات دُہرا رہا ہوں۔ ابھی تم نے کہا کہ میں اس ایک دن کو کبھی سوچوں بھی نا تو اس طرح تم بھی اس ایک دن کے لئے باقی ساری باتوں سے نظریں چرا جاؤ۔‘‘ علی نے اپنی بات کے اختتام پر اسے دیکھا لیکن وہ سمجھی نہیں تھی۔

’’کیا مطلب......؟‘‘

’’اتنی آسان بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔‘‘ وہ مسکرایا۔

’’تم سمجھا دو......!‘‘

وہ بند ہونٹوں میں دبی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلانے لگا۔ پھر ریسٹ واچ پر

نظر ڈال کر بولا۔

"مجھے آفس جانا ہے۔" اس کے ساتھ ہی لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا اور وہ وہیں کھڑی نا چاہتے ہوئے بھی اس کی بات سوچنے لگی اور جب سمجھی تو گہری سانس کے ساتھ بڑبڑائی۔

"تو علی اس ایک دن کو یادگار بنانا چاہتا ہے۔ بیوقوف......!"

○○○

شادی ایک بڑے ہال میں تھی اور گو کہ اس مقصد کے لئے اس نے اپارٹمنٹ لیا تھا لیکن پھر اچانک اس نے اپارٹمنٹ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور فارینہ کو رُخصت کرا کے واپس گھر لے آیا۔

وہی کمرہ جس پر شروع دن سے اس کے نام کی مہر لگ گئی تھی۔ جہاں پہلے فارینہ بے تکلفی سے آتی تھی۔ پھر آخری بار شادی کا کہنے آئی تھی بلکہ اس کی زندگی کی ایک رات مانگنے۔ کاش وہ اس سے اس کی زندگی مانگتی۔ بہرحال اس وقت وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اس کے کمرے میں موجود تھی۔

علی نے بہت دُکھ سے اس کے چہرے پر نظر ڈالی۔ آج بھی وہ اس کے لئے روزِ اوّل جیسی تھی۔

اس نے بہت کوشش کی خود پر ضبط کرنے کی لیکن اتنا ہی بے اختیار ہو گیا اور جیب سے ایک پیکٹ نکال کر اس کے سامنے رکھنے کے لئے ذرا سا جھکا تو پھر بہت آہستگی سے اس کے حنائی ہاتھوں پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا۔

فارینہ کی بے نیازی میں فرق آیا نہ وجود میں کوئی حرکت ہوئی۔

وہ اس کے ہاتھوں کو ذرا سا دبا کر پیچھے ہٹ گیا اور یونہی چاروں طرف نظریں دوڑا کر آخر میں اسے دیکھا۔ بہت چاہنے کے باوجود کوئی بات ہونٹوں تک نہیں آئی تو کمرے

سے نکل آیا۔

برآمدے کے آخری سرے پر چچی جان شاید اسی کے انتظار میں کھڑی تھیں۔ وہ پھر بھی ان کے پاس نہیں گیا اور وہیں سے ذرا سا اثبات میں سر ہلا کر باہر نکل گیا تو چچی جان نے آگے آ کر پہلے لاؤنج کی پھر برآمدے کی لائٹ آف کی اور اپنے کمرے میں چلی گئیں تو اچانک ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

لمحے چپ چاپ سرک رہے تھے اور جب فارینہ کو اپنی ہی دھڑکنوں کی آواز سنائی دینے لگی تب اس نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ علی کمرے میں موجود نہیں تھا اور باہر سے بھی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ حیران نہیں ہوئی بلکہ سوچا علی کے آنے سے پہلے خود کو سنہری بندشوں سے آزاد کر دے اور سب سے پہلے اپنی اُنگلی سے اُنگوٹھی نکال کر یونہی بے دلی سے سامنے ڈالی تو اتفاق سے وہ اس پیکٹ پر گری جو علی رکھ کر گیا تھا۔ خاموشی میں ہلکی سی آواز ہوئی۔ جب ہی اس نے دیکھا اور پھر دوسری اُنگوٹھی گود میں ڈال کر پیکٹ اُٹھا لیا۔ اس کے اندر کوئی تجسس نہیں تھا پھر بھی وہ اسے کھولنے لگی۔

مخملیں ڈبے میں بہت خوبصورت کنگن تھے اور ان کے اُوپر ایک تہہ شدہ کاغذ۔ اس نے فوراً کاغذ اُٹھا کر ڈبہ ہاتھ سے چھوڑ دیا اور کھول کر تحریر پر تیزی سے نظریں دوڑانے لگی۔ دوبارہ سہ بارہ اس کا دل اسی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ پھر اپنے پیچھے تکیہ سیدھا کر کے اس نے اس کے ساتھ کمر ٹکا دی اور کچھ دیر تک سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ کو دیکھتی رہی۔ جب دھڑکنیں معمول پر آ گئیں تب اس نے کاغذ دوبارہ آنکھوں کے سامنے کر لیا۔

"فارینہ......!

تمہیں شاید پتا ہی نہیں کہ بہت پہلے میں نے اپنے سارے جذبے، سارے احساسات تمہیں دان کر دیئے تھے۔ اس کے بعد یقین جانو میں نے انہیں تمہاری امانت جان کر ان کی حفاظت کی ہے۔ ابھی بھی یہ میرے پاس تمہاری امانت ہیں جن میں، میں خیانت نہیں کر سکتا۔ تمہارے اور خاور کے درمیان کھڑی دیوار گرانے کے لئے ایک

رات کی خیانت بھی نہیں۔ کیونکہ تم نادان ہو۔ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ دوبارہ خاور کی زندگی میں شامل ہو کر تم اپنی انا، خوداری اور وقار سب کھو دو گی۔

مجھے غلط مت سمجھنا فارینہ......! میں تمہیں تصویر کا اصل رُخ دکھا رہا ہوں۔ بہت اچھی طرح سوچ لو میں تمہیں دوراہے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں اور کہیں بھی رہوں تم سے غافل نہیں رہوں گا۔ تمہارے ہر پل سے آگاہ۔

جب تم اپنی زندگی کی کتاب سے گزشتہ باب کو پھاڑ کر بقیہ زندگی پوری ایمانداری سے میرے نام انتساب کر کے مجھے پکارو گی کہ علی بے ایمان، دھوکے باز، لوٹ آؤ تو یقین کرو میں شام ڈھلنے سے پہلے ہی لوٹ آؤں گا۔

ہمیشہ سے تمہارا

علی......!

⊖ ⊖ ⊖

''اُف......! یہ علی تو سچ مچ دھوکے باز نکلا۔'' فارینہ کا ذہن جیسے اچانک بیدار ہو کر بہت دُور تک سوچنے لگا۔

''ایک اپنی طرف کا راستہ کھلا چھوڑ کر باقی ہر راستے پر ایسی دیوار چن گیا ہے جسے اگر میں گرا بھی دوں تب بھی خاور تک نہیں پہنچ سکتی۔'' اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

''کیا تھا جو وہ ایک شب میرے نام کر جاتا......؟ اب میں یہ تو نہیں کر سکتی کہ اسے چھوڑ کر کسی تیسرے سے رجوع کروں۔ اس کے بعد خاور......نہیں......!'' اس کا سر آہستہ آہستہ نفی میں ہلنے لگا۔ پھر بیک پر سر ٹکا کر پلکیں موندیں تو سارا پانی پلکوں کو گیلا کرتا ہوا رُخساروں پر چھلک گیا۔

کتنی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ رو رہی ہے اور اپنی بے بسی سوچ کر اس کے اندر تنفر بھر گیا۔ دل چاہا ہر شے تہس نہس کر ڈالے۔ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے کرتے بھی علی کا دیا ہوا رونمائی کا تحفہ اُٹھا کر سامنے دیوار پر دے مارا تو ڈبے میں سے نکل

کر خوبصورت کنگن اِدھر اُدھر ہو گئے۔ پھر ایک جھٹکے سے اُٹھی اور ممی سے علی کے بارے میں پوچھنے کے ارادے سے کمرے سے نکل آئی لیکن پھر لاؤنج میں ہی رُک گئی تھی کیونکہ اچانک اپنی پوزیشن آکورڈ لگنے لگی تھی گو کہ اس کے اندر ارمان نہیں تھے نہ اوّلین شب کی دُلہنوں والی حیاء لیکن جو عروسی ملبوس اس کے تن پر سجا تھا وہ اسے ممی کے دروازے پر دستک دینے سے روک رہا تھا۔

کتنی دیر وہ وہیں کھڑی خالی خالی نظروں سے چاروں اوڑ دیکھتی رہی پھر شکستہ قدموں سے اپنے کمرے میں لوٹ آئی اور ڈریس چینج کئے بغیر بیڈ پر ڈھے گئی تھی۔

○ ○ ○

''نا آخر تو دُلہن کو اُدھر چھوڑ کر خود اِدھر کیوں آ گیا......؟'' اماں اور ابا بار بار علی ہی سے سوال کئے جا رہے تھے اور وہ کسی طرح بھی انہیں مطمئن نہیں کر پا رہا تھا اور جب ابا نے کہا کہ وہ ابھی جا کر چچا جان سے معلوم کرتے ہیں تب وہ جھنجھلا گیا۔

''کیا معلوم کریں گے آپ چچا جان سے......؟ ان ہی کے کہنے پر میں یہاں آیا ہوں۔''

''کیا مطلب......؟'' ابا کے ساتھ اماں بھی حیران ہوئیں۔

''مطلب ابھی میرا صرف نکاح ہوا ہے رُخصتی چچا جان کچھ عرصہ بعد طے کریں گے۔'' اب وہ سوچ کر بولا تھا۔

''لیکن مجھ سے تو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی تمہارے چچا نے۔'' ابا نے کہا تو وہ بہت ضبط سے بولا۔

''پہلے ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ یہ سب بعد میں طے ہوا ہے۔'' پھر دھیرج سے انہیں سمجھانے لگا۔

''ابا......! اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں فارینہ ابھی مزید

پڑھنا چاہتی ہے۔ ایک سال کی تو بات ہے پھر رُخصتی بھی ہو جائے گی۔''

''تو مجھے پہلے بتا دیتا۔'' ابا کا شکوہ بجا تھا۔

''ہاں......! یہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے پہلے آپ کو نہیں بتایا۔ چلیں اب آپ اس بات کو دل پر نہ لیں اور سو جائیں آرام سے۔'' وہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور لائٹ آف کرنے لگا تھا کہ ابا پوچھنے لگے۔

''تو اب اسی فلیٹ میں رہے گا......؟''

''جی......!'' اس نے بے دھیانی میں جواب دیا تھا۔

''اکیلا......؟ اکیلے کیسے رہو گے بیٹا......! کام کاج کون کرے گا اور کھانا......؟''

اماں کو نئی فکر لاحق ہوئی۔

''سب انتظام ہو جائے گا آپ پریشان نہ ہوں۔'' اس نے کہہ کر جلدی سے لائٹ آف کی اور ان کے کمرے سے نکل آیا۔

لاؤنج میں اس کی بہنیں بیدی، حمیدہ اور چھوٹی کارپٹ پر تکیے رکھے بے خبر سو رہی تھی اور سونا تو وہ بھی چاہتا تھا ایسی ہی بے خبری کی نیند لیکن آج کی رات بڑی قاتل تھی۔ وہ ذرا دیر کو آنکھیں بند کرتا پھر فوراً کھول دیتا کیونکہ عروسی ملبوس میں اس کا سجیلا رُوپ نگاہوں میں بس گیا تھا پھر یہ بھی تو اَلمیہ تھا کہ وہ منزل کے قریب پہنچ کر لوٹ آیا تھا اور یہ بھی اس کی مجبوری تھی کیونکہ وہ اسے صرف ایک رات کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے اپنانا چاہتا تھا۔ اس کے لئے اسے وقت کا انتظار کرنا تھا۔ اس وقت کا جب وہ پوری ایمانداری سے اس کی طرف مائل ہو گی۔

''کیا ایسا ممکن ہے......؟'' اس کے اندر سے سوال اُٹھا تھا۔

''کیوں نہیں......! جب وہ خاور کی اصلیت جان جائے گی تب اسے ضرور احساس ہو گا۔'' اس نے سوچا اور اپنا موبائل اُٹھا کر فارینہ کے موبائل پر رِنگ کرنے لگا۔ صرف یہ جاننے کے لئے کہ وہ بھی اس کی طرح جاگ رہی ہے یا سو گئی ہے اور وہ نہ صرف جاگ

رہی تھی بلکہ کسی سے بات بھی کر رہی تھی کیونکہ اس کا نمبر انگیج جا رہا تھا۔

وہ موبائل آف کرتے ہوئے اچانک ٹھٹکا اور فوراً خاور کے نمبر پش کر دیئے تو تیسری بیل کے ساتھ اُدھر سے ریسیور اُٹھا لیا گیا۔

"ہیلو......!" خاور ہی کی آواز آئی تھی۔

وہ شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔

"کون ہے بھئی......!" اب خاور کی جھنجھلائی ہوئی آواز آئی تو وہ بہت سرد لہجے میں بولا۔

"میں ہوں علی......!"

"علی......!" خاور نے گویا پہچاننے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں علی......!" وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوا۔

"میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ میں نے فارینہ کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیا ہے۔"زندگی کا ساتھی" مطلب سمجھتے ہو......؟"

"تم سمجھا دو......!" خاور نے تمسخرانہ انداز اختیار کیا تو اس نے ہونٹ بھینچ کر خود پر قابو پایا پھر اس مضبوط لہجے میں بولا۔

"میرے پاس تم پر ضائع کرنے کے لئے فضول وقت نہیں ہے۔ تم بس اتنا سن لو کہ فارینہ میری منکوحہ بن چکی ہے اور میری منکوحہ سے کوئی ربط تو دُور کی بات کبھی اپنی زبان پر اس کا نام بھی مت لانا......انڈر اسٹینڈ......!" اس کے ساتھ ہی اس نے سلسلہ منقطع کر کے پھر فارینہ کے نمبر پش کئے تو اُدھر ابھی انگیج کی ٹیون تھی۔

"کس سے بات کر رہی ہے......؟" وہ سوچنے لگا۔

○○○

صبح دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز پر فارینہ کی آنکھ کھلی تو کچھ دیر تک وہ

بالکل خالی الذہن سی بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ پھر جب اس کا نام لے کر پکارا گیا تب وہ دروازہ کھولنے کے ارادے سے اُٹھی لیکن اپنے آپ پر نظر پڑی تو پریشان ہو گئی۔ رات کے کپڑے بھی نہیں بدلے تھے اور زیورات کچھ تن پر باقی اِدھر اُدھر بکھرے تھے۔ اس نے دروازہ کھولنے کا خیال ترک کر کے الماری میں سے کپڑے نکالے اور فوراً واش روم کا رُخ کیا۔ پھر منہ ہاتھ دھونے اور کپڑے بدلنے تک وہ مسلسل یہی سوچتی رہی کہ علی کے نہ ہونے کا کیا جواز پیش کرے گی اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ واش روم سے نکلی تو کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ دوسری طرف کوئی نہیں تھا غالباً پروین مایوس ہو کر واپس چلی گئی تھی اور وہ قدرے اطمینان سے ہو گئی۔ پھر پہلے بالوں میں برش کیا اس کے بعد دوپٹہ اوڑھ کر کمرے سے نکلنے والی تھی کہ اس کی مما آ گئیں اور قصداً انجان بن کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"علی کہاں ہے......؟"

"علی......؟" وہ نظریں ان پر جما کر بولی۔

"یہ تو مجھے آپ سے پوچھنا چاہئے۔"

"کیا مطلب......؟" مما نے اسے دیکھا تو وہ انہیں کندھوں سے تھام کر پوچھنے لگی۔

"پتا نہیں مما......! علی کہاں ہے......؟"

"بیٹا......! وہ تمہیں بتا کر......" انہوں نے ابھی اس قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"وہ رات یہاں نہیں تھا...... چند لمحوں کو آیا اور چلا گیا۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم......؟" مما پریشان ہوئیں۔

"آپ انجان بن رہی ہیں مما......! ورنہ علی کی سازش میں آپ بھی شریک ہیں اور ڈیڈی بھی۔" اس کے اتنے یقین سے کہنے پر مما سٹپٹا گئیں۔

"کیسی سازش......؟"

''یہ بھی آپ مجھے بتائیں گی کہ کیا سازش کی ہے آپ لوگوں نے......؟'' وہ بتھے سے اُکھڑنے لگی تھی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کے نزدیک اپنی اولاد سے زیادہ اس کی اہمیت کیوں ہے......؟ کیا جادو کیا ہے اس نے آپ پر یا پھر اس کی طرح میں بھی آپ کی اولاد نہیں ہوں......؟ مجھے بھی کہیں سے لے آئے ہوں گے آپ لوگ......!''

''بیٹا......! بیٹا یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو......؟ بیٹھو میں تمہارے لئے پانی لے کر آتی ہوں۔'' مما نے اسے بانہوں میں لے کر بٹھانے کی کوشش کی تو وہ مزید بپھر گئی۔

''نہیں چاہئے مجھے پانی کچھ بھی نہیں چاہئے بس آپ مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔ پلیز مما......! آپ جائیں یہاں سے۔'' مما چند لمحے اسے دیکھتی رہیں پھر کمرے سے نکل گئیں تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس کے ساتھ کمر ٹیک کر خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی کہ موبائل کی بزر سے پھر اس کے اعصاب تن گئے کیونکہ پہلا خیال علی کا آیا تھا کہ یقیناً اس کا ردِعمل جاننا چاہتا ہوگا اور وہ اسے بخشنے والی نہیں تھی جب ہی فوراً بڑھ کر موبائل اُٹھا لیا لیکن دوسری طرف خاور تھا جس کی آواز سنتے ہی وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔

''ہاں خاور......! کہو......!''

''میں کیا کہوں فارینہ......! تم بتاؤ تمہارے کزن کے ارادے کیا ہیں......؟''

خاور نے پوچھا تو وہ یکدم روہانسی ہوگئی۔

''مجھے نہیں پتا خاور......! وہ کیا چاہتا ہے......؟''

''مجھے پتا ہے وہ تمہیں باندی بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔'' خاور نے کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

''مائی فٹ......! میں اسے شوٹ کر دوں گی۔''

''پہلے اس سے طلاق تو حاصل کرو۔'' خاور نے زور دے کر کہا تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کیسے بتائے کہ علی اسے کس مقام پر چھوڑ گیا ہے۔

''ہیلو فارینہ......! تم خاموش کیوں ہو گئیں......؟'' خاور نے پکارا تو وہ بے بسی سے بولی۔

''کچھ نہیں......!''

''سنو......! اگر وہ طلاق دینے میں پس و پیش کر رہا ہے تو تم کورٹ سے خلع لے لو۔'' خاور فوراً مشورہ دے کر پھر اس پر گرفت کرنے لگا۔

''دیکھو میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سنی بھی بہت اُداس ہے۔ میں اسے بہلاتے بہلاتے تھک گیا ہوں۔ روز اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج تمہاری مما کو لے آؤں گا۔ تم آ جاؤ فارینہ......! تم آ جاؤ......! میری خاطر نہیں تو سنی کے لئے۔''

''میں تم دونوں کے لئے آؤں گی۔'' اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر علی کے بارے میں سوچنے لگی تھی کہ اسے یاد آیا علی نے کہا تھا۔

''فرض کرو اگر میرا ارادہ بدل گیا یعنی میں نے تمہیں آزاد نہیں کیا تو کیا ساری زندگی تم مجھے بے ایمان اور دھوکے باز جیسے القاب سے نوازتی رہو گی......؟''

''نہیں علی......! میں تمہیں بے ایمان اور دھوکے باز کہنے میں وقت برباد کرنے کی بجائے کورٹ پہنچ جاؤں گی۔'' اس وقت اس نے یہی کہا تھا اور وہ ایسا کر بھی سکتی تھی لیکن پھر وہی حلالہ کا مسئلہ۔

''اُف یہ علی......! شاید یہ سمجھ رہا ہے کہ میں اس کے سامنے روؤں گی، گڑگڑاؤں گی، مائی فٹ...... میں نہیں علی......! تم گڑگڑاؤ گے میرے سامنے...... تم......! اب تم دیکھنا کہ میں تمہاری عزت کی دھجیاں کیسے اُڑاتی ہوں۔'' وہ زہرخندی سے بڑبڑا رہی تھی۔

○○○

رات کے آخری پہر جا کر اس کی آنکھ لگی تھی جب ہی صبح بہت دیر سے اُٹھا تھا۔ اماں

ابا اس کے اُٹھنے کے انتظار میں ہی بیٹھے تھے۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر کمرے سے نکلا تو اماں نے اسے دیکھتے ہی بیدی کو پکار کر اس کے لئے ناشتہ لانے کو کہا۔

''ناشتہ نہیں صرف چائے۔'' وہ بیدی سے کہہ کر ابا کے پاس بیٹھ گیا اور کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ وہ کچھ کہیں گے لیکن جانے کیوں وہ بالکل خاموش تھے۔ تب وہ خود ہی پوچھنے لگا۔

''اب آپ کا کیا پروگرام ہے ابا......! میرا مطلب ہے ابھی کچھ دن رہیں گے......؟''

''نا بچہ......! ہمیں تو تو ابھی ویگن پر چڑھا دے۔'' ابا نے کہا تو وہ یونہی اماں کو دیکھنے لگا۔

''ہاں بیٹا......! یہاں رہ کر کیا کریں گے......؟ تم تو کام پر چلے جاؤ گے۔'' اماں یہی سمجھیں کہ وہ ان کا ارادہ جاننا چاہ رہا ہے جب ہی انہوں نے ابا کی تائید کرتے ہوئے کہا تو وہ خاموش رہا۔

''تو کیا کہتا ہے......؟'' ابا نے اس سے پوچھا تو وہ اُٹھتا ہوا بولا۔

''ٹھیک ہے لیکن ویگن پر نہیں میں آفس جا کر ڈرائیور کے ساتھ گاڑی بھیج دوں گا وہ آپ کو چھوڑ آئے گا۔'' پھر وہیں سے بیدی کو پکار کر بولا۔

''بیدی......! ابھی چائے مت ڈالنا میں پہلے نہا لوں۔''

''پھر خالی چائے نہیں ناشتا بھی کر لینا۔'' اماں نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر اپنے کمرے میں آیا تو چند ثانیے دروازے میں ہی کھڑا رہ گیا کیونکہ رات اس نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ اس کا کمرہ گلابوں سے سجایا گیا تھا۔ اس وقت گو کہ گلابوں میں وہ تازگی نہیں تھی لیکن ان کی مہک ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے نظروں کے زاویے بدل بدل کر گلدستوں کو دیکھا پھر گہری سانس کھینچ کر باسی مگر سوندھی خوشبو اپنی سانسوں میں اُتارتے ہوئے اسے فارینہ کا خیال آیا۔

''عجیب لڑکی ہے۔ پتا نہیں اس وقت چچی جان اور چچا جان کے سامنے کیا جواز پیش کر رہی ہوگی......؟'' اس نے سوچا لیکن پھر ٹھٹک گیا۔

''نہیں......! وہ جواز پیش کرنے والی نہیں ہے۔ اس نے ضرور ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا ہوگا۔'' اس خیال کے ساتھ ہی وہ پریشان ہو گیا اور پھر اس نے شاور لینے اور تیار ہونے میں دیر نہیں لگائی۔ صرف دس منٹ میں تیار ہو کر کمرے سے نکلا تو بیدی اسے دیکھتے ہی ناشتے کا پوچھنا چاہتی تھی لیکن وہ اشارے سے منع کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

اسے اب صرف چچی جان اور چچا جان کی فکر تھی۔ زیادہ چچا جان کی کیونکہ وہ پہلے ہی دل کے مریض تھے۔ فارینہ اپنی خودسری میں اکثر یہ بات بھول جاتی تھی لیکن اسے بہرحال احساس تھا اس لئے وہ برق رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا آفس پہنچا تھا تاکہ یہاں سے چچا جان کو فون کر سکے۔ گھر میں ابا کی وجہ سے محتاط تھا کیونکہ وہ انہیں اس معاملے میں انوالو نہیں کرنا چاہتا تھا جب ہی تو انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ فارینہ ابھی مزید پڑھنا چاہتی ہے۔

بہرحال جب وہ آفس پہنچا تو آگے چچا جان پہلے سے موجود تھے اور انہیں دیکھ کر اسے جہاں اطمینان ہوا وہاں کچھ جھجک بھی گیا تھا۔

''آؤ علی......! میں ابھی تمہیں ہی فون کرنے والا تھا۔ وہ خان انڈسٹریز کی فائل نہیں مل رہی۔'' چچا جان اسے دیکھتے ہی یوں بولے جیسے اس وقت یہی ایک اہم بات ہو۔ جانے وہ اسے کسی قسم کے احساس سے بچانا چاہتے تھے یا خود کو، وہ سمجھ نہیں سکا اور فوری طور پر اس سے کچھ کہا بھی نہیں گیا بس بلا ارادہ انہیں دیکھتا رہ گیا۔

''کیا بات ہے......؟'' چچا جان نے ٹوکا تو اب وہ چونکنے کے ساتھ سنبھلتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''جی......! وہ آپ کس فائل کی بات کر رہے ہیں......؟''

''خان انڈسٹریز......!''

''میں دیکھتا ہوں۔'' وہ کہہ کر جانے لگا پھر ایک دم خیال آنے پر رُک کر بولا۔

''چچا جان......! میں پہلے ڈرائیور کے ساتھ گاڑی گھر بھیج دوں۔''

''خیریت......؟'' چچا جان سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

''جی......! اماں اور ابا واپس جانا چاہتے ہیں۔''

''کیوں......؟ میرا مطلب ہے اتنی جلدی......؟ کچھ دن رہیں گے نہیں تمہارے ساتھ......؟'' انہوں نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔

''نہیں......! وہ جانا چاہتے ہیں۔''

''اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' چچا جان نے کہا تو وہ چند لمحے رُک کر ان کے کمرے سے نکل آیا۔ پھر پہلے ڈرائیور کو کچھ ہدایات دے کر گھر بھیجا پھر چچا کو ان کی مطلوبہ فائل پہنچا کر اپنی سیٹ پر آ بیٹھا اور پیڈ اُٹھا کر آج کی تاریخ کا کام چیک کرنے لگا لیکن اس کا ذہن کچھ بھی کرنے پر آمادہ نہیں تھا کیونکہ سارا دھیان فارینہ کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ چچا جان جس طرح مطمئن نظر آ رہے تھے اس سے وہ کچھ بھی اندازہ نہیں لگا سکا اور اصل صورتِ حال چچی جان سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔

چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کئے تو دوسری طرف سے خاصی تاخیر کے بعد چچی جان کی آواز سنائی دی تھی۔

''ہیلو......!''

''السلام علیکم چچی جان......!'' اس نے فوراً سلام کیا۔

''خوش رہو......!'' چچی جان نے بس اسی قدر کہا تھا۔

''کیسی ہیں آپ چچی جان......! اور وہ فارینہ......!'' فارینہ کا نام آپ ہی آپ اس کے ہونٹوں سے پھسل گیا تھا۔

''فارینہ نے خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے بیٹا......! میں کتنی بار دروازہ پیٹ چکی ہوں لیکن وہ نہیں کھولتی۔'' چچی جان نے بتایا تو وہ واقعی پریشان ہو گیا۔

''یہ تو بڑی خطرناک بات ہے چچی جان......!''

''میں بھی یہی کہہ رہی ہوں لیکن تمہارے چچا جان کہہ گئے ہیں اسے مت چھیڑو۔ اب بتاؤ میں کیا کروں......؟'' چچی جان نے اسے مشکل میں ڈال دیا تھا۔

''میں...... میں کیا بتاؤں......؟ آپ تھوڑا انتظار کریں ہو سکتا ہے وہ سو رہی ہو۔ اُٹھے گی تو خود ہی دروازہ کھول دے گی۔'' وہ ان سے زیادہ خود اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا۔



پیٹ کی آگ انسان کے ارادوں کو صرف کمزور ہی نہیں بناتی، توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس نے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اور اب دوپہر ڈھل رہی تھی۔ بھوک سے برا حال تھا اور چکر بھی آنے لگے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے لئے مما کتنی بار اسے بلا کر جا چکی تھیں لیکن اس نے جواب نہیں دیا تھا اور اب خود سے کھانے کے لئے نکلنے میں اسے اپنی توہین محسوس ہو رہی تھی جب ہی پہلے شاور لے کر تیار ہوئی پھر کمرے سے نکل کر آئی تو لاؤنج میں مما پریشان بیٹھی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی بولیں۔

''بیٹا......! تم کیوں مجھے تنگ کر رہی ہو......؟''

''کیا کیا ہے میں نے......؟'' وہ اُلٹا ان سے پوچھنے لگی۔

''کچھ نہیں کیا...... چلو پہلے کھانا کھالو۔'' مما نے بحث سے بچنے کی خاطر اُٹھتے ہوئے کہا تو وہ بے نیازی سے بولی۔

''میں ابھی باہر جا رہی ہوں۔''

''چلی جانا پہلے کھانا......''

''مر نہیں جاؤں گی اگر ایک دن نہیں کھاؤں گی تو۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں کہتی ہوئی تیزی سے باہر نکل آئی اور اسی طرح اس نے بہت اسپیڈ سے گاڑی گیٹ

سے باہر نکالی تھی اور قریبی ریسٹورنٹ سے سینڈوچز کے ساتھ کولڈ ڈرنک لے کر پیٹ کی آگ بجھاتے ہی چند لمحوں کو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ پھر دھیرے دھیرے کچھ پُرسکون ہوئی تو ذہن بھی کام کرنے لگا تھا۔

صبح سے وہ کچھ سوچ چکی تھی اور اس کی ساری سوچوں میں تنفر اور منفی رنگ ہی بھرا تھا۔ ابھی بھی وہ اسی گرفت میں تھی۔

''میں علی کو بتادوں گی کہ میں خاور کے پاس جارہی ہوں۔'' زیرِ خند سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے اپنا موبائل اُٹھایا اور دو نمبر پش کر کے پھر ایک دم موبائل آف کر دیا۔

''ابھی نہیں...... خاور کے ساتھ بیٹھ کر اسے فون کروں گی۔'' اس نئی سوچ کے ساتھ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور جانے پہچانے راستوں پر ڈرائیو کرتی ہوئی وہ اسی گیٹ پر آن رُکی جہاں وہ خاور کے ساتھ رُخصت ہو کر آئی تھی۔ اس نے خاور کو بھی فون نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے پاس آرہی ہے کیونکہ وہ اچانک اس کے سامنے جا کر اسے حیران کرنا چاہتی تھی اور پھر سنی بھی اسے دیکھ کر کتنا خوش ہوگا۔ وہ سنی کی خوشی سوچتی ہوئی گاڑی سے اُتری تو چوکیدار اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''سلام بی بی جی......!''

اس نے سر کے اشارے سے جواب دیا اور اشارے سے ہی گیٹ کھولنے کو کہا تو چوکیدار نے فوراً گیٹ کھول دیا۔

وہ بڑے آرام سے اندر آگئی۔ اس کے خیال میں خاور کو اس وقت بیڈروم میں ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس وقت سہ پہر کے چار بج رہے تھے اور خاور کھانا کھا کر سوتا تو پھر چار بجے اُٹھتا تھا۔ اس لئے وہ لاؤنج سے گزر کر سیدھی بیڈروم کی طرف جارہی تھی کہ ڈائنگ روم سے آتی آوازوں نے اس کے قدم روک لئے۔

وہ کچھ حیران ہوئی اور پلٹ کر ڈرائنگ روم تک آئی تھی کہ ایک دم ٹھٹک کر رُک گئی کیونکہ اندر سے کسی لڑکی کے زور سے ہنسنے کی آواز آئی تھی۔ اس کے بعد خاور بولا تھا۔

''جشن ہم منائیں گے......ضرور منائیں گے جب فارینہ کے ہاتھ میں طلاق نامہ آجائے گا۔''

''تمہاری ان باتوں سے مجھے شبہ ہونے لگتا ہے خاور......! کہیں تم دوبارہ فارینہ سے شادی کا ارادہ تو نہیں رکھتے......؟'' لڑکی نے تشویش سے کہا تھا۔

''نہیں......! نہیں میری جان......! ہرگز نہیں......! دوبارہ اسے اپنانے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔'' خاور اسے یقین دلا رہا تھا۔

''میں تو صرف اس کے کزن کو مزہ چکھانا چاہتا ہوں۔ بہت توہین کی ہے اس نے میری۔''

''میرے خدا......!'' وہ جو اسے حیران کرنے آئی تھی خود نہ صرف سناٹے میں آگئی تھی بلکہ یوں جیسے کسی نے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا اور اندر خاور کہہ رہا تھا۔

''اس کا کزن علی کتنی بار اسے میرے پاس سے گھسیٹ کر لے گیا تھا۔ بہت ہرٹ ہوا اس وقت میں اور میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ یہ جو فارینہ پر حق جتاتا ہے تو میں اسے اس کا حق دے کر چھینوں گا۔''

خاور کا زہریلا لہجہ اُدھر اس کے اندر آگ لگا گیا تھا۔ دل چاہا دروازہ دھکیلتی ہوئی اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو اور اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کہے تم نیچ کمینے......! تم کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو گے اور وہ ایسا کر بھی سکتی تھی لیکن اچانک اسے سنی کا خیال آیا کہ کہیں اپنی ناکامی پر خاور سنی کو اس سے دُور نہ لے جائے۔ بس اسی خیال کے تحت اس نے خود پر ضبط کیا اور اسی خاموشی سے باہر نکل آئی تو چوکیدار پھر کھڑا ہو گیا۔ وہ پہلے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی کیونکہ اس کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے پھر جلد سے جلد یہاں سے دُور چلی جانا چاہتی تھی۔ جب ہی تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھی تھی لیکن پھر پلٹ کر چوکیدار سے بولی۔

''سنو......! خاور صاحب کو معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ میں یہاں آئی تھی۔''

''نہیں معلوم ہوگا بی بی جی......! پر آپ سنی بابا کو یہاں سے لے جاؤ۔'' چوکیدار نے کہا۔

''ہاں......! لے جاؤں گی جلدی لے جاؤں گی۔'' اس نے کہہ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا اور جب بیٹھی تو اسے لگا وہ اس وقت ڈرائیونگ نہیں کر سکے گی۔ کتنے لمحے اسے اپنی ہمتیں مجتمع کرنے میں لگے پھر بھی جب اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کسی بھی طرح سہی وہ جب گھر پہنچی تو پہلی بار سیدھی اپنے کمرے میں جانے کی بجائے لاؤنج ہی سے ''مما! مما!'' پکارتی ہوئی ان کے کمرے میں آئی اور ان کی گود میں سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

''ارے......!'' مما پریشان ہوگئیں۔

''کیا ہوا بیٹا......! بتاؤ ناں فارینہ......! میری جان......! کیوں رو رہی ہو......؟''

''سنی......! مجھے سنی چاہئے......میرا بچہ......!'' وہ روتے ہوئے یہی کہہ سکی۔ اب انہیں یہ تو نہیں بتا سکتی تھی کہ جس شخص کے لئے وہ سب کو ناراض کر رہی تھی وہ کبھی اس کے ساتھ وفادار تھا ہی نہیں۔

''ہاں ہاں بیٹا......! تم جب کہو سنی تمہارے پاس آجائے گا۔'' مما نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''خاور نہیں بھیجے گا اسے۔ وہ اسے مجھ سے دُور لے جائے گا۔'' اس کا خدشہ زبان پر آگیا تھا۔

''یہ نہیں ہوسکتا بیٹا......! میں آج ہی تمہارے ڈیڈی سے کہوں گی کہ وہ خود جا کر سنی کو لے آئیں۔'' مما نے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے کہا پھر اپنی گود سے اس کا سر اُونچا کرتے ہوئے بولیں۔

''چلو منہ ہاتھ دھولو میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔''

''نہیں......! مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑنے لگی۔

''بیٹا......! تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔''

''میں نے ابھی سینڈوچز لئے تھے۔ آپ پروین سے کہہ کر میرے کمرے میں چائے بھجوادیں۔'' وہ کہہ کر مما کے پاس سے اُٹھ گئی تھی۔

○ ○ ○

وہ شام میں چچا جان کے ساتھ ہی آفس سے نکلا تھا اور چچا جان نے تو اس سے کہا تھا کہ وہ ان کے ساتھ گھر چلے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ جانا بھی چاہتا تھا صرف اس لڑکی کو دیکھنے جو اس کی منکوحہ بن چکی تھی لیکن اسے اپنی اس خواہش کو دبانا پڑا کیونکہ اس نے خود سے طے کر لیا تھا کہ اب وہ اس گھر میں فارینہ کے بلانے پر ہی جائے گا اس لئے اس وقت اس نے چچا جان سے کسی دوست سے ضروری ملنے کا بہانہ کر دیا تھا اور پہلے انہیں رُخصت کر کے پھر سیدھا اپنے اپارٹمنٹ چلا آیا۔ صبح اس کے اماں ابا اور بہنیں موجود تھیں تو اسے زیادہ محسوس نہیں ہوا تھا اور اب بالکل خالی خالی اور تنہا ہونے کا احساس ستانے لگا تھا۔ وہ کتنی دیر تینوں کمروں میں بلامقصد چکراتا رہا پھر خود ہی چائے بنا کر بالکونی میں آ کھڑا ہوا۔

شام کا وقت تھا نیچے کمپاؤنڈ میں اپارٹمنٹ کے بچے کھیل رہے تھے۔ وہ پہلے بے دھیانی میں بچوں کا کھیل دیکھتا رہا پھر اچانک اس کا سارا دھیان ایک بچی کی طرف منتقل ہوگیا۔ فراک میں وہ گڑیا سی بچی بہت تیز تیز بول رہی تھی اور باقی سب بچوں پر یوں حاوی ہو رہی تھی جیسے ان سب کی حکمران ہو اور اس کی حکمرانی دیکھتے ہوئے اس کا ذہن بہت پیچھے بھٹک گیا تھا۔ اس بچی کی جگہ فارینہ آن کھڑی ہوئی تھی اور دوسرے بچوں میں وہ خود کو تلاش کر رہا تھا۔ کتنی دیر گزر گئی۔ تاریکی پر پھیلانے لگی تھی۔ سب بچے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے لیکن اس کی نظروں کے سامنے اب بھی آنکھ مچولی کا کھیل جاری تھا۔ فارینہ کہیں چھپ گئی تھی وہ اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا اور ابھی وہ اسے ڈھونڈ نہیں پایا تھا

کہ فون کی بیل سے چونکنے کے ساتھ وہ حیران بھی ہوا۔ کیونکہ نیچے کمپاؤنڈ میں اب کوئی نہیں تھا۔ وہ سر جھٹک کر اندر آگیا۔

فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی اس نے ریسیور اُٹھا کر ''ہیلو'' کہا تو دوسری طرف چچی جان تھیں۔ اس کی آواز سنتے ہی تشویش سے پوچھنے لگیں۔

''بیٹا......! کہاں ہو تم......؟''

''جی چچی جان......! میں بس ابھی آیا ہوں۔'' وہ یہی کہہ سکا پھر فوراً پوچھنے لگا۔

''آپ کیسی ہیں......؟''

''ٹھیک ہوں اور میں نے تمہیں یہ کہنے کے لئے فون کیا ہے کہ تم یہاں آجاؤ۔'' چچی جان نے کہا۔

''خیریت......؟ آئی مین کوئی پرابلم ہے کیا......؟'' اس کے خیال میں فارینہ نے کوئی پرابلم کھڑی کی ہوگی۔

''پرابلم یہاں نہیں تمہیں وہاں ہوگی کھانے وغیرہ کی، اکیلے کیسے رہو گے......؟ یہاں چلے آؤ۔'' انہوں نے کہا تو وہ اُلجھ کر بولا۔

''آپ میرے لئے پریشان نہ ہوں چچی جان......! میں یہاں ٹھیک ہوں اور کھانے وغیرہ کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔''

''کیا کرو گے......؟ خود پکاؤ گے......؟''

''نہیں......! باہر سے کھا لوں گا۔'' وہ ذرا سا ہنسا پھر قدرے جھجک کر پوچھنے لگا۔

''فارینہ کیسی ہے......؟ کوئی ہنگامہ تو نہیں کیا اس نے......؟''

''نہیں......! لیکن وہ ٹھیک بھی نہیں ہے۔ شام میں بہت روئی...... کہہ رہی تھی مجھے میرا بچہ چاہئے۔'' چچی جان نے بتایا تو وہ فوراً بولا۔

''ہاں تو سنی مل جائے گا اسے۔''

''پتا نہیں بیٹا......! خاور کے ارادے کیا ہیں......؟'' چچی جان آہ بھر کر بولی تھیں۔

''خاور کے ارادے کچھ بھی ہوں آپ فارینہ کو اطمینان دلا دیجئے کہ اس کا بچہ جلد ہی اس کے پاس ہوگا۔'' اس کے مضبوط لہجے پر چچی جان غالباً اطمینان سے ہوگئی تھیں جب ہی پھر پہلی بات پر آگئیں۔

''اچھا تم یہاں آجاؤ......!''

''ابھی نہیں چچی جان......! ذرا فارینہ کو سنبھلنے اور سوچنے دیں۔''

''اچھا......! اپنا خیال رکھنا۔'' ادھر سے سلسلہ منقطع ہوگیا تو اس نے ریسیور رکھ کر وال کلاک پر نظر ڈالی، آٹھ بج رہے تھے اور ابھی اسے بھوک تو نہیں لگی تھی پھر بھی اسے کچھ انتظام کر کے رکھنا تھا کیونکہ بھوک کسی بھی وقت لگ سکتی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ اپارٹمنٹ لاک کر کے سیڑھیاں اُتر رہا تھا کہ سامنے سے آتی خاتون اس کے سامنے رُک کر پوچھنے لگیں۔

''سیکنڈ فلور پر آپ آئے ہیں......؟''

''جی......!''

''میں دن میں آئی تھی لیکن آپ کا دروازہ لاک تھا۔'' خاتون نے کہا تو وہ جز بز ہو کر بولا۔

''جی......! دن میں کوئی نہیں ہوتا۔''

''کیوں......؟ میرا مطلب ہے آپ اکیلے یہاں رہتے ہیں......؟''

''جی......!''

''اور آپ کے گھر والے......؟''

''وہ اس شہر میں نہیں ہیں۔''

''اچھا......! آپ نوکری کے سلسلے میں آئے ہوں گے......؟'' خاتون باقاعدہ اس کا انٹرویو کرنے کھڑی ہوگئی تھیں۔

''سوری......! اگر آپ مجھے راستہ دیں تو......'' اس نے اُکتا کر خاتون کو سامنے

سے ہٹنے کو کہہ دیا۔

''ہم آپ کے سامنے رہتے ہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو......'' خاتون سامنے سے ہٹتے ہوئے بولے جا رہی تھیں۔

''تھینک یو......!'' وہ جلدی سے سیڑھیاں پھلانگ آیا تھا۔

○ ○ ○

رات دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی اور وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اپنے ذہن کو پُرسکون کرنے کی سعی میں لگی تھی لیکن اسے کسی طرح کامیابی نہیں ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ یہ تو ہونا ہی تھا۔ وہ کس کس بات کو جھٹلاتی۔ خاور سے پہلی ملاقات سے اب تک کے تمام واقعات اس کے ذہن کی اسکرین پر فلم کی طرح چل رہے تھے اور اس وقت تو اسے احساس نہیں ہوتا تھا لیکن اب ہر موڑ پر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اسے فریب دیتا رہا ہے اور یہی سچ تھا جسے اگر آج وہ اپنے کانوں سے نہ سن لیتی تو جانے آئندہ کب تک دھوکے کھاتی رہتی۔

''اس میں غلطی کس کی ہے؟'' اچانک اس کے ذہن نے کسی ایک بات پر گرفت کی تھی۔

''غلطی کس کی ہے......؟ غلطی کس کی ہے......؟''

''میری......!'' اس اعتراف کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں سیلاب اُتر آیا تھا اور آناً فاناً سارے بند توڑ ڈالے تھے۔

''میں ایسی تو نہ تھی۔ خاور کی محبت میں اندھی ہو کر کتنی خودغرض بن گئی کہ پھر سارے فیصلے خود کر ڈالے۔ ممی ڈیڈی کی خوشی کا خیال ہی نہیں کیا۔''

''میرے ساتھ یہی ہونا چاہئے تھا۔ بہت دُکھ دیئے ہیں میں نے ممی ڈیڈی کو۔ ڈیڈی دل کے مریض ہو گئے اور ممی سارا وقت میری فکر میں رہتی ہیں۔ کیسی اولاد ہوں

میں......؟ کیا ایسی ہوتی ہیں بیٹیاں......؟''

''نہیں......! بیٹیاں تو ہر پل ماں باپ کو سکھ، آرام پہنچانے کی فکر میں لگی رہتی ہیں اور میں......؟''

''اُف......! کتنی بری ہوں میں......!'' اس کی سسکیاں تیز ہونے لگیں تو اس نے تکیہ کھینچ کر منہ پر رکھ لیا۔ اب احساس جاگا تھا تو اپنی ساری زیادتیاں، نافرمانیاں یاد آ آ کر تڑپا رہی تھیں۔

''پتا نہیں میں تلافی کر سکوں گی کہ نہیں۔'' وہ یونہی روتی اور بہت کچھ سوچتی ہوئی جانے کب نیند کی وادیوں میں اُتری تھی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو کافی دن چڑھ آیا تھا۔ کچھ دیر وہ خالی الذہن سی یونہی اِدھر اُدھر دیکھتی رہی پھر جب یاد آیا کہ وہ رات کتنا روئی، کتنا تڑپی تھی تب پھر اس کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی۔

''نہیں......! اب میں نہیں روؤں گی۔'' وہ فوراً اُٹھ گئی اور منہ ہاتھ دھو کر کمرے سے نکلنے والی تھی کہ موبائل پر بزر سن کر واپس پلٹ آئی اور اسکرین پر خاور کا نام دیکھ کر گو کہ اس کے اندر انگارے بھر گئے تھے پھر بھی اس نے بہت ضبط کرتے ہوئے موبائل اُٹھا لیا۔

''ہیلو......!''

''کیسی ہو فارینہ......!'' خاور نے ہمیشہ کی طرح جذباتی لہجے میں کہا تو وہ جو رات سوچ کر سوئی تھی اسی حساب سے کھکھلا کر بولی۔

''بہت اچھی اور بہت خوش......!''

''واقعی......؟'' خاور نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں خاور......! میں اس وقت بہت خوش ہوں۔''

''تو اپنی خوشی میں مجھے شریک نہیں کرو گی۔'' خاور کے لہجے میں اس سے وابستگی کا

اظہار تھا لیکن وہ محسوس کر رہی تھی جیسے اس کا دل ڈوب رہا ہو۔

''تمہیں نہیں شریک کروں گی تو اور کسے شریک کروں گی اور پھر یہ صرف میری خوشی تو نہیں ہے۔ سنو گے تو تم مجھ سے زیادہ خوش ہو گے۔''

''جلدی بتاؤ فارینہ......! پلیز......!'' خاور کی بے صبری پر وہ مزید کھلکھلا کر بولی۔

''علی نے مجھے طلاق دے دی ہے۔''

''واقعی......؟'' خاور جیسے خوشی سے بے قابو ہوا تھا۔

''ہاں خاور......! میں آزاد ہو گئی ہوں تمہارے لئے...... سنی کے لئے اور اب میں جلد ہی تم دونوں کے پاس آنا چاہتی ہوں۔'' اس نے کہا تو خاور قدرے رُک کر بولا۔

''میں بھی یہی چاہتا ہوں فارینہ......! لیکن ابھی تمہیں عدت کے دن گزارنے ہوں گے۔''

''مائی گاڈ......! کیا یہ ضروری ہے......؟'' وہ چیخی تھی۔

''ہاں......! یہ بہت ضروری ہے۔''

''لیکن میں اب سنی سے ملنا چاہتی ہوں بلکہ ایسا کرو اب تم اسے میرے پاس بھیج دو۔ پھر ہم دونوں ساتھ رہنے گھر آئیں گے۔'' وہ بہت طریقے سے سنی تک آئی تھی اور اس سے پہلے کہ خاور کچھ کہتا وہ مزید گویا ہوئی۔

''میرا خیال ہے خاور......! اب کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔ آئی مین سنی تمہارے پاس رہے یا میرے پاس کیونکہ اب زیادہ دن تو نہیں ہیں پھر ہم نے ساتھ ہی رہنا ہے۔''

''ہاں......!'' خاور نے ابھی اس قدر کہا تھا کہ وہ پھر بول پڑی۔

''بس تو آج شام میں ہم وہیں ملیں گے جہاں ہماری بہت خوبصورت یادیں ہیں۔''

''اور ان خوبصورت یادوں میں ایک اور اضافہ......'' خاور نے کہا تو وہ پھر کھلکھلا کر بولی۔

''ہاں......! اور سنی کو ضرور ساتھ لانا۔ اگر نہیں لائے تو......''

''لے آؤں گا بھئی......! ضرور لاؤں گا۔''

''اوکے......! شام میں ملیں گے۔'' اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کرتے ہی موبائل کو انتہائی نفرت سے بیڈ پر پھینکا تھا۔ پھر کمرے سے نکل کر آئی تو لاؤنج میں مما فون پر جانے کس سے بات کر رہی تھیں۔ وہ دبے پاؤں ان کے قریب آئی اور ان کی کمر میں دونوں بازو ڈال کر بولی۔

''السلام علیکم مما......!''

''خوش رہو بیٹا......!'' مما اس کے اس انداز پر بے پناہ خوش ہو گئی تھیں۔ فوراً فون رکھ کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے لیا۔

''کیسی ہے میری بچی......!''

''آپ کی دُعاؤں سے بہت اچھی۔'' وہ مسکرائی۔

''اللہ تمہیں ہمیشہ اچھا رکھے۔''

''صرف دُعائیں دیتی رہیں گی یا کچھ کھانے کو بھی دیں گی......؟ بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' اس نے بہت لاڈ سے کہا۔

''ہاں چلو......! تم ڈائننگ پر چلو میں لے کر آتی ہوں۔'' مما عجلت سے کہتے ہوئے جانے لگیں کہ اس نے انہیں کندھوں سے تھام لیا۔

''نہیں مما......! میں خود لے لوں گی آپ بیٹھیں۔''

''میں چائے بنا دیتی ہوں۔''

''پروین ہے ناں......! وہ بنا دے گی۔''

''پروین آج چھٹی پر گئی ہے بیٹا......!''

''چلیں کوئی بات نہیں میں خود بنا لوں گی۔'' اس نے مما کے کندھوں پر دباؤ ڈال کر انہیں صوفے پر بٹھا دیا۔ پھر یکدم ان کے پیروں کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔

"میں نے آپ کو بہت تنگ کیا ہے نا مما......!"

"نہیں بیٹا......!" مما اس کے رویے پر حیران اور اندر ہی اندر پریشان بھی ہو رہی تھیں۔

"میں بہت بری ہوں آپ کو اور ڈیڈی کو میں نے بہت دُکھ دیئے ہیں۔" وہ ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر رو پڑی تو مما مزید پریشان ہو گئیں۔

"روؤ مت میری جان......! تمہارے رونے سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔"

"کیوں......؟ کیوں میں تو آپ کو بہت پریشان کرتی ہوں۔"

"ایسا مت کہو میں پریشان نہیں ہوتی۔ میں بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔" مما نے اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو وہ ان کے ہاتھ تھام کر بولی۔

"مجھے خوشی تو جب ملے گی جب آپ مجھے معاف کر دیں گی۔"

"ارے......! یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو......؟" مما نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں مما......! جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گی میں خوش نہیں ہوں گی۔ پلیز مما......! مجھے معاف کر دیں۔" اس کے آنسو پھر بہہ نکلے۔

"اچھا اچھا......! اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے تو میں نے معاف کیا۔ تم روؤ مت۔" مما فوراً بولیں کیونکہ انہیں اس کے رونے سے واقعی تکلیف ہو رہی تھی۔

"دل سے مما......!"

"ہاں بیٹا......! دل سے...... چلو اب خوش ہو جاؤ۔"

"تھینک یو مما......!" وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر ان سے لپٹ گئی تھی۔



"سنو زویا......! فارینہ کو اس کے احمق کزن نے طلاق دے دی ہے۔" خاور فون

پر زویا کو اطلاع دیتے ہوئے قہقہے لگا رہا تھا۔ ادھر سے زویا جانے کیا کہہ رہی تھی۔ وہ سن ہی نہیں رہا تھا بس اپنی کہے جا رہا تھا۔

"اب میں اس ڈرامے کو ڈراپ سین کرنے جا رہا ہوں۔ اگر تم دیکھنا چاہو تو آ جاؤ۔"

"نہیں......! مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" زویا نے کہا تھا۔

"آ جاؤ یار......! دیکھنا میں علی کو فارینہ سے ہی ذلیل کرواؤں گا پھر وہیں میں اپنی کامیابی کا جشن مناؤں گا۔ آ رہی ہو ناں......؟" اس نے اصرار سے کہا اور پھر زویا سے ہامی بھروا کر ہی سلسلہ منقطع کیا اور قریب کھڑے سنی کو دیکھ کر بولا۔

"چلیں بیٹا......!"

"مما پاس......؟" سنی ابھی بھی آس و نراس کی کیفیت میں تھا۔

"ہاں بیٹا......! چلو آج تمہیں تمہاری ماں کے پاس چھوڑ ہی آؤں۔ بیچاری عدت کے دن خوش فہمی میں گزارے گی۔" وہ انتہائی کمینگی سے ہنسا پھر سنی کو اُٹھا کر باہر نکل آیا اور گاڑی میں بیٹھا تو پہلے علی کو اس کے موبائل پر رنگ کیا۔

"یس علی......!" ادھر علی نے غالباً اس کا نمبر چیک نہیں کیا تھا۔

"خاور بات کر رہا ہوں۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا تو اب علی کی ترش آواز آئی تھی۔

"کیا بات ہے......؟"

"کوئی خاص بات نہیں بس ابھی میں فارینہ سے ملنے جا رہا تھا تو سوچا تمہیں بتا دوں۔" خاور نے جتا کر کہا تو ادھر سے علی سلگ کر بولا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا......؟"

"مطلب سمجھانے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" اس نے کہہ کر موبائل آف کر دیا ساتھ ہی گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی تھی اور تقریباً پندرہ منٹ میں وہ سی ویو کے

قریب ریسٹورنٹ میں پہنچا تو فارینہ اس سے پہلے ہی موجود تھی اور سنی کو دیکھ کر بالکل بے اختیار ہو گئی تھی۔

''سنی......! میری جان......!'' وہ سنی کو بازوؤں میں بھینچ کر چومے جا رہی تھی۔

خاور چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اسے متوجہ کر کے بولا۔

''ہیلو......! ایک نظر ادھر بھی ڈال لو۔''

''سوری......! کیسے ہو تم......؟'' وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

''پھر وہی کہوں گا۔ تم بن اُدھورا۔'' وہ ایک ادا سے بولا۔

''لگ تو نہیں رہے۔'' فارینہ نے کہا تو اب وہ بات بدل گیا۔

''آزادی مبارک ہو......!''

''کیسی آزادی......؟'' وہ فوراً سمجھی نہیں تھی۔

''ارے بھئی......! وہ طلاق......کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی......؟ آئی مین علی نے آرام سے طلاق دے دی......؟''

فارینہ ذرا سا سر ہلا کر پھر سنی میں لگ گئی۔ کبھی اس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتی، کبھی اس کے گال پر چٹکی کاٹتی۔ پھر اس کے کان میں سرگوشی میں پوچھنے لگی۔

''میرے ساتھ چلو گے ناں......؟''

''ہاں......! آپ کے ساتھ۔'' سنی نے کہا تو وہ خوش ہو گئی۔

''سنو......!'' خاور اسے متوجہ کر کے بولا۔

''اگر ابھی یہاں تمہارا کزن آ جائے تو......؟''

''تو......؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''تو کیا ابھی بھی وہ تمہیں یہاں سے اُٹھا کر لے جائے گا......؟'' خاور نے پوچھا تو وہ ذرا سے کندھے اُچکا کر بولی۔

''پتا نہیں......!''

''کیوں......؟ آئی مین اب تو کوئی حق نہیں ہے اس کا......اور تم کیوں اس کے رُعب میں آتی ہو......؟ اس کا ہاتھ کیوں نہیں جھٹک دیتی......؟'' خاور کے لہجے میں علی کے خلاف بغض اور کینہ ظاہر ہونے لگا تھا۔

''میں اس کے رُعب میں نہیں ہوں خاور......! بس یہ ہے کہ میں یہاں تماشا نہیں بننا چاہتی۔'' وہ دھیرج سے بولی تھی۔

''کوئی تماشا نہیں بنے گا بس آج تم اس کی ایسی کی تیسی کر دینا۔'' خاور نے کہا تو وہ ٹھٹکی تھی۔

''کیا مطلب......؟''

''وہ ابھی یہاں آئے گا۔'' خاور نے ابھی اس قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

''تمہیں کیسے پتا......؟''

''مجھے پتا ہے......وہ تمہاری جاسوسی پر لگا ہوا ہے......دیکھنا ضرور آئے گا اور آج تم اسے اس کی اوقات یاد دلا دینا۔ وہ نیچ خاندان......''

''نیچ خاندان وہ نہیں تم ہو تم......! تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے گالی دینے کی......؟'' وہ اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کھینچ رہی تھی۔ بالکل ہی آپے سے باہر ہو گئی تھی اس لئے نہیں کہ اس نے علی کو گالی دی تھی۔ اس گالی میں اس کا پورا خاندان تھا اور اس کا اور علی کا خاندان الگ نہیں تھا۔ دونوں ایک دادا کی اولاد تھے۔

جس طرح اسے خاور کے ساتھ دیکھ کر علی کی غیرت جوش میں آئی تھی اسی طرح وہ بھی بپھر گئی تھی اور ادھر علی خاور کے فون کے بعد یہ سوچ کر اس طرف آیا تھا کہ وہ آج صرف فارینہ کو ہی نہیں خاور کو بھی اچھی طرح سمجھا دے گا کہ اگر آئندہ ان دونوں نے ملنے کی کوشش کی تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر دروازے کے پاس ہی رُک گیا تھا جبکہ سنی چیخ چیخ کر رونے لگا تھا۔

○○○

’’کیا کر رہی ہو فارینہ......! پاگل ہو گئی ہو کیا......؟‘‘ خاور اُس کے ہاتھ سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

’’چھوڑو مجھے......دیکھو سب لوگ دیکھ رہے ہیں...... یہ کیا تماشا کر رہی ہو......؟‘‘

’’تمہیں شوق تھا تماشا بننے کا......بنو تماشا......اور پھر تماشا بننے کا جشن منانا۔‘‘ وہ چیخ کر بولی تب ہی علی بھاگ کر قریب آیا اور اُس کا بازو تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تو وہ اُسے دیکھ کر اُس پر بگڑ گئی۔

’’تم کیوں آئے ہو یہاں......؟‘‘

’’تماشا دیکھنے......!‘‘ بلاارادہ ہی علی کے منہ سے نکل گیا تھا۔ ساتھ ہی خاور کی طرف اشارہ بھی کیا۔

’’دیکھ لیا......! اب جاؤ یہاں سے۔‘‘ خاور نے ڈھٹائی سے کہا تو علی اُسے یکسر نظر انداز کر کے فارینہ کو دیکھنے لگا۔

’’تمہارا کیا پروگرام ہے......؟‘‘

وہ کچھ نہیں بولی۔ اُس کی گرفت سے اپنا بازو چھڑایا پھر روتے ہوئے سنی کو اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

’’مسٹر علی......! یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔‘‘ خاور نے پھر علی کو مخاطب کر کے کہا اور اس سے پہلے کہ علی کچھ کہتا فارینہ بول پڑی۔

’’سنو خاور......! میں نے صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ تم کتنا گر سکتے ہو تم سے غلط بیانی کی......آئی مین ’’طلاق‘‘ کے بارے میں۔‘‘

’’کیا مطلب......؟‘‘ خاور ٹھٹکا تھا۔

’’میں ابھی علی کی منکوحہ ہوں...... سمجھے تم......!‘‘ وہ زور دے کر بولی تو ادھر علی کی سماعتوں میں اُس کی آواز کی بازگشت گھنٹیاں بجانے لگی تھی جبکہ خاور دانت پیستے ہوئے اُس کی طرف بڑھا تھا اور اگلے ہی پل اُس کے بازوؤں سے سنی کو جھپٹ لیا۔

’’سنی......! میرا بچہ......!‘‘ وہ چیخی اور اس سے پہلے کہ علی اُس کی طرف متوجہ ہو کر معاملہ سمجھتا خاور سنی کو لیے ہوئے تیزی سے باہر نکل گیا۔

’’سنی......! سنی......!‘‘ وہ چیختی ہوئی خاور کے پیچھے بھاگی تب علی کو ہوش آیا تھا اور باہر نکل کر آیا تو وہ خاور کی گاڑی پر نظریں جمائے ’’سنی سنی‘‘ پکار رہی تھی۔

’’ریلیکس فارینہ......! ریلیکس......!‘‘ علی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

’’وہ......وہ میرے بچے کو لے گیا۔‘‘ وہ رو رہی تھی۔

’’کہاں لے جا سکتا ہے......؟ گھر ہی لے جائے گا اور تم پریشان کیوں ہو رہی ہو......؟ سنی پہلے بھی تو اُس کے پاس تھا۔‘‘ علی نے دھیرج سے کہا تو اب وہ اُس پر بگڑ گئی۔

’’کہیں بھی تھا لیکن اب مجھے میرا بچہ چاہئے اور یہ تم یہاں کیا کرنے آئے تھے......؟ کس نے بلایا تھا تمہیں......؟‘‘

’’خاور نے۔‘‘ علی کے جواب پر وہ مزید آپے سے باہر ہو گئی۔

’’اُس نے بلایا اور تم چلے آئے......کیوں......؟‘‘

''دیکھو یوں راستے میں کھڑے ہو کر چلانا اچھی بات نہیں ہے۔ گھر چل کر آرام سے......'' علی نے راستے کا احساس دلا کر سمجھانا چاہا تو وہ نفرت سے سر جھٹکتی ہوئی بھاگ کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھی اور اسپیڈ سے گاڑی بھگا لے گئی تھی۔

ooo

علی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا معاملہ تھا کیونکہ اُسے تو خاور نے فون پر یہ کہا تھا کہ وہ فارینہ سے ملنے جا رہا ہے۔ گویا کھلا چیلنج تھا کہ تم جو کر سکتے ہو کر لو یا فارینہ کو روک سکتے ہو تو روک لو اور وہ فارینہ کو آئندہ باز رکھنے کے ارادے سے ہی یہاں آیا تھا۔ لیکن آگے معاملہ ہی کچھ اور تھا یعنی فارینہ پہلے ہی خاور سے اُلجھ رہی تھی اور یہی بات اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اگر اُن دونوں کے درمیان تنازعے والی کوئی بات پہلے ہی شروع ہو چکی تھی تو پھر خاور نے اُسے کیوں بلایا تھا۔ تمام راستہ وہ اس گتھی کو سلجھانے میں لگا رہا تھا اور گھر آ کر بھی اس کا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ بار بار اُس نے سر جھٹک کر اپنا دھیان بٹانے کی کوشش کی لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ تب خود کو مصروف کرنے کے لئے وہ کچن میں آ گیا اور چولہے پر چائے کا پانی رکھ کر بہت آرام آرام سے دوسری چیزیں اُٹھانے لگا۔ یعنی پہلے کیبنٹ میں سے ٹی بیگ نکالا پھر کپ اُٹھا کر رکھا۔ اس کے بعد چینی کا ڈبہ اُٹھا رہا تھا کہ فون کی بیل سن کر اُس نے ڈبہ وہیں چھوڑ دیا اور آ کر فون اُٹھایا تو دوسری طرف چچی جان تھیں۔

''جی چچی جان......! سلام علیکم......!'' وہ یکدم الرٹ ہو گیا تھا۔

''بیٹا......! میں بہت پریشان ہو رہی ہوں۔'' چچی جان نے اسی قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑا۔

''خیریت......؟ کیا ہوا ہے......؟''

''فارینہ رو رہی ہے۔ کہتی ہے اُسے سنی چاہئے۔ بس یہی تکرار کئے جا رہی ہے۔''

چچی جان نے بتایا تو فوری طور پر اُس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔ اس لئے خاموش ہی رہا۔

''علی......! بتاؤ بیٹا......! میں کیا کروں......؟'' چچی جان نے اُس کو خاموشی سے پکار کر پوچھا تو اب وہ سنبھل کر کہنے لگا۔

''آپ پریشان نہ ہوں چچی جان......! اور فارینہ کو بھی تسلی دیں۔ سنی مل جائے گا اُسے۔''

''کیسے مل جائے گا......؟ وہ بتا رہی ہے خاور اُس سے سنی کو چھین کر لے گیا ہے۔ بیٹا......! تم کچھ کرو۔ کسی طرح سنی کو لے آؤ۔'' چچی جان کے عاجزانہ لہجے پر وہ بے چین ہو گیا تھا۔

''میں کوشش کرتا ہوں چچی جان......! ابھی......ابھی جا رہا ہوں خاور کے پاس۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' اُس نے انہیں تسلی دے کر سلسلہ منقطع کر دیا اور واپس کچن میں آ کر چائے بنانے لگا۔ لیکن اب وہ پہلے کی طرح سست نہیں تھا، اُس کے ہاتھ بہت تیزی سے چل رہے تھے۔ اسی طرح اُس کا ذہن بھی کام کر رہا تھا۔ مزید چائے پینے سے وہ خود کو تازہ دم محسوس کرنے لگا تھا جب ہی اُسی وقت خاور کی طرف چل پڑا اور تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ خاور کے گیٹ پر موجود تھا۔ چچی جان کی پریشانی اور عاجزی سے مجبور ہو کر وہ یہاں آ تو گیا تھا لیکن اب اُسے اپنی پوزیشن بہت آکورڈ ہوتی لگ رہی تھی اور یہی نہیں عزتِ نفس بھی جیسے داؤ پر آ گئی تھی۔

''کیا کروں......؟'' وہ سوچنے لگا تب ہی چوکیدار اُس کے قریب آ کر پوچھنے لگا۔

''جی صاب......! کس سے ملنا ہے......؟''

''ہوں......!'' اُس نے پہلے بے دھیانی میں چوکیدار کو دیکھا پھر سنبھل کر بھی اسی قدر کہہ سکا۔

''وہ خاور......!''

''خاور صاب تو گھر پر نہیں ہیں۔'' چوکیدار نے کہا تو اُس کے سینے پر سے جیسے کوئی

بوجھ ہٹ گیا تھا۔

''کہاں گئے ہیں......؟'' اب اُس نے اعتماد سے پوچھا تھا۔

''پتا نہیں صاب......! شام میں سنی بابا کو لے کر گئے تھے ابھی تک نہیں آئے...... آپ نے کوئی پیغام دینا ہے تو......''

''نہیں......! میں اُسے فون کرلوں گا۔'' وہ کہہ کر تیزی سے اپنی گاڑی میں آبیٹھا اور گو کہ اُس نے خود سے یہ طے کرلیا تھا کہ جب تک فارینہ اُس کے اور اپنے رشتے کو دل سے تسلیم کرکے اُسے نہیں بلائے گی وہ چچا جان کے گھر نہیں جائے گا۔ لیکن اب صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہ سکا اور اپارٹمنٹ جانے کی بجائے چچا جان کے بنگلے پر آگیا۔

چچا جان اور چچی جان کے ساتھ وہ دُشمن جاں بھی لاؤنج ہی میں موجود تھی۔ سر جھکائے اپنے پیروں کے ناخنوں کو دیکھتی جانے کس سوچ میں تھی۔ اُس نے سلام کیا تو بے اختیار سر اُونچا کر کے اُسے دیکھنے لگی۔

''آؤ بیٹا......! کہاں سے آرہے ہو......؟'' چچا جان نے پوچھا تو وہ فوراً اُن کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''میں خاور کی طرف گیا تھا چچا جان......! سنی کو لینے......لیکن وہ گھر پر نہیں تھا۔'' وہ بتاتے ہوئے چچی جان کے ساتھ بیٹھ گیا تو فارینہ بے قراری سے بولی۔

''دیکھا ڈیڈی......! میں یہی تو کہہ رہی ہوں۔ وہ سنی کو کہیں دُور لے جائے گا۔''

''نہیں بیٹا......! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ اُس کا مقصد محض تمہیں پریشان کرنا ہے۔ تم اگر کچھ دن صبر کرو تو......'' چچا جان کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ بول پڑی۔

''میں اب صبر نہیں کرسکتی۔'' اس کے ساتھ ہی وہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو کچھ دیر کے لئے بالکل خاموشی چھا گئی۔ پھر اُس نے ہی خاموشی کو توڑ دیا۔

''چچا جان......! آپ زیادہ نہ سوچیں۔''

''مجھ سے فارینہ کی پریشانی نہیں دیکھی جارہی۔'' چچا جان نے کہا تو وہ بے اختیار بولا تھا۔

''اُسے میں سمجھا دوں گا۔'' پھر فوراً بات بدل گیا۔

''چلیں آپ آرام کریں بلکہ پہلے کھانا کھالیں۔''

''ہاں......! میں کھانا لگواتی ہوں۔'' چچی جان کہتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئیں تو وہ چچا جان کو وہاں سے اُٹھا کر ڈائننگ روم میں لے آیا اور پتا نہیں چچی جان نے فارینہ کو کھانے کے لئے بلایا نہیں تھا یا اُس نے آنے سے انکار کردیا تھا، اُس نے قصداً اس طرف توجہ نہیں دی اور کھانے کے دوران اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اُن کا دھیان بٹاتا رہا لیکن شاید اپنا دھیان نہیں بٹا پایا تھا۔ جب ہی کھانے کے بعد جب چچا جان اپنے کمرے میں چلے گئے تو وہ سیدھا فارینہ کے کمرے میں چلا آیا۔

فارینہ کی دروازے کی طرف پشت تھی۔

اُس نے ذرا سا کھنکھار کر اُسے متوجہ کیا اور اُس کے دیکھنے پر پوچھنے لگا۔

''تم نے کھانا نہیں کھایا......؟''

''مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔'' خلافِ توقع سیدھا سادا جواب پاکر وہ حیران ہوا اور ابھی اس حیرت سے نکلا نہیں تھا کہ اُس نے مزید حیران کردیا۔

''کھڑے کیوں ہو......؟ بیٹھ جاؤ......!''

وہ خاموشی سے بیٹھ گیا تو قدرے رُک کر وہ پوچھنے لگی۔

''سنو......! تمہیں یقین ہے کہ خاور سنی کو کہیں دُور نہیں لے جائے گا......؟''

''کہیں دُور سے تمہاری کیا مراد ہے......؟'' اُس نے وضاحت چاہی تو وہ فوراً بولی۔

''لندن، امریکا۔''

''میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے نہیں معلوم خاور نے کیا پلاننگ کر رکھی

ہے۔اگر تمہارے علم میں ہو تو......'' وہ بات اُدھوری چھوڑ کر اُسے دیکھنے لگا تو وہ نظریں چرا کر بولی۔

''مجھے نہیں معلوم۔''

''خیر......! میں معلوم کرلوں گا۔'' وہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا پھر جاتے جاتے اچانک اُس کے مقابل آگیا۔

''سنو......! میرا خیال ہے اب میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ تم خاور کے پاس کیوں گئی تھیں......؟''

''میں سنی کو لینے گئی تھی۔'' وہ غیر محسوس طریقے سے ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''اگر تمہیں سنی کو لینا تھا تو مجھ سے کہتیں...... میں تمہارے ساتھ چلتا...... تمہیں اکیلے نہیں جانا چاہئے تھا...... آئندہ خیال رکھنا۔'' اُس نے بہت دھیرج سے اُسے تنبیہ کی پھر کہنے لگا۔

''بہر حال جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب تمہیں خاور سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سنی کو بھی میں لے آؤں گا۔ تم نہ خود پریشان ہو اور نہ چچا جان اور چچی جان کو پریشان کرو۔ سنی کو لانا میری ذمہ داری ہے۔ سمجھ رہی ہو ناں......؟''

وہ بہت خاموش نظروں سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

○○○

خاور کو حقیقتاً اپنے بچے سنی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ صرف علی سے اپنی تذلیل کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اس کے لئے ہتھیار کے طور پر وہ سنی کو اپنے ساتھ لے آیا تھا اور کیونکہ اُسے یہ خدشہ بھی تھا کہ علی اور فارینہ سنی کے حصول کے لئے اُس کے پیچھے ضرور آئیں گے اس لئے وہ اپنے گھر جانے کی بجائے زویا کے پاس آگیا تھا اور کتنی دیر تو وہ اور زویا سنی کو چپ کرانے میں لگے رہے جو رو رو کر بس ایک ہی تکرار کئے جا رہا تھا۔

''مما پاس......! مما پاس......!''

''بیٹا......! میں آپ کو لے جاؤں گی مما پاس...... آپ رو نہیں...... شاباش......!''

زویا نے بڑی مشکل سے اُسے بہلا کر سلا دیا پھر اُس سے بولی تھی۔

''خاور......! تم کیوں اس معصوم پر ظلم کر رہے ہو......؟ اسے اس کی ماں کے پاس کیوں نہیں چھوڑ آتے......؟''

''اس کی ماں نے چیٹنگ کی ہے میرے ساتھ...... دھوکا دیا ہے مجھے۔'' وہ اپنے گریبان میں نہیں جھانک رہا تھا۔

''کیا......؟ کیا دھوکا دیا ہے اُس نے......؟'' زویا نے پوچھا تب ہی خاور کی جیب میں موبائل بج اُٹھا تو اُس نے پہلے زویا کو چائے کا کہا پھر جیب سے موبائل نکال لیا۔

''ہیلو......!''

''خاور......! میں علی بات کر رہا ہوں۔'' علی کے لہجے میں انتہائی سنجیدگی اور قدرے شکستگی بھی شامل تھی یا شاید خاور کو محسوس ہوئی جب ہی وہ فاتحانہ انداز میں بولا۔

''میں اب تمہاری آواز پہچاننے لگا ہوں مسٹر علی......! کہو کیا چاہتے ہو......؟''

''تم......! تم کیا چاہتے ہو......؟'' علی یقیناً ضبط کی کڑی منزلیں طے کر رہا تھا۔

''میں نے تو تمہیں فون نہیں کیا......؟'' خاور نے تفخر سے جتا دیا کہ سوالی تم ہو میں نہیں۔

''ہاں میں نے...... میں نے فون کیا ہے...... سنی کے لئے۔'' علی نے کہا تو وہ فوراً بولا۔

''سنی میرے پاس ہے۔''

''میں جانتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم سنی کو فارینہ کے حوالے کر دو۔'' علی کا لہجہ اچانک مضبوط ہو گیا تھا۔

''مسٹر علی......! سنی میرا اور فارینہ کا بچہ ہے اور اس کے بارے میں میں اور فارینہ

ہی طے کریں گے کہ اسے کس کے پاس رہنا چاہئے۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' خاور نے کمینگی سے کہا تو علی کا ضبط جواب دے گیا۔

''دیکھو خاور......! میں تمہارا بہت لحاظ کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم سنی کو فارینہ کے حوالے کر دو ورنہ......''

''ورنہ......؟ کیا کر لو گے تم......؟ بتاؤ......!'' خاور آپے سے باہر ہو کر چلایا تھا۔

''چلاؤ مت......! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہاری ساری کرتوتوں سے واقف ہوں اور اگر خاموش رہا ہوں تو صرف فارینہ کی وجہ سے۔ لیکن اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ میں تمہیں بے نقاب کر سکتا ہوں۔'' علی نے کہا تو وہ اس ہٹ دھرمی سے بولا۔

''تو جاؤ کرو...... کس نے روکا ہے تمہیں......؟''

''تو تم سنی کو نہیں دو گے......؟'' علی کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں وارننگ تھی۔ جس سے وہ اچانک پینترا بدل گیا۔

''میں سنی کو دے سکتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔''

''کیا......؟'' علی نے پوچھا تو وہ انتہائی شاطرانہ انداز میں بولا تھا۔

''پہلے تم فارینہ کو طلاق دو گے اس کے بعد میں سنی کو اُس کے حوالے کروں گا۔''

دوسری طرف ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ یقیناً علی سناٹے میں آ گیا تھا۔

خاور نے چند لمحے انتظار کیا پھر پکار کر پوچھنے لگا۔

''ہیلو مسٹر علی......! کیا سوچنے لگے......؟''

ادھر سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

''بزدل، احمق، ہونہہ......!'' خاور نے بڑبڑاتے ہوئے موبائل آف کیا تو عقب سے زویا پوچھنے لگی۔

''کیا ہوا......؟''

''تم کب آئیں......؟'' خاور ٹھٹک کر زویا کی طرف پلٹا تھا۔

''ابھی......! لو چائے لو'' زویا نے مسکراتے ہوئے کپ اُس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

○ ○ ○

رات نصف سے زیادہ سفر طے کر چکی تھی اور وہ پچھلے دو گھنٹے سے اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ کبھی تکیہ کھینچ کر منہ پر رکھتی، کبھی بازوؤں میں دبا لیتی، پھر گھبرا کر اُٹھ بیٹھتی۔ کسی طرح چین نہیں آ رہا تھا۔ عجیب سی کیفیت تھی اُس کی۔ جس پر وہ جھنجلا رہی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے مجھے......؟ میں کیا چاہ رہی ہوں......؟'' وہ پھر تکیہ پھینک کر اُٹھ بیٹھی اور نیم اندھیرے میں یوں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی جیسے اُسے اپنی بے نام کیفیت کا عنوان یہیں کہیں مل جائے گا اور واقعی جب اُس کی نظریں بھٹکتی ہوئی موبائل پر ٹھہریں تو اُس کی روشن اسکرین پر علی کا نام دیکھ کر اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہے۔

''یہ علی اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے......؟ کیا واقعی مجھ پر حق جتانے والا ہو گیا ہے......؟ کیسے کہہ رہا تھا کہ اب میں تم سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ تم خاور کے پاس کیوں گئی تھیں......؟ اور میں...... میں خاموش کیوں رہی......؟ اُسی وقت اُسے منہ توڑ جواب کیوں نہیں دیا......؟'' گویا اُس وقت کی اپنی خاموشی مسلسل اُس کے اندر چبھ رہی تھی جس پر اب وہ باقاعدہ تلملا اور جھنجلا رہی تھی۔

''اُف......! میری خاموشی سے تو وہ یہ سمجھا ہو گا جیسے میں نے اُس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ہرگز نہیں۔ میں اُس بے ایمان، دھوکے باز کے سامنے کبھی ہتھیار نہیں ڈالوں گی۔''

''سنو......!'' کسی نے دھیرے سے پکارا تھا۔

''اگر میں نے تمہیں طلاق نہ دی تو کیا تم ساری زندگی مجھے بے ایمان اور دھوکے باز کہہ کر پکارتی رہو گی......؟''

وہ چونکی، ٹھٹکی پھر اُٹھ کر ٹیوب لائٹ آن کر دی۔ کمرہ ایک پل میں روشن ہو گیا۔ اُس نے آنکھیں پھاڑ کر چاروں اور دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ گویا آواز اُس کے اندر سے اُبھری تھی۔ وہ مزید جھنجھلا گئی۔

''ہاں ......! تم بے ایمان، دھوکے باز ہو۔ تم خود اعتراف کرتے ہو۔ اس کا ثبوت تمہارا وہ خط ......'' وہ اُسی وقت اُس کا خط تلاش کرنے لگی۔ یوں جیسے وہ سامنے کھڑا ہو اور وہ اُسے دکھانا چاہتی ہو۔ وارڈ روب کا لاکر، بیڈ کارنر کے دراز سب چھان مارے۔ پھر آیا کہ اُس رات وہ یہاں نہیں علی کے کمرے میں تھی اور جانے کیسا جنون سوار ہو گیا تھا اُس پر کہ اُسی وقت علی کے کمرے میں آ گئی اور اُس کے درازوں کی تلاشی لینے لگی تو پہلے وہ مخملیں ڈبہ ہاتھ آیا جس میں خوبصورت کنگن جگمگا رہے تھے۔ اُس نے اوّلین شب کی طرح اب بھی وہ ڈبہ اُسی طرح پٹخ دیا۔ پھر الماری کھول کر اُس کی تلاشی لینے لگی تو کچھ کپڑوں کے ساتھ ایک ڈائری بھی نیچے آ رہی تھی۔ اُس نے کپڑے اُٹھا کر واپس الماری میں ٹھونسے پھر ڈائری رکھنے لگی تھی کہ اُس پر اپنا نام دیکھ کر رُک گئی۔

پہلے صفحے پر بغیر کسی القاب کے لکھا تھا۔

تم نہ سمجھو تمہارا مقدر ہوں میں
میں سمجھتا ہوں تم میری تقدیر ہو

پھر چند صفحوں پر بے ربط سی تحریریں تھیں۔ اس کے بعد جیسے باقاعدہ دل لکھنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

''وہ چھوٹی سی لڑکی جس نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا وہ دھیرے دھیرے دل میں گھر کر گئی یوں کہ اُس کے بنا مجھے اپنا وجود بالکل بے معنی لگنے لگا تھا۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ میری چاہت میں شدت آ گئی تھی اور مجھے یہ یقین بھی تھا کہ وہ صرف میری ہے۔ جانے یہ یقین مجھے کس نے دیا تھا۔ شاید چچا جان اور چچی جان کی محبتوں نے اور اسی یقین کے سہارے میں اتنی دُور نکل گیا کہ واپس پلٹنے کا تصور ہی سوہانِ روح تھا۔ لیکن تقدیر

کی ستم ظریفی کہ جب مجھے منزل دو گام نظر آنے لگی تھی تب خود منزل نے ہی مجھ سے منہ موڑ لیا اور مجھے اپنی منزل کھو جانے کا جتنا دُکھ ہوا اس سے کہیں زیادہ اُس لڑکی کی ناعاقبت اندیشی نے مار ڈالا جس نے ایک ایسے شخص کو ہم سفری کے لئے منتخب کیا جو کسی طرح بھی اُس کے قابل نہیں تھا۔''

''کاش ......! میں اُسے خاور کی اصلیت بتا سکتا لیکن میں بہت مجبور ہوں کیونکہ وہ کبھی میری بات کا یقین نہیں کرے گی۔ یہی سمجھے گی کہ میں اپنی راہ ہموار کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں اور یہ الزام میں نہیں سہ سکوں گا۔ اس لئے میں نہ صرف خاموش رہا بلکہ اُس کی ابدی خوشیوں کے لئے دُعائیں بھی کرتا رہا لیکن میری دُعائیں ......''

اُس نے ایک دم ڈائری بند کر دی کیونکہ سینے میں سانسیں رُکنے لگی تھیں۔ بے پناہ گھٹن کا احساس تھا۔ اُس نے بڑھ کر کھڑکیاں کھول دیں اور پنکھا فل اسپیڈ پر آن کر کے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ جب سانسوں کی آمد و رفت بحال ہو گئی تب اُس نے دوبارہ ڈائری کھول لی۔

''میں اُسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہی سچ ہے کہ وہ خوش ہوتی ہے تو میں اطمینان سے ہوتا ہوں اور اُس کی ذرا سی آزردگی مجھے بے چین رکھتی ہے۔ میں کیسے بتاؤں اُسے کہ

کوئی رات یاد نہیں رہی
کوئی شام پاس نہیں رہی
کوئی دن اُداس نہیں رہا
تیرے عشق میں ....
میرے دل کی ساری ریاضتیں
کسی گہری دُھند میں کھو گئیں
مجھے میرے دُکھ میں ڈبو گئیں''

''اُف یہ علی ......!'' اُس نے کتنے صفحے ایک ساتھ اُلٹ دیئے پھر آگے بھی علی نے

اپنی بے قراریوں کو رقم کیا تھا اور اس سے بے پناہ محبت کا اعتراف جو اُس کے اندر ہلچل تو نہیں مچا رہا تھا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے دل اب اس کے اختیار سے نکل رہا ہو کہ اگر وہ اس شخص کو اس کی محبتوں کو جھٹلانا چاہے گی تو دل اس کا ساتھ نہیں دے گا بلکہ شاید خود اس کے مقابل ڈٹ جائے گا۔

اُس نے چند لمحے رُک کر اپنے اندر کسی احساس کو محسوس کرنے کی کوشش کی پھر دھیرے دھیرے تمام صفحے اُلٹ دیئے اور آخری صفحے پر اُس کی نظریں پھر ٹھہر گئیں۔

"ہمیں پتا ہے کہ
ہم نے کتنا سنبھل کے دیکھا
نئی اور انجانی راہ گزاروں پہ چل کے دیکھا
ہزار رستہ بدل کے دیکھا
مگر میری جان......!
ہر ایک رستہ تمہاری جانب پلٹ گیا ہے
تمام نقشہ اُلٹ گیا ہے
اور اس سفر میں
وجود زخموں سے اَٹ گیا ہے۔"

اُس نے آہستہ سے ڈائری بند کی اور اسے رکھنے الماری تک آئی لیکن پھر جانے کیا خیال آیا کہ وہ ڈائری لئے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی اور آرام سے بیٹھ کر نئے سرے سے ورق ورق پڑھنے لگی تھی۔



رات اپنا سفر تمام کر چکی تھی۔ لیکن اُسے کچھ خبر نہیں تھی۔ گرد و پیش کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اُسے اپنے وجود کا احساس بھی نہیں مل رہا تھا۔ ایزی چیئر پر رات وہ جس

انداز سے گرا تھا تو ابھی تک اسی طرح بیٹھا تھا۔ اُسے خاور کی شرط سے شاک ضرور لگا تھا لیکن افسوس اس پر نہیں تھا کیونکہ اُسے خاور سے ہر قسم کی کمینگی کی توقع تھی۔ اُسے دھچکا اس خیال سے لگا تھا کہ فارینہ بھی خاور کے ساتھ شامل ہے۔ کیونکہ ہر پہلو سے سوچنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ دونوں باقاعدہ پلاننگ کے تحت چل رہے ہیں اور اس بات کو اگر اُس نے جھٹلانا بھی چاہا تھا تو نہیں جھٹلا پایا۔ کیونکہ گزشتہ تمام حالات و واقعات یہی ظاہر کر رہے تھے۔

خاور کا اُسے فون کرنا کہ وہ فارینہ سے ملنے جا رہا ہے۔ گویا اُسے بلا کر وہ دونوں اُس کے سامنے جھگڑے کا ناٹک کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد خاور کا بچے کو لے کر فرار ہونا پھر طلاق کی شرط رکھنا۔ وہ رات بھر یہی سب سوچتا رہا تھا پھر بھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ آیا اُسے فارینہ کو طلاق دے دینی چاہیئے یا نہیں۔

"کیا کروں......؟" بے حد نڈھال ہو کر اُس نے چیئر کی بیک پر سر ٹکایا تھا کہ ٹیلی فون کی تیز بیل سے اُس کے شل اعصاب پر گویا گہری چوٹ پڑی تھی اور اس سے پہلے کہ دوسری بیل بجتی اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو......!" اُس کے حلق سے بہت بوجھل آواز نکلی تھی۔

"بھائی......! بھائی میں بیدی......!" دوسری طرف اُس کی بہن بیدی اسی قدر کہہ کر رونے لگی تو وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

"ہاں بیدی......! کیا ہوا بیٹا......! بولو ناں......!"

"بھائی ابا......!"

"کیا ہوا ابا کو......؟" وہ اب ساری ہمتیں یکجا کر کے چیخا تھا۔

"بتاؤ بیدی......! کیا ہوا ابا کو......؟"

"ابا گر گئے...... بہت تکلیف میں ہیں۔" بیدی نے اسی طرح روتے ہوئے بتایا

وہ مزید پریشان ہو گیا۔ بمشکل خود پر قابو پا کر بولا۔

"میں آرہا ہوں......ابھی آرہا ہوں......تم رومت......ابا کو بھی تسلی دو۔"

"بھائی......! جلدی......!"

"ہاں......! بس ابھی نکل رہا ہوں۔" اُس نے سلسلہ منقطع کر کے چچا جان کو فون کیا اور انہیں ابا کے بارے میں بتا کر وہ جیسے کھڑا تھا اسی حالت میں گھر سے نکل آیا۔

گو کہ اس وقت وہ ڈرائیونگ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کیونکہ پراگندہ سوچوں کے باعث ذہن بری طرح متاثر تھا۔ اعصاب الگ شل ہو رہے تھے لیکن ڈرائیور کے انتظار میں مزید وقت ضائع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اُسے خود ہی ہمت کرنی پڑی۔

اور جب تین گھنٹے کی مسلسل ڈرائیو کے بعد وہ گھر پہنچا تو بے پناہ تھک چکا تھا۔ اس کے باوجود اُس نے ہمت نہیں ہاری اور اُسی وقت ابا کو گاڑی میں ڈال کر قریبی ہاسپٹل لے گیا۔

ابا معمول کے مطابق فجر کی نماز کے لئے اُٹھے تھے پھر وضو کرتے ہوئے وہیں پھسل کر گر گئے تھے۔ ایکسرے رپورٹ کے مطابق اُن کی داہنی ٹانگ میں فریکچر تھا۔ جب ہی ابا مسلسل ہائے ہائے کر رہے تھے۔ پھر پلاسٹر چڑھنے سے وہ قدرے پُرسکون ہوئے تو وہ اُن کے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رو پڑا۔ شاید اپنے اندر کا درد آنکھوں کی راہ بہہ نکلا تھا۔

"ہے جواناں......! تو کیوں روتا ہے......؟" ابا نے ٹوکا لیکن اُس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"بس کر بچہ......! دیکھ اب تو میں آرام سے ہوں۔" ابا نے پھر کہا تو وہ ٹوٹی ہوئی آواز میں بے اختیار بولا تھا۔

"میں آرام سے نہیں ہوں ابا......!"

"تھک گیا ہے......؟ ہاں لمبے سفر سے بھی تو آیا ہے...... جا گھر جا کر آرام کر...... جا بچہ......! جا کر بہنوں کو بھی تسلی دے۔ کتنا رو رہی تھیں۔ میرے پاس تیری ماں ہے ناں......!" ابا نے اُس کا سر تھپکتے ہوئے کہا تو اماں نے آگے آکر اُس کے کندھوں پر ہاتھ

رکھ دیئے۔

"اُٹھو بیٹا......! گھر جاؤ۔"

"اماں......! آپ......"

"میں یہیں ہوں۔ تم آرام کر کے پھر آجانا۔"

اور وہ جانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن یہاں بیٹھنا بھی اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ کل رات سے وہ ذرا دیر کو بھی نہیں سویا تھا اور اب نیندیوں سوار تھی کہ وہ بمشکل ہاسپٹل سے گھر تک آیا اور بہنوں کو تسلی دینے کے لئے صرف "سب ٹھیک ہے" کہہ کر چارپائی پر گرتے ہی بے خبر ہو گیا تھا۔

○○○

وہ صبح سے چکراتی پھر رہی تھی۔ کبھی اس کمرے میں، کبھی اُس کمرے میں، کبھی کوریڈور پھر لان، یہاں وہاں ہر جگہ بیتے لمحوں کی آہٹیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں اور وہ اُن سے بھاگ تو نہیں رہی تھی بلکہ اُسے اچھا لگ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی دھیرے دھیرے اُسے پکار رہا ہو۔ اُس کے احساسات کو نرمی سے چھو رہا ہو۔

"علی......! بے ایمان......! دھوکے باز......!" وہ زیر لب بڑبڑائی پھر ہنس پڑی۔

تب ہی مما کے پکارنے پر وہ پہلے چونکی پھر اپنے آپ پر حیران ہوتی ہوئی اُن کے پاس آئی تو وہ پوچھنے لگیں۔

"بیٹا......! تمہارے پاس علی کا موبائل نمبر ہے......؟"

"پتا نہیں......! شاید......!" اُس کے احساسات کو کیونکہ ابھی ابھی ایک نئی زندگی ملی تھی جب ہی علی کا نام سن کر وہ کچھ کنفیوز سی ہو گئی تھی۔

"دیکھو بیٹا......! مل جائے تو میری اُس سے بات کرادو۔" مما نے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔

''وہ آفس میں نہیں ہے کیا......؟''

''نہیں بیٹا......! صبح اُس کا فون آیا تھا کہ وہ نواب شاہ جا رہا ہے۔ تمہارے تایا جی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا ہوا تایا جی کو......؟'' اُس نے فوراً پوچھا۔

''یہی علی سے معلوم کرنا ہے۔ صبح جلدی میں اُس نے کچھ بتایا ہی نہیں۔ پتا نہیں اب کہاں ہے......؟''

''میں...... میں اُس کا نمبر دیکھتی ہوں۔'' وہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی اور موبائل اُٹھا کر علی کا نمبر ڈائل کر دیا۔

دوسری طرف بیل جاتی رہی پھر ٹیپ بجنے لگا۔

''فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا، براہِ مہربانی کچھ دیر بعد دوبارہ ڈائل کریں۔''

اُس نے دوبارہ، سہ بارہ ڈائل کیا اور ہر بار اُدھر سے یہی جواب آیا۔

''شاید وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا جب ہی میرا نمبر دیکھ کر فون نہیں اُٹھا رہا۔ مما سے کہتی ہوں ٹیلی فون سے کریں۔'' اُس نے سوچا اور ایک پیپر پر علی کا نمبر لکھ کر کمرے سے نکل رہی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ وہ یہی سمجھی علی ہو گا جب ہی فوراً پلٹ کر موبائل اُٹھا لیا۔

''ہیلو......!''

''کیسی ہو فارینہ......!'' دوسری طرف خاور تھا۔ اپنے پرانے انداز میں بولا تو وہ ایک دم آپے سے باہر ہو گئی۔

''تم......! تمہیں جرأت کیسے ہوئی مجھے فون کرنے کی......؟''

''ارے ارے......! اتنی ناراضگی......! کم آن یار......! ابھی تو ہمیں بہت سے معاملے اکٹھے بیٹھ کر طے کرنے ہیں۔'' خاور ڈھٹائی سے بولا تو وہ اور زور سے چیخی۔

''شٹ اَپ خاور......! میرا تمہارے ساتھ کوئی معاملہ نہیں ہے۔''

''سنی کا بھی نہیں......؟'' خاور نے کہا تو اُس نے پہلے ہونٹ بھینچے پھر بہت ضبط سے بولی تھی۔

''نہیں......!''

''اس کا مطلب ہے تم سنی سے دستبردار ہو گئی ہو۔''

''ہرگز نہیں......! سنی میرا بچہ ہے لیکن اس کے لئے تمہارے سامنے میں نہیں گڑگڑاؤں گی۔'' وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

''اچھا......! ہاں تم نے شاید یہ معاملہ علی کے سپرد کر دیا ہے۔ اُس کا فون آیا تھا میرے پاس۔'' خاور نے جتا کر کہا تو وہ ایک لحظہ کو ٹھٹکی تھی۔

''علی......! علی نے کیوں فون کیا تمہیں......؟''

''یہی کہنے کے لئے کہ میں سنی کو تمہارے حوالے کر دوں اور پتا ہے میں نے اُس سے کیا کہا......؟'' خاور بہت مزے لے کر بتانے لگا۔

''میں نے علی سے کہہ دیا ہے کہ پہلے وہ تمہیں طلاق دے پھر میں سنی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور تم بھی سن لو فارینہ......! جب تک علی سے طلاق نہیں لو گی سنی تمہیں نہیں ملے گا۔''

وہ اُس کی باتوں سے بری طرح چکرا گئی تھی جب ہی فوراً کچھ بول نہیں سکی۔

''ہیلو......! ہیلو فارینہ......!'' اُدھر سے خاور نے پکارا تو وہ بمشکل سنبھل کر کہنے لگی۔

''سنو خاور......! مجھے سنی کی فکر نہیں ہے کیونکہ وہ کسی غیر کے نہیں اپنے باپ کے پاس ہے اور جہاں تک طلاق کی بات ہے تو تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو گی۔ سمجھے تم......!'' اس کے ساتھ ہی اُس نے نہ صرف سلسلہ منقطع کیا بلکہ موبائل ہی آف کر دیا لیکن سماعتوں کا کیا کرتی جہاں خاور کی آواز گونج رہی تھی۔

''میں نے علی سے کہہ دیا ہے کہ جب تک وہ تمہیں طلاق نہیں دے گا میں سنی کو تمہارے پاس نہیں بھیجوں گا۔''

''اُف......!نہیں......!'' اُس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

''کہیں علی اُس کی دھمکی میں آ کر......نہیں......!نہیں......!مجھے طلاق نہیں چاہئے۔ بے شک میں علی سے کوئی رابطہ نہ رکھوں لیکن طلاق نہیں لوں گی۔''

''اور تم بھی سن لو فارینہ......!جب تک علی سے طلاق نہیں لو گی سنی تمہیں نہیں ملے گا۔'' خاور کی مکروہ آواز کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔

''تم مکار......!کبھی کامیاب نہیں ہو گے۔'' وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے یوں دیکھ رہی تھی جیسے ہر شے تہس نہس کر ڈالے گی۔

کچھ دیر بعد مما اُسے پکارتی ہوئی آئیں اور اُسے گم سم بیٹھے دیکھ کر تشویش سے پوچھنے لگیں۔

''فارینہ......!کیا بات ہے بیٹا......!''

''جی......!'' وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''بیٹا......!میں نے تم سے علی کا نمبر مانگا تھا۔'' مما نے کہا تو اُس نے سر جھٹک کر خود کو کسی شکنجے سے آزاد کیا پھر اُٹھتی ہوئی بولی۔

''میرے پاس نہیں ہے مما......!آپ ڈیڈی کو فون کر کے اُن سے معلوم کر لیں۔''

''اچھی بات ہے......!'' مما چلی گئیں تو اُس نے چند لمحے سوچا پھر موبائل اُٹھا کر علی کے نمبر پش کرنے لگی لیکن اُدھر سے جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔



سرمئی شام ڈھل رہی تھی جب بیدی نے اُسے جھنجھوڑ کر اُٹھایا تو پہلے وہ حیران ہو کر اُسے دیکھنے لگا پھر جب لائٹ پر نظر پڑی تو بوکھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں اُٹھایا......؟''

''کتنی بار تو اُٹھا چکی ہوں۔اب تو میں پانی پھینکنے والی تھی آپ پر۔'' بیدی نے کہا تو

وہ اُس کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''اچھا......!جا جلدی سے چائے بنا۔''

''چائے بنی ہوئی ہے۔آپ جلدی منہ ہاتھ دھو کر آئیں پھر ابا کے پاس جانا ہے۔''

''ارے......!میں تو بھول ہی گیا۔'' وہ فوراً واش روم کی طرف بھاگا تھا اور جب منہ ہاتھ دھو کر آیا تو چھوٹی دونوں بھی کمرے میں موجود تھیں اور ٹیبل پر چائے رکھی تھی۔

''میرا کوئی فون تو نہیں آیا تھا......؟'' اُس نے چائے کا کپ اُٹھاتے ہوئے پوچھا۔ پھر خود ہی جھنجھلا گیا۔

''اوفو......!اپنا موبائل تو میں وہیں چھوڑ آیا ہوں۔''

''بھائی......!ابا ٹھیک ہو جائیں گے ناں......؟'' حمیدہ نے پوچھا تو اُس کی اُتری ہوئی شکل دیکھ کر اُس نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

''ٹھیک ہو جائیں گے بیٹا......!پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔''

''صبح ابا کو بہت درد ہو رہا تھا۔'' چھوٹی بھی رونے والی ہو رہی تھی۔

''اب آرام سے ہوں گے۔میں ابھی جا رہا ہوں۔اگر خدانخواستہ کوئی پرابلم ہوئی تو میں انہیں کراچی لے جاؤں گا۔ٹھیک......!'' آخر میں اُس نے مسکرا کر سب کو اطمینان دینے کی کوشش کی۔پھر چائے کا آخری گھونٹ لے کر کپ بیدی کو تھما دیا۔

''اچھا......!میں چلتا ہوں۔ابا کے لئے کھانا وغیرہ بنایا ہو تو دے دو۔'' اُس نے کہا تو حمیدہ بھاگ کر ٹفن اُٹھا لائی۔

''دروازہ بند کر لو۔میں کچھ دیر میں اماں کو چھوڑ جاؤں گا۔'' وہ کہتا ہوا باہر نکل آیا۔

یہ بھی غنیمت تھی کہ گاڑی ساتھ لایا تھا۔البتہ موبائل وہیں رہ جانے سے مسئلہ ہو رہا تھا کیونکہ اب چچا جان کو فون کرنا تھا۔وہ پی سی او کی تلاش میں نظریں دوڑاتا ہوا آخر ہاسپٹل پہنچ گیا۔

اماں راہ داری ہی میں ٹہل رہی تھیں۔

’’کیسی طبیعت ہے ابا کی......؟‘‘ اُس نے فوراً بڑھ کر پوچھا تو اماں فکرمندی سے بولیں۔

’’بہت دیر سے بے چین ہو رہے تھے ابھی سوئے ہیں۔‘‘

’’ڈاکٹر دیکھنے آیا تھا......؟‘‘

’’ہاں......! کہہ رہا تھا صبح پھر ایکسرے ہوگا۔‘‘

’’اللہ چاہے گا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔‘‘ اُس نے اماں کے کندھے پر ہاتھ رکھا پھر انہیں لئے ہوئے ابا کے پاس آ گیا۔

’’ابا بے خبر سو رہے تھے۔ بڑھاپے کے باعث سانسوں کی آمد و رفت بہت واضح محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اُن پر نظریں جمائے اچانک بے پناہ ندامتوں میں گھر گیا۔

’’کتنا خودغرض ہوں میں۔ اپنی ترقی اور آرام کی خاطر بوڑھے ماں باپ سے دُور ہو گیا ہوں۔ اگر چچا جان مجھے تعلیم کی غرض سے اپنے ساتھ لے گئے تھے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ میں بس اُن ہی کا ہو رہتا۔ یہاں آ کر بھی میں جاب کر سکتا تھا۔ وہاں سے ہر مہینے پیسے بھیج کر میں یہ سمجھتا رہا کہ میں نے فرض ادا کر دیا۔‘‘

’’پیسہ ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔ ابا کو میری ضرورت تھی لیکن یہ بھی چچا جان کی محبت میں خاموش رہے اور چچا جان وہ بھی خودغرض ہیں۔ انہیں بڑے بھائی کا خیال ہی نہیں۔ میں......میں اب خیال کروں گا، یہیں رہوں گا ابا کے پاس۔‘‘

’’علی......!‘‘ اماں نے جانے کتنی بار اُسے پکارا تھا۔ پھر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تب وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

’’کیا سوچنے لگا۔‘‘ اماں نے پوچھا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

’’کچھ نہیں......! چلیں آپ کو گھر چھوڑ آؤں۔‘‘

’’میں گھر جاؤں......؟‘‘ اماں سوچنے لگیں۔

’’بہنیں اکیلی ہیں ناں......! اور پریشان بھی ہو رہی ہیں۔ چلیں ابا کے اُٹھنے سے

پہلے میں آپ کو چھوڑ کر آ جاؤں گا۔‘‘ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

’’مجھے تو تیری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ ابھی تو آرام کر لیتا۔‘‘

’’بس......! بہت آرام کر لیا میں نے۔ سارا دن سوتا رہا ہوں۔ آیئے چلیں۔‘‘ وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا تو ناچار اماں کو اُس کے ساتھ چلنا پڑا۔

پھر پندرہ منٹ میں وہ اماں کو گھر چھوڑ کر واپس آ گیا تو پہلے ڈاکٹر سے مل کر ابا کے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کیں پھر اُسی کی ہدایت پر آ کر ابا کو کھانے کے لئے اُٹھا دیا اور اپنے ہاتھ سے نوالے بنا کر انہیں کھلانے لگا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتا جا رہا تھا کہ اُن کا پلاسٹر کم از کم تین ہفتے رہے گا اور اس دوران انہیں بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اتنی مدت کے لئے دوبارہ پلاسٹر چڑھ سکتا ہے۔

’’تو اتنے دن میں یہیں رہوں گا......؟‘‘ ابا کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

’’نہیں نہیں......! دو چار دن میں چھٹی مل جائے گی اور گھر جا کر بھی آپ کو اسی طرح لیٹے رہنا ہے۔‘‘ اُس نے پھر لیٹے رہنے پر زور دیا۔

’’لو میں پڑ گیا۔ اب باہر کے کام کاج کون کرے گا......؟‘‘ ابا نے کہا تو وہ فوراً بولا۔

’’میں ہوں ناں......! آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔‘‘

’’تو کتنے دن رہے گا......؟‘‘ ابا نے پوچھا نہیں تھا، یاد دلایا تھا کہ وہ ایک دو دن کے لئے ہی آتا ہے۔

’’میں اب یہیں رہوں گا ابا......! آپ کے پاس۔ چچا جان کو میری اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی آپ کو۔ اس لئے میں نے سوچ لیا ہے کہ میں یہیں جاب کر لوں گا اور کہیں نہیں جاؤں گا۔‘‘ وہ بولتا جا رہا تھا۔ ابا خاموشی سے اُسے دیکھے گئے اور جب وہ خاموش ہوا تب اسی قدر بولے۔

’’پر بچہ......! تیرا چاچا......‘‘

’’چچا جان میرے بغیر بھی چل سکتے ہیں۔ آپ اُن کی فکر نہ کریں۔‘‘ اُس نے کہا تو ابا

خاموش ہورہے۔

"چلیں دوا کھا کر سو جائیں۔" اُس نے انہیں دوا دی۔ پھر آرام سے لٹا کر لائٹ آف کرتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

راہ داری میں روشنی تھی اور اُس سے آگے دُور تک اندھیرا۔ وہ ٹہلتا ہوا ریلنگ کے پاس آ کھڑا ہوا اور دُور اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا نہیں انسان کس جستجو ہے۔ جو نظر کے سامنے ہے اُس سے نظریں چرا جاتا ہے اور جو دکھائی نہیں دیتا اُس کی کھوج۔ وہ بھی کھوج رہا تھا۔ اندھیروں میں شاید کوئی روشنی کی کرن، کوئی جگنو ہی جھب دکھلا جائے۔

اور پھر کسی جگنو کی تلاش میں وہ روشنی سے نکل کر اندھیروں کی طرف چلنے لگا۔ چلتا چلا گیا۔ کتنی دُور نکل گیا تب اُسے اپنے آپ پر حیرت ہوئی کہ وہ کہاں آ گیا ہے اور کیوں......؟

"میں کیا چاہ رہا ہوں......؟" وہ واپس پلٹتے ہوئے سوچنے لگا۔

"کوئی بات ہے جو مجھے بے چین کر رہی ہے۔ میں اُس بات تک کیوں نہیں پہنچ پا رہا......؟ کیا میں ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا ہوں......؟" آخری بات پر اُس کے قدم رُک گئے اور سر اُٹھا کر دیکھا تو مزید حیران ہوا کہ اب وہ اندھیرے میں کھڑا تھا اور دُور روشنی تھی۔

"میں اندھیروں میں کیوں بھٹک رہا ہوں......؟ روشنی تو وہاں ہے۔" وہ بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے روشنی میں آیا تو سانس پھول گیا تھا۔ وہ وہیں بنچ پر پہلے لیٹا پھر سو بھی گیا۔ شاید ابھی نا سمجھ میں آنے والی کیفیت سے پریشان ہو گیا تھا۔

بہرحال صبح اذان کی آواز پر ہی اُس کی آنکھ کھلی تھی۔ پہلے تو اُس سے اُٹھا ہی نہیں گیا کیونکہ بنچ پر ایک ہی زاویے سے لیٹے لیٹے بدن اکڑ گیا تھا۔ بمشکل اُٹھ کر کھڑا ہوا اور ایکسر سائز کے انداز میں بازوؤں، ٹانگوں کو حرکت دینے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا تو سامنے نظر

پڑی۔

دھیرے دھیرے اُجالا اُتر رہا تھا۔ صبح کا اُجالا جو اپنے ساتھ کتنے خوشگوار پیغام لے کر آتا ہے کہ دل نئی اُمنگوں کے ساتھ دھڑکنے لگتا ہے۔ اُس کے اندر بھی کوئی نئی اُمنگیں جاگی تھیں کہ وہ اچانک خود کو بہت فریش محسوس کرنے لگا۔

"السلام علیکم......!" ادھر سے گزرتی ایک ادھیڑ عمر نرس نے اُسے سلام کیا تو اُس نے چونک کر اُسے دیکھا پھر مسکرا کر جواب دیا۔

"وعلیکم السلام......!"

"نماز نہیں پڑھتے......؟" نرس نے کہا تو وہ نادم سا ہو کر سر کھجانے لگا۔

"نماز پڑھا کرو......! دل کو سکون ملتا ہے۔" نرس کہتی ہوئی چلی گئی تو اُس نے جھکی ہوئی نظروں سے دیکھا صبح کا اُجالا بھی یہی کہہ رہا تھا۔

"کل سے پڑھوں گا۔" وہ زیرِلب بڑبڑایا۔

"کل کس نے دیکھی ہے......؟" کسی نے اُس کے اندر سے ٹوکا تھا۔ وہ گھائل ہو گیا اور فوراً قریبی مسجد کی طرف بھاگا تھا۔

پھر جب نماز پڑھ کر وہ ابا کے پاس آیا تو وہ اُنگلیوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے۔ وہ اُن کے قریب بیٹھ گیا اور اُن کا ہاتھ ہاتھوں میں لے لیا۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی......؟"

"شکر ہے اللہ کا......! تو رات کہاں سویا تھا......؟" ابا نے جواب کے بعد پوچھا۔

"یہیں برآمدے میں سو گیا تھا۔ آپ اُٹھے تھے......؟"

"ہاں......! ایک دو بار آنکھ کھلی تھی۔ یہاں پلنگ خالی تھا تو باہر کیوں سو گیا......؟"

"بس......! ایسے ہی لیٹا تھا نیند آ گئی۔ پتا ہی نہیں چلا۔" وہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں آپ کے لئے ناشتا لاتا ہوں۔"

''ابھی میرا دل نہیں چاہ رہا۔تو کھالے کچھ۔'' ابا نے کہا۔

''میں آپ کے ساتھ ہی ناشتا کروں گا۔بس چائے پی کر آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل آیا اور کینٹین میں بیٹھ کر ایک کپ چائے پی پھر سگریٹ سلگا کر آئندہ کا پروگرام سوچنے لگا کہ اُسے کہاں کہاں جاب کے لئے اپلائی کرنا چاہئے گو کہ کراچی کی نسبت یہاں مواقع بہت کم تھے۔پھر بھی وہ کوشش ضرور کرنا چاہتا تھا۔

''اللہ مالک ہے۔'' وہ سگریٹ ایش ٹرے میں مل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔پھر کاؤنٹر پر جا کر ناشتے کا پوچھا کہ کیا کیا ہے۔اس کے بعد واپس کمرے میں آیا تو اماں کے ساتھ چچا جان اور چچی جان کو دیکھ کر ابھی حیران ہوا تھا کہ نظر فارینہ پر پڑی جو ابا کے سرہانے کھڑی آہستہ آہستہ ان کے کندھے دبا رہی تھی۔

''کہاں ہو میاں......؟'' چچا جان کی آواز پر وہ چونک کر انہیں دیکھتا ہوا بولا۔

''سلام علیکم......! کیسے آئے آپ......؟''

''تمہاری طرف سے مایوس ہو کر......تمہیں تو فون کر کر تھک گئے کوئی جواب ہی نہیں ملا۔'' چچی جان نے شاکی ہو کر کہا۔

''سوری چچی جان......! میں جلدی میں اپنا موبائل وہیں بھول آیا۔'' اُس نے کہا تو ایک لحظہ کو فارینہ کے ہاتھ ابا کے کندھوں پر ٹھہر گئے تھے۔پھر وہ یوں مصروف ہو گئی جیسے اُسے بس یہی ایک کام ہو۔

''تو بیٹا......! پی سی او سے فون کر لیتے......؟ ہم کتنے پریشان رہے۔'' چچا جان نے کہا۔

''جی......! مجھے خیال آیا تھا پھر بس......!'' وہ اسی قدر کہہ کر رہ گیا۔

''اچھا چلو ناشتا کر لو۔'' چچی جان نے کہتے ہوئے فارینہ کو اشارہ کیا تو وہ شاپرز میں سے مختلف چیزیں نکال نکال کر پلیٹوں میں رکھنے لگی۔

وہ کچھ بے دھیانی میں اُسے دیکھنے لگا تھا۔کریم کلر کے پلین شلوار سوٹ میں وہ خاصی

مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔اُسے لگا جیسے وہ خاور کے ساتھ کی گئی پلاننگ میں ناکام ہو کر ٹوٹ رہی ہے۔

''کیا کروں......؟ پھر اس کے راستے سے ہٹ جاؤں......؟ دے دوں اسے طلاق......؟'' اُس نے سوچا اور ایک دم گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا تو اماں پوچھنے لگیں۔

''کیا ہوا......؟''

''کچھ نہیں......! میں ناشتا نہیں کروں گا۔'' وہ کہہ کر باہر نکلا تو پھر کہیں نہیں رُکا سیدھا گھر آ گیا۔

''اماں اور چچا جان وغیرہ وہاں نہیں پہنچے۔'' بیدی نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا۔

''پہنچ گئے ہیں۔'' وہ سرسری جواب دے کر کمرے میں جانے لگا کہ بیدی پھر پکار کر بولی۔

''بھائی......! بھابی بھی تو آئی ہیں۔''

''کون بھابی......؟'' وہ فوراً نہیں سمجھا تھا۔

''کوئی بہت ساری بھابیاں تو نہیں ہیں۔ایک ہی بھابی ہے۔فارینہ بھابی۔'' آخر میں بیدی شرارت سے ہنسی تو وہ اُسے ٹوکتے ٹوکتے رہ گیا۔

''اچھا......! جا اپنا کام کر۔میں سونے جا رہا ہوں۔شور مت کرنا۔'' وہ کہہ کر کمرے میں آ گیا۔

اُس پر عجیب سی جھنجلاہٹ سوار ہو رہی تھی۔غصہ بھی آ رہا تھا شاید فارینہ پر۔کیونکہ اُس کے خیال میں وہ طلاق کا مطالبہ کرنے یہاں آئی ہے۔

''یہ لڑکی بھی نہیں سدھرے گی۔اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے یا اس نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ورنہ خاور کی اصلیت کون نہیں جانتا۔ایک نمبر کا فراڈ ہے وہ۔آخر فارینہ کیوں نہیں سمجھتی......؟''

''تم تو سمجھتے ہو۔'' یہ آواز اُس کے اندر سے آئی تھی۔

"ہاں......! میں سمجھتا ہوں۔ پھر کیا کروں......؟" اُس کی جھنجلاہٹ میں عاجزی بھی شامل ہوگئی تھی۔

"فارینہ کو سمجھاؤ......!"

"وہ میرا یقین نہیں کرے گی۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے......؟"

اُس کے اندر عجیب سوال جواب کا سلسلہ تھا جو ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ آخر اُس نے تھک کر تکیے میں منہ چھپالیا۔

کچھ دیر بعد اماں اور چچی جان کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ پھر بھی نہیں اُٹھا بلکہ اور سوتا بن گیا تھا۔ اصل میں وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُس کے اندر غبار بھرا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ چچا جان اور چچی جان کے سامنے اُس کے منہ سے بلاارادہ ہی کوئی ایسی بات نکل جائے جو اُن کے لئے دُکھ کا باعث بنے اور جس پر وہ خود بھی بعد میں نادم ہوتا رہے۔ اس لئے وہ تکیے میں منہ چھپائے پڑا رہا تھا۔

پھر دوپہر میں اماں نے خود آکر اُسے اُٹھایا اور ابا کے پاس کھانا لے جانے کو کہا تو وہ بغیر کسی چوں چرا کے اُن سے ٹفن لے کر باہر نکل آیا اور جب ہاسپٹل پہنچا تو آگے ابا کے پاس صرف فارینہ کو دیکھ کر اُس کا موڈ مزید خراب ہوگیا۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو......؟" وہ بلاارادہ ہی کہہ گیا۔ لہجہ بھی سخت تھا جس پر ابا نے ٹوک دیا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے تو......؟"

"یہ کھانا لیں۔ میں ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں۔" وہ ٹفن ابا کے پاس رکھ کر جانے لگا کہ فارینہ بول پڑی۔

"ڈاکٹر ابھی آئے تھے۔ کہہ رہے تھے اگر گھر میں احتیاط ہوسکتی ہے تو آپ ایک دو دن میں انہیں لے جایئے گا۔"

"کیوں ابا......! گھر چلیں گے......؟" وہ ابا کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگا۔

"جیسے تم کہو......!" ابا نے اُس پر ڈال دیا تو اُس نے فوراً کوئی فیصلہ نہیں سنایا اور ٹفن کھول کر کھانا نکالنے لگا۔

"آجا بیٹی......! تو بھی اِدھر آجا۔" ابا نے فارینہ کو کھانے کے لئے بلایا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ لوگ کھانا کھائیں۔ مجھے ایک کام سے جانا ہے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

○○○

شام رُخصت ہوچکی تھی اور دھیرے دھیرے اُترتی تاریکی نے اب ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور وہ جو کسی کام کا بہانا کر کے گیا تھا وہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھان کر اب آرہا تھا۔

راہ داری میں ریلنگ پر جھکی فارینہ نے اُسے گاڑی سے اُترتے دیکھا پھر انجان سی بن گئی اور جب وہ اُس کے قریب سے گزر کر کمرے میں جانے لگا تب وہ بے اختیار اُسے پکار کر بولی۔

"علی......! ابا سورہے ہیں۔"

"کھانا کھایا انہوں نے......؟" وہ پلٹ کر اُس کے پاس آگیا۔

"ہوں......!"

"یہیں کینٹین سے لیا تھا......؟" اُس نے پھر پوچھا۔

"نہیں......! گھر سے آیا تھا۔" وہ اب سہولت سے جواب دے رہی تھی۔

"گھر سے کون لایا......؟"

"ممی ڈیڈی آئے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے گئے ہیں۔"

"تم کیوں نہیں گئیں اُن کے ساتھ......؟" عجیب بے تکی بات کی تھی اُس نے۔ جسے

محسوس کرنے کے باوجود وہ سابقہ انداز میں بولی۔

"ابا اکیلے تھے اس لئے۔"

"اچھا......!" اُس کی ذرا سی ہنسی میں استہزا تھا جسے وہ پھر نظر انداز کر گئی۔

"تم کہاں چلے گئے تھے......؟"

"چلو تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔" وہ اُس کی بات اَن سنی کر گیا۔

"ابا......؟"

"ابا سو رہے ہیں اُن کے اُٹھنے سے پہلے میں تمہیں چھوڑ کر واپس آجاؤں گا۔ ویسے بھی وہ اب صبح ہی اُٹھیں گے۔ چلو......!" وہ کہہ کر چل پڑا تو ناچار وہ بھی اُس کے پیچھے چلی آئی اور جب گاڑی میں بیٹھی تو کہنے لگی۔

"علی......! مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"خاور سے متعلق......؟" وہ فوراً کہہ کر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا گیا۔ گویا احساس تھا کہ کچھ غلط کہہ گیا ہے۔

"ہاں......! مجھے خاور بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" فارینہ نے بات ہی اس انداز سے شروع کی کہ وہ سننے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"کیا کہہ رہا ہے......؟"

"اُس کا کہنا ہے کہ جب تک میں تم سے طلاق نہیں لوں گی وہ سنی کو مجھے نہیں دے گا۔" وہ رُک رُک کر بتاتے ہوئے کن اکھیوں سے اُسے دیکھ بھی رہی تھی۔

"تو تمہیں طلاق چاہئے......؟" اُس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ بے اختیار فوراً بولی تھی۔

"نہیں......!"

"نہیں......؟" وہ حیران ہو کر اُسے دیکھنے لگا تو وہ نظریں چرا کر بولی۔

"میرا مطلب ہے خاور کے کہنے سے نہیں۔ میں اُس کے ہاتھوں کٹھ پتلی نہیں بننا

چاہتی۔ وہ کہے شادی کر لو تو میں شادی کر لوں اور وہ کہے طلاق لے لو تو میں طلاق لے لوں اور دوبارہ اُس کی طرف لوٹنا تو دُور کی بات میں کبھی اُس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

علی کی حیرتوں میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ نیم وا ہونٹوں سے کوئی بات نکلنے کو بے تاب تھی لیکن قوتِ گویائی ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"اور سنو علی......!" قدرے رُک کر وہ پھر گویا ہوئی۔

"میں تم سے کچھ مانگ نہیں رہی۔ صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ابھی تم کوئی فیصلہ مت کرنا ورنہ خاور یہ سمجھے گا کہ ہم اُس کی شرط سے ہار گئے۔ ہاں جب میں سنی کو حاصل کر لوں تب۔" جانے اُس کی آواز ساتھ چھوڑ گئی تھی یا وہ خود ہی خاموش ہو گئی تھی۔

وہ کتنی دیر اُسے دیکھے گیا پھر پہلے کھنکھار کر گلا صاف کیا پھر پوچھنے لگا۔

"سنی کو کیسے حاصل کرو گی......؟"

"ڈیڈی...... میں نے ڈیڈی کو بتا دیا ہے اور یہاں سے جا کر وہ کورٹ سے رجوع کریں گے۔"

"ہوں......!" اُس نے بظاہر اُس کی بات پر "ہوں" کی آواز نکالی تھی جبکہ درحقیقت اُس کے سینے سے جیسے کوئی وزنی بوجھ سرک گیا تھا۔

پھر بقیہ راستہ خاموشی میں کٹا اور جب وہ اُس کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تو آگے چچا جان اُس کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ چھوٹتے ہی پوچھنے لگے۔

"کہاں چلے گئے تھے میاں......؟"

"بس ایک کام سے......" وہ جواب میں اسی قدر کہہ کر اُن کے پاس بیٹھ گیا۔

"جاب کے سلسلے میں......؟" انہوں نے پوچھا تو وہ حیران ہوا۔

"جی......!"

"مجھے تمہارے ابا نے بتایا ہے۔ لیکن بیٹا......! یہاں جاب کی کیا ضرورت ہے......؟" انہوں نے کہا تو وہ سر جھکا کر بولا۔

''میں ابا کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور رہو......لیکن کیا ضروری ہے کہ یہاں...... میرا مطلب ہے سب کو وہیں لے چلو اور میں تو بہت عرصے سے بھائی صاحب سے کہہ رہا ہوں لیکن وہ یہ آبائی گھر چھوڑنے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔

''جی......! ابا یہ گھر چھوڑنے کو تیار نہیں اور اب میں انہیں نہیں چھوڑ سکتا۔ احمد بھی یہاں نہیں ہے اور آپ اُن کی حالت دیکھ رہے ہیں۔'' اُس نے کہا تو چچا جان اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

''ہاں بیٹا......! یہ اچھی بات ہے کہ تمہیں اُن کا احساس ہے اور میں تمہیں اور اچھی بات بتاؤں۔ تمہارے ابا کراچی چلنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔''

''کب......؟'' اُس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

''شام میں میں اُن کے پاس گیا تھا تو بات کی تھی اور وہ راضی ہو گئے ہیں۔ تمہاری اماں اور بہنیں بھی وہاں جانے سے خوش ہیں اور بیٹا......! میں سمجھتا ہوں کہ یہی بہتر ہے۔ آگے تمہاری جو مرضی۔ میں تمہیں فورس نہیں کروں گا۔ تم خود ہر پہلو سے سوچ لو۔'' چچا جان نے آخر میں فیصلہ اُس پر چھوڑ دیا۔

''اب میں کیا سوچوں چچا جان......! جب سب راضی ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ابا چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں پھر انشاء اللہ ہم سب وہیں آ جائیں گے۔''

''خوش رہو اور ہاں ہم صبح جا رہے ہیں۔'' چچا جان نے بتایا تو وہ فوراً بولا۔

''اتنی جلدی......؟''

''پھر آ جائیں گے بلکہ اب تو تم سب آؤ گے۔''

''جی......! مجھے اجازت دیجئے۔ ابا وہاں اکیلے ہیں۔'' وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں جاؤ بیٹا......!''

''اللہ حافظ......!'' وہ کمرے سے نکلا تو برآمدے میں رُک کر یہ جاننے کی کوشش

کرنے لگا کہ فارینہ کہاں ہو گی۔ تب ہی بیدی کے کمرے سے ہنسنے کی آواز آئی تو وہ اُسی طرف بڑھا پھر ایک دم دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا تو وہ جو بیدی کے ساتھ لیٹی تھی ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

''تم لوگ ابھی سوئی نہیں......؟'' اُسے اور کوئی بات نہیں سوجھی۔

''اور آپ ابھی تک یہیں ہیں......؟ ابا کے پاس نہیں گئے......؟'' بیدی نے کہا تو وہ اُسے گھور کر بولا۔

''جا رہا ہوں۔''

''تو جائیں ناں......!''

''پہلے اچھی سی چائے پلاؤ......!'' وہ کنکھیوں سے فارینہ کو دیکھ رہا تھا جو اپنے ناخنوں سے کھیل رہی تھی۔

''ہائے بھائی......! یہ چائے کا کون سا وقت ہے......؟'' بیدی نے احتجاج کیا۔

''چائے کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ چلو اُٹھو......!'' اُس نے قدرے رُعب سے کہا تو بیدی بڑبڑاتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئی۔ تب وہ فارینہ سے بولا۔

''تم بھی اُٹھو......!''

''میں......؟'' وہ اپنی طرف اشارہ کر کے اُسے دیکھنے لگی۔

''ہاں تم......!'' اُس نے ایک دم اُس کی کلائی تھام کر اُٹھا دیا اور اسی طرح اُسے کھینچتے ہوئے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

''علی......! علی......! یہ تم......!'' وہ بوکھلا رہی تھی۔

''کہیں دُور نہیں لے جا رہا۔'' اُس نے چھت پر قدم رکھتے ہی اُسے کھینچ کر اپنے سامنے کر لیا اور اُس کے چہرے پر نظریں جما کر بولا۔

''ویسے چاہوں تو لے جا بھی سکتا ہوں۔''

''جانتی ہوں۔'' وہ کہہ کر اُس کی طرف سے رُخ موڑ گئی تو وہ فوراً پھر اُس کے سامنے

آ گیا۔

”کیا......؟ کیا کہا......؟ ذرا پھر کہنا۔“

”سوری......! میں اپنی بات دُہراتی نہیں ہوں۔“ وہ اب بے نیازی بن گئی۔

”لیکن مجھے جو بات اچھی لگے میں اُسے بار بار سننا چاہتا ہوں۔“ اُس نے کہا تو وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

”سوری......!“

”تم کبھی نہیں بدلو گی۔“ وہ گہری سانس کے ساتھ بولا۔

”کیا تم چاہتے ہو کہ میں بدل جاؤں......؟“ وہ اُسے دیکھنے لگی تو وہ آہستہ آہستہ نفی میں سر ہلانے لگا۔ پھر یونہی سر اُونچا کیا تو آسمان کے سینے پر جگمگاتے بے شمار ستاروں کو دیکھ کر اُسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

”فارینہ......! تم نے پہلے کبھی ایسی تاروں بھری رات دیکھی ہے......؟“

”نہیں......!“ وہ ستاروں کو دیکھتے ہوئے کھوسی گئی تھی۔

کتنے لمحے سرک گئے۔ صرف خاموشیاں گنگنا رہی تھیں اور اُن دونوں کی نظریں آسمان پر تھیں جہاں ستاروں کا راج تھا۔

جب نیچے سے بیدی نے پکارا تب فارینہ چونک کر اُس سے بولی۔

”علی......! بیدی بلا رہی ہے۔“

وہ اُسے یوں دیکھنے لگا جیسے تم نے کچھ کہا۔

”بیدی چائے کے لئے بلا رہی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔“ وہ کہہ کر جانے لگی کہ اُس نے پکار لیا۔

”سنو فارینہ......!“

وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

”صبح تم جا رہی ہو......؟“

”ہوں......!“ اُس نے ذرا سا اثبات میں سر ہلایا تو وہ غالباً کہنا کچھ اور چاہتا تھا لیکن دل میں مبہم سا خدشہ زبان پر آ گیا۔

”میرا انتظار کرو گی......؟“

وہ فوراً کچھ نہیں بولی۔ اُسے دیکھتے ہوئے دھیرے دھیرے پیچھے ہٹنے لگی اور جب سیڑھیوں کے پاس پہنچی تب ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”ہاں......! اور دیکھو شام ڈھلنے سے پہلے آ جانا۔“ اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں اُتر گئی تو وہ منجدھار سے نکل کر یوں مسکرایا کہ اُس کے ساتھ کائنات کی ہر شے مسکرانے لگی تھی۔

⊖ ⊖ ⊖